﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿.....اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿.....عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 20 | جمعۃ المبارک 30/اگست و 6/ستمبر 2013ء | 22و29/شوال 1434 ہجری قمری ❁ 30/ظہور و 6/تبوک 1392 ہجری شمسی | شمارہ 35-36

اولاد کے حقوق

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بیٹے کا اپنے باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کی رہائش عمدہ بنائے اور اسے اچھے آداب سکھائے۔

(الجامع الصغیر علامہ سیوطی جلد 1صفحہ 129)

ایک احمدی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا فرد ہونے کا اور آپ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سوچ کے ساتھ کہ اب مَیں اپنی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ سوچ ہے جو ایک احمدی کو حقیقی احمدی بنانے والی ہے اور ہونی چاہئے۔ اگر یہ نہیں تو احمدی ہونے کا دعویٰ بے معنی ہے۔

ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ وہ کیوں احمدی ہے اور اس کا عہدِ بیعت کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک احمدی کو کس طرح دیکھنا چاہتے ہیں؟ اس کے لئے آپ کی نصائح میں سے چند نصائح مَیں نے لی ہیں جو اَب مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ہر ایک کو جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کس حد تک ان نصائح پر، ان باتوں پر پورا اتر رہے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے نہایت اہم نصائح۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ مغربی کینیڈا کے موقع پر اختتامی خطاب فرمودہ 19 مئی 2013ء بمقام مسجد بیت الرحمٰن وینکوور۔ مغربی کینیڈا

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهٗ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً ۔ وَالَّذِيْنَ لَايَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا۔(الفرقان:72-74)

ان آیات کا ترجمہ ہے: اور جو توبہ کرے اور نیک اعمال بجا لائے تو وہی ہے جو اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے رجوع کرتا ہے۔ اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے ربّ کی آیات یاد کروائی جاتی ہیں تو ان پر وہ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

ایک احمدی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا فرد ہونے کا اور آپ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سوچ کے ساتھ کہ اب مَیں اپنی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ سوچ ہے جو ایک احمدی کو حقیقی احمدی بنانے والی ہے اور ہونی چاہئے۔ اگر یہ نہیں تو احمدی ہونے کا دعویٰ بے معنی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہی بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا اور ایک حقیقی عبدِ رحمٰن بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے والا بنانا تھا۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق میں ترقی کر رہے ہیں، اُس کے احکامات پر عمل کرنے کی اپنی تمام تر استعدادوں اور صلاحیتوں کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے لئے فکر کا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو مَیں نے تلاوت کی ہیں، عباد الرحمان کی بعض خصوصیات بیان کی ہیں۔

پہلی بات یہ بیان فرمائی کہ وہ توبہ کر کے اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی مانگنے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اور اس عہد کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ، کوششوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی عہدِ بیعت ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کیا ہے۔ وقتاً فوقتاً اس عہدِ بیعت کو دہرا کر ہم اس کا اعادہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ انبیاء کو بھیجتا رہا اور پھر آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اور مکمل شریعت کے ساتھ بھیجا اور پھر اس زمانے میں آپ کے عاشقِ صادق، امام الزمان اور مہدیٔ دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تا کہ وہ انسانوں کو توبہ کے راستوں کی طرف توجہ دلائیں۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اس مقصد کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع میں قرآنِ کریم کی تعلیم کو لاگو کرنے کے لئے بھیجا تھا تا کہ دنیا کو توبہ کی راستوں کی طرف نشاندہی کر کے، گناہوں کی نشاندہی کر کے، نیکیوں کی طرف توجہ دلا کر، نیکیوں کے راستوں کی طرف نشاندہی کر کے اُن کا تعلق خدا تعالیٰ سے جوڑیں۔

جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے، جیسا کہ مَیں نے کہا، بعض باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے یہ عہد پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔

بہرحال ان باتوں کا مَیں مختصر ذکر کروں گا۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ اُس کو قرار دیا ہے جس کے ساتھ نیک اعمال ہوں۔ اگر صرف توبہ اور استغفار انسان کرتا رہے، جیسا عام طور پر لوگ باتیں کرتے ہوئے کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ نیک اعمال نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہ ہو، خدا تعالیٰ نے اپنی رضا کے راستوں کی طرف جو نشاندہی کی ہے اُن پر چلنے کی توجہ نہ ہو تو وہ استغفار، استغفار نہیں ہے اور وہ توبہ، توبہ نہیں ہے۔

پھر نیک اعمال کی اگلی آیت میں بعض نشانیاں بتائی ہیں کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اپنی حالتوں کو درست کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھکنے والے ہیں۔ جھوٹ کے قریب بھی نہیں جاتے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ سے دور کرتا ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو شرک کے برابر قرار دیا ہے۔ پس جو شرک کے قریب جا رہا ہو وہ عباد الرحمٰن نہیں بن سکتا۔

یہاں جو لفظ ''زُور'' استعمال ہوا ہے اس کے مختلف معنی اہلِ لغت نے لکھے ہیں اور ان معنوں کے مطابق ''لَايَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ'' کہ وہ جھوٹ سے دور بھاگتے ہیں، اس کے جو مختلف معنی ہیں وہ یہ بنیں گے کہ توبہ کرنے والے بندے، اللہ تعالیٰ سے لَو لگانے والے بندے نہ تو ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں جھوٹ کی مجلسیں ہوں، لغویات ہوں اور نہ خود جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر ایسی مجلسوں سے بھی اجتناب کرتے ہیں جہاں خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کو اہمیت دی جا رہی ہو۔ پھر توبہ کرنے والے اپنی سچی گواہیوں کے معیار بہت اونچے رکھتے ہیں۔ اپنی ہر بات میں سچائی اور قولِ سدید پر زور دینے والے ہیں۔ اور ایسے باوقار لوگ ہیں کہ لغو مجالس اور لغو باتوں سے جہاں اُنہیں اُن کے نیک اعمال اور توبہ محفوظ رکھتی ہے، وہاں دوسروں کو بھی اُن کے نیکی کے معیار کا پتہ لگتا ہے۔ یوں وہ اپنے ماحول میں بھی نیکیوں کا پرچار کرنے والے بن جاتے ہیں۔ سچائی کا ایسا معیار قائم ہوتا ہے کہ جو دوسروں کی توجہ کھینچنے والا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سے جو تیسری آیت ہے، اُس میں فرمایا کہ جب عباد الرحمٰن کو نصیحت کی جاتی ہے، اُن لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو یہ عہد کرتے ہیں کہ مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تو وہ پوری توجہ دیتے ہیں۔ جب اُنہیں یاد دلایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکامات یہ ہیں اور انہیں اس طرح بجالانا ہے تو وہ اُن

سے لاپرواہی نہیں برتتے کیونکہ وہ دین کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اختیار کرتے ہیں یا اختیار کرنے کے بعد اُس میں مزید ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کرنی چاہئے۔

ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ وہ کیوں احمدی ہے اور اس کا عہدِ بیعت کیا ہے؟ نئے آنے والے تو سمجھ بوجھ کر آتے ہیں۔ جو نئے شامل ہو رہے ہیں اُن میں سے اکثریت ایسی ہے جن کی اللہ تعالیٰ خود رہنمائی فرماتا رہا۔ خوابوں کے ذریعہ سے احمدی ہوئے، پھر اُس کے بعد انہوں نے لٹریچر پڑھا۔ لیکن پرانے احمدی، بعض پیدائشی احمدی بڑی عمر میں سے بھی اور نوجوانوں میں سے بھی ہیں کہ اُن کو دین کا اس طرح پورا علم نہیں ہے اور نہ وہ اس طرف توجہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہمارے باپ دادا احمدی تھے، بلکہ اس تعلیم کو جاننے کی کوشش کریں اور جانیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دینا چاہتے ہیں، جو قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔ اگر یہ توجہ نہیں تو پھر ایسے لوگوں کا شمار آنکھوں والوں اور سوجاکھوں میں نہیں ہوسکتا، توبہ کرنے والوں میں نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں نہیں ہوگا، دنیاوی لغویات سے بچنے والوں میں نہیں ہوگا۔ دین کی باتیں سننے کے لئے ایسے لوگوں کے کان بند ہو جاتے ہیں اور دینی آنکھ بھی اندھی ہو جاتی ہے اور اللہ نہ کرے کہ کسی احمدی کی دینی آنکھ کبھی اندھی ہو۔ گو دنیاوی کاموں کے لئے آنکھیں بھی کھلی ہوتی ہیں اور کان بھی کھلے ہیں لیکن اُن نصائح پر عمل نہ کر کے جو خدا اور اُس کے رسول اور اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے ہمیں بتائے ہیں، ایسے لوگ پھر اندھے بھی ہیں اور بہرے بھی ہیں۔ مسلمان کہلانے والی بہت ساری تعداد آپ کی بیعت میں نہ آ کر باوجود مسلمان ہونے کے حقیقی مسلمان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جوڑ کر اندھوں اور بہروں کی اُس صف سے نکال دیا ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل نہیں کر رہے، اُس کے احکامات پر عمل نہیں کر رہے۔ اُس کے نشانات دیکھ کر پھر اس زمانے میں دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اُس کے مہدی اور مسیح موعود کی آواز پر کان نہیں دھر رہے۔ لیکن ہماری خوش قسمتی کی حقیقت اُس وقت ظاہر ہو گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات پر چلنے والے ہوں گے، جب ہم اپنے آپ کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی مثال بنانے والے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک احمدی کو کس طرح دیکھنا چاہتے ہیں؟ اس کے لئے آپ کی نصائح میں سے چند نصائح مَیں نے لی ہیں جو اَب مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ہر ایک کو جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کس حد تک ان نصائح پر، ان باتوں پر پورا اتر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے.....صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک عمل اچھے نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرع، صدقہ، خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ نِرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا بے سُود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 576۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ’’قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عملِ صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں‘‘۔ یعنی چور اس تاک میں رہتے ہیں کہ انسان کے عمل چرائیں۔ ’’وہ کیا ہیں؟‘‘ (وہ چور جس کی آپ نے مثال دی) ’’ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے۔) عُجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے۔)‘‘۔ کوئی نیکی کر لی تو خوش ہو گیا کہ مَیں نے بہت نیکیاں کر لیں یا مَیں بہت نیک بن گیا ہوں۔ ’’اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔‘‘ فرمایا ’’عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عجب، ریا، تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اُسے پیوے۔ اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو، خواہ باطن کا ہو، اُسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (الاعراف:24)‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 577-576۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یہ تفصیل آپ نے بیان فرمائی کہ جسم کا ہر عضو جو ہے اُس سے گناہ ہوتا ہے۔ آنکھ کا گناہ بدنظری کرنا، غلط چیزیں دیکھنا ہے۔ غلط باتیں سننا کان کا گناہ ہے۔ زبان کا گناہ غلط باتیں کرنا ہے۔ غلط کاموں کی طرف جانا پاؤں کا گناہ ہے۔ اور انسان کا ہر عضو جو ہے وہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے بچنا ایک مومن کا فرض ہے۔

فرمایا: ’’یہ دعا اول ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بَلا میں مبتلا ہو۔ کوئی بَلا بغیر اِذن کے نہیں آتی۔ جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 577-576۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر بیعت کا مغز کیا ہے؟ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اُس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی اور اسلام کا مدّعی سچا مدّعی نہیں ہے‘‘۔ (مغز جو ہے ہر چیز کا پیدا کرنا چاہئے۔ اُس کی بنیادی تعلیم کیا ہے۔ یہ جاننے کی ضرورت ہے۔) ’’یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں، موت کس وقت آ جاوے۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت سی موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے، وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 416۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا: ’’ابدال، قطب اور غوث وغیرہ جس قدر مراتب ہیں یہ کوئی نماز اور روزوں سے ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ان سے یہ مل جاتے تو پھر یہ عبادات تو سب انسان بجالاتے ہیں۔ سب کے سب ہی کیوں نہ ابدال اور قطب بن گئے۔ جب تک انسان صدق وصفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کا بندہ نہ ہوگا تب تک کوئی درجہ ملنا مشکل ہے۔ جب ابراہیم کی نسبت خدا تعالیٰ نے شہادت دی وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم:38) کہ ابراہیم وہ شخص ہے جس نے اپنی بات کو پورا کیا۔ تو اس طرح سے اپنے دل کو غیر سے پاک کرنا اور محبتِ الٰہی سے بھرنا، خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلنا اور جیسے ظلّ اصل کا تابع ہوتا ہے‘‘ (یعنی سایہ اصل کا تابع ہوتا ہے) ’’ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی اور خدا کی مرضی ایک ہو کوئی فرق نہ ہو۔ یہ سب باتیں دُعا سے حاصل ہوتی ہیں۔ نماز اصل میں دعا کے لئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دُعا کرے۔ لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اُسے اس کی خبر ہی نہیں ہوتی تو وہ اصل میں نماز نہیں۔ جیسے دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ پچاس پچاس سال نماز پڑھتے ہیں، لیکن اُن کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا حالانکہ نماز وہ شئے ہے کہ جس سے پانچ دن میں رُوحانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض نمازیوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے جیسے فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (الماعون:5) وَیْل کے معنے لعنت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس چاہئے کہ ادائیگی نماز میں انسان سُست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔ ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا جاوے تو لوگ کہتے ہیں کہ برادری کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا۔ ایک حرام خور کہتا ہے کہ بغیر حرام خوری کے گزارہ نہیں ہوسکتا۔ جب ہر ایک حرام گزارہ کے لیے انہوں نے حلال کر لیا تو پوچھو کہ خدا کیا رہا؟‘‘ (جب ہر چیز دنیا داری کے لئے ہی اختیار کرنی ہے تو پھر خدا کا خانہ کہاں گیا؟) ’’اور تم نے خدا کے واسطے کیا کیا؟ ان سب باتوں کو چھوڑنا موت ہے جو بیعت کر کے اس موت کو اختیار نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ جب ایک انسان ایک طبیب کے پاس جاتا ہے تو جو پرہیز وہ بتلاتا ہے اگر اسے نہیں کرتا تو کب شفا پا سکتا ہے؟ لیکن اگر وہ کرے گا تو یَوْماً فَیَوْماً ترقی کرے گا۔ یہی اصول یہاں بھی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 458-457۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرماتے ہیں: ’’جماعت کے باہم اتفاق ومحبت پر مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے‘‘۔ (انسان اپنے بھائی کے لئے غائب میں ایک دعا کر رہا ہے تو فرشتہ اُس کے لئے دعا کر رہا ہے۔) ’’اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہی ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران:104)۔ یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے‘‘۔ (یعنی آپس میں محبت، پیار، خیال رکھنا جو ہے، یہ ایک اعجاز ہے۔) ’’یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں.....‘‘ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔)

پھر فرماتے ہیں ’’یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہو گی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبّی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے، مرض دفع نہیں ہوتا۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے؟ بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں.....‘‘ فرمایا: ’’ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اُس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چُوستی ہے مگر وہ اُس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو، میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’کیا اطاعت ایک سہل امر ہے۔ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حُکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حُکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 411۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ’’خدا تعالیٰ کا شدید عذاب آنے والا ہے اور وہ خبیث اور طیب میں ایک امتیاز کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں فرقان عطا کرے گا جب دیکھے گا کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفاءِ عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ اگر اس طرح پر ایک نہیں سو بھی مر جائیں تو ہم یہی کہیں گے کہ اُس نے اپنے اندر تبدیلی نہیں کی اور وہ سچائی اور معرفت کے نور سے جو تاریکی کو دور کرتا اور دل میں یقین اور لذت بخشتا ہے، دُور رہا اور اس لئے ہلاک ہوا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 408 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’آنحضرت صلی اللہ

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

محمد طاہر ندیم (مربی سلسلہ)

قسط نمبر 262

مکرم نورالدین ابوعُرقوب صاحب (2)

پچھلی قسط میں ہم نے مکرم نورالدین ابوعرقوب صاحب کے قبول احمدیت تک کے حالات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس قسط میں ان کی تبلیغی کاوشوں، قبول احمدیت کی بنا پر اہل واقارب کی مخالفت اور اسیر رہنے کی داستان پر مشتمل بعض امور بیان کئے جائیں گے۔

احمدیوں سے بحث کرنا منع ہے!

مکرم نور الدین صاحب بیان کرتے ہیں: قبول احمدیت کے بعد میں نے اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو تبلیغِ احمدیت کی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دینی شروع کردی۔ اس وقت میں اپنے علاقے میں اکیلا احمدی تھا۔ تقریباً ایک سال کی تبلیغ کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرے دو بھائیوں نے بیعت کر لی۔ چنانچہ اب ایک کی بجائے ہم تینوں مل کر رشتہ داروں کو احمدیت کی طرف بلانے لگے۔ ہمارے رشتہ داروں نے جب یہ دیکھا تو مولویوں سے جا کر فتاویٰ لئے اور ہماری مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔

ان دنوں میں ہمیں تبلیغ کا بہت شوق تھا اور ہر ایک کو احمدیت کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ ایک شخص کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ کی تو اس نے بہت زیادہ پسندیدگی کا اظہار کیا اور ہمارے بہت قریب آ گیا۔ ہم نے اسے تجویز دی کہ وہ مولویوں کو احمدیت کی صداقت کے موضوع پر بات کرنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کرے۔ اس نے جب علاقے کے بعض مولویوں سے بات کی تو انہوں نے حامی بھر لی اور ایک تاریخ مقرر کر کے مباحثہ کا پروگرام طے کر لیا۔ ہم بڑی بے چینی سے اس دن کا انتظار کرنے لگے۔ مقررہ دن سے ایک روز قبل ہمارے مذکورہ دوست نے آ کر بتایا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑے بڑے علماء سے مشورہ کیا ہے اور انہوں نے ہمیں احمدیوں سے بحث ومباحثہ کرنے سے سختی سے روکا ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ احمدی مرتد ہیں لہٰذا ان سے بات کرنا بھی جائز نہیں کجا یہ کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھا جائے۔

خفّت چھپانے کا ایک ہی طریق

اس کے بعد ہم نے کسی قدر کم متشدد مولویوں سے رابطہ کیا تو وہ ہمارے ساتھ صداقتِ احمدیت کے بارہ میں بات کرنے پر راضی ہوگئے۔ ان کے ساتھ بات کرنے کا وقت طے ہوا اور پھر وہ وقتِ مقررہ پر بات کرنے کیلئے آ بھی گئے۔ ان سے بات ہوئی تو وہ احمدیت کے قاطع دلائل سن کر مبہوت ہو کر رہ گئے۔ چونکہ ہماری ہر بات بفضلہٖ تعالیٰ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ تھی اس لئے عقلی ونقلی اعتبار سے اس کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ جب انہوں نے اپنے موقف کی کمزوری کو محسوس کیا تو اس وقت ان کے اخلاق کی قلعی بھی کھل گئی اور وہ بدزبانی پر اتر آئے اور شور مچاتے ہوئے وہی گھسے پٹے اعتراض دُہرانے لگے، یعنی یہ کہ تمہارے پاس قرآن کے بالمقابل اپنی علیحدہ کتاب ہے جس کا نام ''کتاب مبین'' ہے۔ اور تمہارا قبلہ قادیان کی طرف ہے اور تم رمضان کے روزے نہیں رکھتے اور منشیات کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہو، وغیرہ وغیرہ۔ جب ان کی بدزبانی انتہا کو پہنچنے لگی تو ہم نے انہیں کہا کہ ایسے ماحول میں سنجیدہ دینی بات نہیں ہوسکتی لہٰذا بہتر ہے کہ اب بات ختم کردی جائے۔ یہ نشست برخاست ہوگئی۔ ہم تو اپنے گھر آ گئے لیکن یہ مولوی حضرات وہاں سے نکلے تو عامۃ الناس کو مساجد میں ہم سے قطع تعلق کرنے کا درس دینے لگے۔ ان کے اس سارے پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری مخالفت میں اضافہ ہوگیا لیکن ساتھ ساتھ تبلیغ کے راستے بھی کھلتے گئے اور نیک وسعید فطرت لوگ تلاشِ حق کے لئے ہمارے پاس آتے رہے اور پھر ان میں سے بعض کو قبولِ احمدیت کی توفیق بھی ملتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہماری تعداد اتنی ہوگئی کہ ہم نے ایک احمدی کے گھر میں نماز جمعہ باجماعت ادا کرنی شروع کردی۔

زندگیوں میں زہر گھولنے کی مہم

بیعت کے ایک سال بعد میں نے اپنے سُسر اور ان کی تمام اولاد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری سنائی اور تبلیغ کی تو میرے سسر نے اپنی عقل استعمال کرنے کی بجائے مولویوں کا رخ کیا اور ان سے میرے بارہ میں فتویٰ مانگا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا داماد کافر ہوگیا ہے اور اب تمہاری بیٹی کا اس کے ساتھ ایک گھر میں رہنا قطعًا حرام ہے۔ یہ سننا تھا کہ میرے سسر آگ بگولا ہوکر اپنے بیٹوں کے ساتھ آئے اور میری بیوی اور بچوں کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔ جھوٹی غیرت نے ان کا خون گرمایا ہوا تھا۔ اس لئے پہلے چند دن تو ان کی گردنیں اکڑی رہیں لیکن روزانہ چھ بچے اور ان کی ماں کو مسلسل اپنے چھوٹے سے گھر میں دیکھ دیکھ کر انہیں اندازہ ہوگیا کہ اگر یہ صورتحال مستقل نوعیت اختیار کرگئی تو گزارا مشکل ہوجائے گا۔ لہٰذا ایک ماہ کے بعد ہی انہوں نے اشارہ کنایہ میں مجھے اپنی بیوی کو واپس لانے کا عندیہ دے دیا اور میں بلا تاخیر اسے واپس لے آیا۔

گھر پہنچ کر مَیں نے محسوس کیا کہ میری بیوی کی حالت نہایت عجیب سی ہے۔ اصل حقیقت یہ کھلی کہ مولویوں نے کچھ ایسے وثوق سے اسے کہا تھا کہ اس کا نکاح ختم ہو چکا ہے اور میرے ساتھ رشتہ اب حرام ہوگیا ہے کہ واپسی کے بعد میری بیوی انہی امور کے بارہ میں سوچ سوچ کر نفسیاتی مریضہ بن گئی۔ وہ مولویوں کے کہنے کے مطابق یہ سمجھ رہی تھی کہ اب ہمارا کوئی رشتہ نہیں رہا جبکہ ایسی حالت میں وہ میرے ساتھ رہنے پر بھی مجبور تھی۔ پھر جب ایسی صورتحال میں میرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کی نفسیاتی حالت مزید خراب ہوگئی حتی کہ بچے کی پیدائش کے دوران اہلیہ کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سے قبل ہمارے چھ بچے پیدا ہوئے تھے اور سب کی پیدائش بفضلہٖ تعالیٰ نارمل تھی۔ لیکن مذکورہ بالا صورتحال کی بنا پر اس آخری بچہ کی پیدائش آپریشن سے ہوئی۔ میری اہلیہ کی نفسیاتی حالت کا بیٹے پر بھی اثر پڑا اور وہ بھی سریع الغضب، نہایت حساس، افسردہ اور ہر وقت غصے سے بھرا ہوا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ نام نہاد علماء کی زہر آلود باتوں کا نتیجہ تھا جن کی وجہ سے نہ جانے کتنے گھر برباد ہو چکے ہیں۔

گو میری طرف سے مسلسل محبت ورأفت، حسنِ معاملہ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے پاس نے آہستہ آہستہ تبدیلی کا عمل شروع کیا ہے لیکن ابھی تک حالات پہلی ڈگر پر نہیں آئے۔ تاہم مجھے بڑی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دن سب کچھ درست فرمادے گا۔ انشاء اللہ۔

اسیری

مولویوں کے ساتھ مذکورہ بالا مجالس کے بعد پورے علاقے میں ہمارا خوب چرچا ہوگیا، گو اس کی وجہ سے ہمارے خلاف مختلف چہ میگوئیاں بھی ہونے لگیں لیکن ساتھ احمدیت کا پیغام بھی پھیلتا گیا۔ ایک روز مجھے سی آئی ڈی کی ایک شاخ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ میں وہاں پہنچا تو مجھے گرفتار کر لیا گیا اور مختلف افسران باری باری مجھ سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔ اس تفتیش کے دوران مجھے سخت ڈرایا دھمکایا بھی گیا اور مجھے مارنے اور کال کوٹھڑی میں بند کرنے کی دھمکی بھی دی گئی۔ بعض افسران نے تو مجھے یہاں تک کہہ دیا کہ تم مرتد ہو اور تمہیں اس جرم میں پھانسی بھی دی جاسکتی ہے۔ بالآخر مجھ پر ارتداد اور ایک نئے دین کی تبلیغ کا الزام لگا کر جیل میں قید کر دیا گیا۔

جیل میں قیدیوں کو روزانہ آدھے گھنٹے کے لئے کھلی ہوا میں سانس لینے، ورزش کرنے اور ایک دوسرے سے ملنے اور بات کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ لیکن میرا جرم کچھ اتنا بڑا تھا کہ مجھے اس بنیادی سہولت سے بھی محروم رکھا گیا۔ اندھیروں اور گھٹن میں رہتے ہوئے نو (9) دن گزر گئے۔ جیل کے کمروں میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جہاں سے عموماً کھانا دیا جاتا تھا اور اس کے ذریعہ ہی قیدیوں سے بات کی جاتی تھی۔ دسویں روز ایک نہایت متشدد اور مخالف افسر نے اس کھڑکی سے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہارا خدا تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے گھر واپس لے گیا ہوتا۔ میں اس کی بات سن کر اپنے مولا کریم سے دعا ہی کرتا رہا۔

جیل سے رہائی .....ایک نشان

میری گرفتاری سے قبل اس جیل کا سپرنٹنڈنٹ کہیں گیا ہوا تھا اور میری گرفتاری کے دسویں روز جب وہ لوٹا تو اس نے جیل کا دورہ کیا۔ میرے جیل خانے تک پہنچنے سے قبل ہی شاید اسے میرے بارہ میں بتا دیا گیا تھا لہٰذا جب وہ میری کوٹھڑی تک پہنچا تو بآواز بلند کہنے لگا: کیا یہی ہے وہ شخص جس نے اپنا دین بدل لیا ہے؟ پھر مجھے مخاطب ہوکر پوچھنے لگا: کیا تم احمدی ہو؟ میں نے جواب دیا: جی الحمدللہ۔ اس نے کہا: میں اپنا راؤنڈ مکمل کر کے تمہارے پاس آتا ہوں پھر تمہارے ساتھ بات ہوگی۔

چنانچہ 15 منٹ کے بعد واقعی سپرنٹنڈنٹ صاحب واپس آ گئے اور سب کے سامنے مجھے حکم دیا کہ اپنا سامان سمیٹ لو کیونکہ تم گھر واپس جا رہے ہو۔

اس وقت وہ افسر بھی ساتھ کھڑا تھا جس نے مجھے ایک روز قبل ہی یہ کہا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہارا خدا تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے گھر واپس لے گیا ہوتا۔ اس نے جب سپرنٹنڈنٹ کی بات سنی تو تمسخرانہ لہجے میں مجھے کہا کہ زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم گھر کی بجائے دوسری جیل میں منتقل کئے جا رہے ہو، جہاں پر یا تو تمہیں دس سال قید کی سزا بھگتنی ہوگی یا پھر پھانسی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ افسر کی بات سن کر مجھے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی بات کے بارہ میں شک ہونے لگا اور میں نے سوچا کہ شاید یہ سارے مجھے سخت سزا دینے کے لئے کوئی کھیل کھیل رہے ہیں۔ یہ سوچتے ہی میں نے بڑی تضرع اور الحاح کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا شروع کردی۔

مغرب کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور پوچھا: کہ کیا تم تیار ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر وہ مجھے اس شعبہ میں لے گیا جہاں قیدی سے پہلی مرتبہ جیل میں آتے وقت تمام قیمتی ساز وسامان لے کر رکھ لیا جاتا ہے، لہٰذا میں نے اپنی تمام چیزیں وہاں سے واپس لیں، مجھے ابھی بھی دھڑکا ہی لگا ہوا تھا۔ مجھے ساتھ لے جانے والا شخص جیل کے دروازے تک میرے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ جاؤ اپنے گھر چلے جاؤ تم آزاد ہو۔

یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نشان ہے کہ جیل کی عمارت کے بڑے دروازے کو میرے لئے جس شخص نے کھولا وہ وہی افسر تھا جس نے مجھے کہا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہارا خدا تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے گھر واپس لے جاتا۔

میں نے ایک قدم جیل سے باہر رکھا اور پیچھے مڑ کر اس افسر کو مخاطب کر کے کہا: تمہارے مقرر کردہ معیار کے مطابق خدا نے میرا حق پر ہونا ثابت کر دیا ہے اور دیکھ لو کیسے میرا خدا محض اپنے فضل سے مجھے یہاں سے نکال کر میرے گھر بھیج رہا ہے؟ لیکن بجائے بات کو سمجھنے اور اس نشان سے عبرت حاصل کرنے کے اس نے نہایت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے دروازہ بند کرلیا۔

کچھ احوالِ ایامِ قفس

میرے ساتھ تحقیق وتفتیش کا طریق یہ ہوتا تھا کہ دو تین آفیسرمل کر مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتے تھے۔ جیل کے افسران کے انداز سے جہالت عیاں تھی۔ صاف طور پر محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے جماعت کی کوئی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی اور انٹرنیٹ سے جماعت کے خلاف مختلف اعتراضات جمع کر کے لے آئے ہیں۔ انہیں کسی اعتراض کے جواب میں ہزیمت کا سامنا اس لئے نہیں کرنا پڑتا تھا کیونکہ ان کے ہاتھ میں اسلحہ اور جیل کی چابیاں اور منہ میں اہانت آمیز زبان تھی۔

آخر پر یہی کہتا ہوں کہ باوجود عائلی مخالفت کے اور باوجود قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے میری زندگی میں وہ اطمینان اور سکینت پائی جاتی ہے جو انمول ہے۔ ایک عالمی وحدت کا حصہ ہونے کا احساس، ایک خلیفہ وقت اور امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا احساس بے نظیر تسکین کا باعث ہے۔ اس نعمت پر خدا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

(باقی آئندہ)

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سورۃ الکوثر کی آیت فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’میور جیسا اسلام کا شدید ترین دشمن لکھتا ہے کہ جب جنگ احزاب ہوئی مسلمانوں کی تعداد اتنی کم تھی اور دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آتی کہ وہ دشمن سے لڑائی کس طرح کرتے تھے۔ دشمن کی بہت بڑی تعداد تھی اور پھر وہ متواتر حملے کرتا تھا۔ کئی دن باریاں مقرر کر کے دشمن حملہ کرتا رہتا تھا تا چوبیس گھنٹے متواتر حملہ ہو سکے اور مسلمان تھک جائیں۔ اُس وقت مسلمان صرف بارہ سو کی تعداد میں تھے جن میں سے پانچ سو عورتوں کی حفاظت پر مقرر تھے۔ لڑنے والے لشکر کے صرف سات سو آدمی تھے۔ لیکن دشمن کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ دشمن اگر اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں بھی تقسیم کرتا تو ایک ایک وقت میں مسلمانوں کے سامنے کفار کا تین تین ہزار کا لشکر آتا تھا اور ہر حصہ کی قریباً پانچ پانچ گھنٹے باری آتی تھی۔ اِس طرح وہ متواتر چوبیس گھنٹے لڑائی کر سکتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا لشکر اتنا تھوڑا تھا کہ وہ لشکر کو آدھا آدھا بھی نہیں کر سکتے تھے اور پھر ایک میل کا لمبا فرنٹ تھا جس پر وہ پھیلے ہوئے تھے۔ پس جب دشمن باری باری پانچ گھنٹے کے لئے حملہ کرتا تو مسلمانوں کو بغیر آرام چوبیس گھنٹے لڑنا پڑتا اور پھر بھی وہ دشمن کے مقابلہ پر صرف اس کی تعداد سے چوتھا حصہ لشکر لا سکتے تھے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگوں کو سونے کا موقع نہ ملتا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ اس جنگ میں کئی دن سونے کا موقعہ نہ ملا۔

تاریخ میں آتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے کئی دن گزر گئے تو آپؐ نے اپنی ایک بیوی سے جو آپؐ کے پاس تھیں کہا کہ مجھے اتنے دن بغیر سوئے گزر گئے ہیں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ مجھے اب کچھ سو لینا چاہئے تا کہ میری صحت قائم رہ سکے۔ لیکن دشمن چاروں طرف سے حملہ کر رہا ہے ہوشیاری سے کام لینا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا آدمی مل جائے جو خیمے کا پہرہ دے تو مَیں تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں۔ اتنے میں باہر سے ہتھیاروں کی جھنکار کی آواز آئی۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ ایک انصاری صحابیؓ بولے یا رسول اللہ مَیں نے دیکھا کہ آپ بہت دنوں سے سو نہیں سکے۔ لڑائی میں اب کچھ وقفہ تھا، مَیں نے خیال کیا کہ مَیں چل کر خیمہ کا پہرہ دوں تا آپؐ تھوڑا سا سو لیں۔ یہ قربانی اور ایثار کی کتنی شاندار مثال ہے کہ آپؐ متواتر کئی دن جاگتے رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوئے۔ اور پھر جب آپؐ تھک گئے تو ایک صحابی جو خود آپ کی طرح جاگتا رہا تھا فوراً آ پہنچا کہ مَیں پہرہ دیتا ہوں آپؐ سو جائیں۔ یہی بات خدا تعالیٰ نے یہاں بیان فرمائی ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ تُو دعائیں کر اور بڑی بڑی قربانیاں پیش کر۔ تمہارا مقابلہ بڑا سخت ہوگا۔ اگر تُو دعائیں کرتا گیا اور قربانیاں پیش کرتا رہا تو لازماً تیری خیر کثیر دشمن پر غالب آجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان دعاؤں اور قربانیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوثر قائم ہو گیا اور دشمن کی مخالفت ختم ہو گئی۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کی اخبار اللہ تعالیٰ سے معلوم کر کے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں بہت دعائیں کیں اور مسیح موعود کو حوصلہ بھی دلایا کہ فرمایا جب مسیح و مہدی ظاہر ہوں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اُن کے پاس گھٹنوں کے بَل چل کر بھی جانا پڑے تو جائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرا اسلام اُن کو پہنچائیں اور سلام کے معنے سلامتی کی دعا کے ہوتے ہیں۔ پس **سلام پہنچانے سے یہ مراد ہے کہ اُن کو کہہ دینا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اور آپ کے کام کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتے گئے ہیں اس لئے مخالفتوں سے خوف نہ کرنا اور تسلّی سے اپنا کام کئے جانا‘‘۔**

(تفسیر کبیر زیر سورۃ الکوثر)

احباب جماعت متوجہ ہوں

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے جس کو علم نہیں ہوتا مخالف کے سوال کے آگے حیران ہو جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 361۔ ایڈیشن 2003ء)

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل و احسان ہے اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دیرینہ خواہش کے مطابق اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی رہنمائی اور شفقت کے نتیجہ میں قادیان دارالامان میں جدید مشینوں کی سہولت کے ساتھ فضل عمر پرنٹنگ پریس قائم ہے۔ نظارت نشر و اشاعت قادیان کی کتب فضل عمر پرنٹنگ پریس سے بڑے عمدہ، اچھے اور عالمی معیار میں شائع کی جا رہی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

نظارت نشر و اشاعت نے سینکڑوں مختلف ٹائٹل جماعتی لٹریچر و کتب شائع کی ہیں ان کتب کی فہرست اور کیٹلاگ جماعت احمدیہ ہندوستان کی آفیشل ویب سائٹ میں موجود ہے۔ جس کا Link درج ذیل ہے۔

http://ahmadiyyamuslimjamaat.in/home/books-catalogue.php

نظارت نشر و اشاعت قادیان کی جانب سے شائع ہونے والی ان کتب کو خرید کر استفادہ کرنے کی خواہش رکھنے والے احباب جماعت اپنے آرڈر اپنے صدر جماعت/ نیشنل امیر جماعت کے پاس جمع کروائیں تا کہ وہ اپنی جماعت کیلئے مجموعی کتب کا آرڈر منگوانے کی کارروائی کر سکیں۔

احباب جماعت سے اس نادر موقعہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی درخواست ہے۔

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

علم اور عرفاں کا بحرِ بیکراں ہے الفضل

حق و سچائی کا واحد ترجماں ہے الفضل
واسطے باطل کے اِک تیغِ رواں ہے الفضل

خوش نما پودا تھا جو فضلِ عمر کے ہاتھ کا
اِک شجر ہے اب ، تنومند و جواں ہے الفضل

یہ مسیحا کی صدا ہے یہ خلافت کا نقیب
مردِ میداں ، دین کا اِک پہلواں ہے الفضل

تربیت کرتا دلوں کو تقویت دیتا ہے یہ
علم اور عرفاں کا بحرِ بیکراں ہے الفضل

معرفت کے موتیوں سے ہے سجا ہر اک ورق
پارس و لعل و جواہر کی دُکاں ہے الفضل

ہے خلافت کے لئے ، یہ ایک یارِ جاں نثار
بے غرض ساتھی ہے ، مثلِ عاشقاں ہے الفضل

احمدیت کی حسیں تاریخ کا زرّیں ریکارڈ
حق کی جیتی جاگتی اِک داستاں ہے الفضل

دَور دیکھے ہیں بہت سے اس نے جبر و ضبط کے
پر سدا جم کر رہا ، مثلِ چٹاں ہے الفضل

راہ روکی گرچہ اس کی حاسدوں نے بارہا
فضلِ ربی سے مگر پیہم رواں ہے الفضل

دشمنوں کی دُشمنی ظلم و جفا سے بے نیاز
دوستوں کے واسطے شکّر فشاں ہے الفضل

اس میں چھپنا بے شبہ ہے باعثِ صد افتخار
لکھنے والوں کا حقیقی قدرداں ہے الفضل

موتیوں سے بڑھ کے ہوگی قیمتی اِک ایک جِلد
خود کہے گا وقت کل ، جنسِ گراں ہے الفضل

آپ پڑھ سکتے ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی اسے
صفحۂ برقی پہ ہر پل ضَوفشاں ہے الفضل

جدّت و ندرت سے پُر عرشی ہر اِک تحریر ہے
اہلِ عرفاں کے لئے اِک کہکشاں ہے الفضل

(ارشاد عرشی ملک)

خطبہ جمعہ

آج یہ جماعت احمدیہ کا ہی کام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے نہ صرف اسلام پر کئے گئے حملوں کا دفاع کریں بلکہ دلائل و براہین سے دشمن کا منہ بھی بند کریں۔

اگر گھریلو سطح پر بھی اور کاروباری معاملات میں بھی سچائی پر مبنی گواہیاں ہوں، عدل قائم کرنے کے لئے گواہیاں ہوں تو ہمارا معاشرہ اس دنیا میں بھی جنت کا نمونہ پیش کرسکتا ہے۔

جو عہدیدار منتخب ہوئے ہیں اُن کا فرض بنتا ہے کہ اپنی کمزوریوں کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہوئے اُس سے مغفرت اور مدد کے طالب ہوں اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

انصاف کا معیار اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنا رکھا ہے۔ کیونکہ حقیقی تقویٰ اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دشمن سے بھی عدل اور انصاف کا سلوک کیا جائے۔ تبھی ایک حقیقی مسلمان ہونے کا معیار حاصل ہوگا۔ تبھی تبلیغ کے راستے کھلیں گے۔ تبھی اسلام کی حقیقی تعلیم غیروں پر واضح ہوگی۔

عدل اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جو ہمیں حکم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا (الانعام 153) کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ سب سے بڑا عہد جو اللہ تعالیٰ سے ایک مومن کا ہے، ایک احمدی کا ہے وہ عہدِ بیعت ہے۔ اگر اس عہد کی حقیقت کو ہم سمجھ لیں تو خود بخود تمام احکام پر عمل اور نیکیاں کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی۔ پھر ایک اور اہم عہد ہے جو ہر ملک کا شہری خدا کو گواہ بنا کر یا قرآن کو گواہ بنا کر ملک سے کر رہا ہوتا ہے یا اگر صرف بعض دفعہ ملک کے بادشاہ کے نام پر عہد لے رہا ہو تب بھی ایک ایسا عہد ہے جس کو پورا کرنا اور اس کو نبھانا ایک مسلمان پر فرض ہے اور نہ پورا کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

دوسری اہم بات کہ شادی ایک معاہدہ ہے۔ مرد اور عورت کے عہد و پیمان ہوتے ہیں۔ خاوند بیوی میں عہد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ علیحدگی میں جو عہد و پیمان ہیں، بیشک اس کا کوئی ظاہری گواہ نہیں ہے لیکن اس عہد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

مومن وہی ہے جو مستقل مزاجی سے ان نیکیوں پر عمل کرتا اور اپنے عہدوں کو پورا کرتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ رمضان ہمیں بے شمار برکات کا حامل بنا کر جائے اور قرآنِ کریم میں دیئے گئے خدا تعالیٰ کے جو احکامات ہیں اُن کا پہلے سے بڑھ کر ہم میں اِدراک پیدا ہو۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 09 اگست 2013ء بمطابق 09 ظہور 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

آج کا خطبہ بھی گزشتہ خطبات کے تسلسل میں ہے۔ آج اُن دو اہم باتوں کا ذکر ہوگا جو معاشرے کے حقوق ادا کرنے، معاشرے سے فتنہ و فساد ختم کرنے، معاشرے میں امن و سلامتی پھیلانے، معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنے اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع کرنے اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے کے بارے میں روشنی ڈالتی ہیں یا ان میں اس بارے میں اسلامی تعلیم بیان ہوئی ہے جس کو مَیں نے ابھی بیان کیا ہے۔

آج اسلام پر اعتراض ہوتے ہیں کہ نعوذ باللہ اس کی تعلیم میں سختی ہے۔ دہشتگردی اور فتنہ و فساد کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ابھی چند دن پہلے ایک امریکن لکھنے والے نے لکھا کہ اسلام میں جمعہ کا دن نعوذ باللہ فساد کا دن ہے، اور کافی کچھ اسلام کے خلاف لکھا۔ جماعت نے اُس اخبار یا جہاں بھی لکھا گیا تھا اُن سے رابطہ کیا اور اسلام کی خوبصورتی کے بارے میں ہمارے ایک نوجوان نے بڑا اچھا مضمون لکھا۔ اور اس کے بارے میں مزید بھی میں نے اُن کو کہا ہے کہ وہاں مزید رابطے کر کے اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے، اسلام کے جو مقاصد ہیں، جمعہ کے جو مقاصد ہیں، ان پر اس طرح کے مضامین لکھیں، artical لکھیں کہ لوگوں کو پتہ لگے۔

آج یہ جماعت احمدیہ کا ہی کام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے نہ صرف اسلام پر کئے گئے حملوں کا دفاع کریں بلکہ دلائل و براہین سے دشمن کا منہ بھی بند کریں۔ یہ ہمارا کام تو بہرحال ہے لیکن خدا تعالیٰ نے خود بھی ایسے انتظام کئے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے انصاف پسند غیر مسلموں کو بھی کھڑا کر دیتا ہے جو اسلام کی خوبیوں کو بتانے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک کیتھولک عیسائی ہیں، پروفیسر ہیں، سکالر ہیں۔ انہوں نے ڈیلی ٹیلیگراف (Daily Telegraph) میں گزشتہ دنوں مضمون لکھا جس میں اسلام اور مسلمانوں کی تعریف کی اور ایتھی ازم (Atheism) کے خلاف اور یہاں جو قومیت پسند تنظیمیں ہیں اُن کے خلاف باتیں کیں اور یہ لکھا کہ مسلمانوں کی جو اعلیٰ روایات ہیں، اعلیٰ تعلیمات ہیں ان کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آجکل مذہب اور اسلام پر اعتراض کرنے والے زیادہ تر یہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہیں۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا یہ کام تو آج ہمارا ہے کہ دین کی ضرورت اور زندہ خدا کے وجود کو دنیا پر ثابت کریں۔ کیونکہ ایک حقیقی مسلمان ہی اس کام کو سرانجام دے سکتا ہے اور زمانے کے امام سے جڑ کر احمدی ہی اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھنے والے اور اُسے دنیا میں پھیلانے والے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اور یہ کام قرآنِ کریم کی تعلیم اور احکامات پر عمل کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ آج اُن دو احکامات کے بارے میں کچھ کہوں گا جن کا اُس فہرست میں ذکر ہے جو سورۃ انعام کی آیات 152 اور 153 میں بیان ہوئی ہیں، اور جو مَیں گزشتہ چند خطبوں سے ذکر کر رہا ہوں۔ ان میں سے آج بیان ہونے والی باتوں میں پہلی بات عدل و انصاف سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ (الانعام:153) اور جب تم کوئی بات کرو تو انصاف کی بات کرو۔ چاہے وہ شخص کتنا ہی قریبی ہو جس کے متعلق بات کی جا رہی ہے۔

عدل کی مختلف صورتیں ہیں اور اس بارے میں قرآنِ کریم میں مختلف جگہوں پر تفصیلی احکامات بھی

ہیں۔اس گواہی کو جو قریبیوں کے بارے میں دی جانی ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ مزید کھول کر بیان فرمایا ہے جس میں قریبی ہی نہیں بلکہ خود گواہی دینے والے کو بھی شامل فرمایا ہے۔اور والدین کو بھی شامل فرمایا ہے۔سورۃ نساء کی آیت 136 ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (النساء:136)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، دونوں کا اللہ ہی بہتر نگہبان ہے۔پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔یہ نہ ہو کہ عدل سے گریز کرو۔اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو، اُس سے بہت باخبر ہے۔

یہاں گواہیوں کے بارے میں ایک اصولی بات بیان ہوگئی کہ تمہاری گواہیاں خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہونی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہونی چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ۔اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو‘‘۔(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

پس دنیا میں عدل اور انصاف قائم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔اس کے علاوہ کبھی وہ اعلیٰ معیار قائم ہو ہی نہیں سکتا جو دنیا سے ناانصافی اور ذاتی غرضوں کے حصول کو ختم کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور جگہ فرمایا کہ:

’’تمام قویٰ کا بادشاہ انصاف ہے۔اگر یہ قوت انسان میں مفقود ہے تو پھر سب سے محروم ہونا پڑتا ہے‘‘۔(ملفوظات جلد 2 صفحہ 24۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس عدل و انصاف کا وصف انسان میں ہونا اُس کی خوبیوں کو روشن تر کر دیتا ہے۔اس آیت میں جو تفصیل بیان ہوئی ہے، اگر اس پر عمل ہو یعنی انصاف قائم کرنے کے لئے انسان اپنے خلاف گواہی دینے سے بھی گریز نہ کرے، اپنے والدین کے خلاف گواہی دینے سے بھی گریز نہ کرے اور قریبیوں کے خلاف بھی گواہی دینے سے نہ رُکے تو ایک حسین معاشرہ قائم ہو جاتا ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔جب فریقین میں مسئلہ پیدا ہو تو گواہیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ایسی صورت میں یا خود فریقین سے اپنے اپنے بیان دینے کے لئے کہا جاتا ہے یا بعض گواہوں کو پیش کیا جاتا ہے تا کہ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو اور فیصلہ کرنے اور عدل و انصاف کرنے میں آسانی پیدا ہو۔اگر گواہیاں ہی جھوٹی ہوں، اپنے بیانوں کو توڑ مروڑ کرنا جائز حق لینے کے لئے پیش کیا جا رہا ہو تو پھر ہو سکتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے کا فیصلہ بھی صحیح نہ ہو۔صرف یہ نہیں کہ صحیح نہ ہو بلکہ بہت زیادہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور ایسی صورت میں پھر گناہ گواہیاں دینے والوں کے سر ہے، فیصلہ کرنے والے کے سر نہیں ہے۔

بعض گواہ اپنے ذاتی فائدے کے لئے نہیں تو اپنے عزیزوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے غلط گواہی دے جاتے ہیں۔فیصلہ کرنے والے ادارے کو غلط راستہ پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور پھر نتیجۃً گناہگار بنتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلط بیان دے کر میرے سے بھی غلط فیصلہ کرواتا ہے تو ایسا ہی ہے جیسا میں اُسے آگ کا ٹکڑا دلوا رہا ہوں۔(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 643-642 حدیث اُمّ سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر 27253 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس جھوٹے بیان اور جھوٹی گواہیاں دے کر آگ کے ٹکڑے حاصل کرنے سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔حقیقی مومن وہی ہے جو اس سے بچے۔

سورۃ نساء کی یہ آیت جو مَیں نے پڑھی تھی اس میں آگے پیچھے عائلی معاملات کے احکامات بھی آتے ہیں۔پس وہ لوگ جو خاوند ہو یا بیوی ہو خاص طور پر اپنے ناجائز حقوق لینے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح طلاق کی صورت میں، خلع کی صورت میں مرد یا عورت کے عزیز یا رشتہ دار غلط گواہی دے کر بعض ناجائز فائدے اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ عدل کا خون کر رہے ہوتے ہیں۔اس طرح وہ اس سے دنیاوی عارضی فائدہ تو اُٹھا لیتے ہیں لیکن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ کا ٹکڑا ہے جو وہ لے رہے ہوتے ہیں جو قیامت کے دن پھر بدانجام کی طرف لے جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح فریقین بھی اور گواہان بھی اپنی خواہشات کی پیروی کر کے عدل سے دُور جا رہے ہیں۔پس خواہشات کی پیروی نہ کرو، بلکہ عدل قائم کرنے کی کوشش کرو، انصاف قائم کرنے کی کوشش کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (النساء:136)

اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اُس سے باخبر ہے۔پس یہ جھوٹی گواہیاں فیصلہ کرنے والے انسان کو تو دھوکہ دے سکتی ہیں۔جس کے پاس معاملہ ہے اُس کو دھوکہ دے سکتی ہیں۔اُس سے اپنے حق میں اور دوسرے کے خلاف یا خلافِ انصاف فیصلہ کروا سکتی ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ جو باخبر ہے اُسے ہم دھوکہ نہیں دے سکتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر صاف اور سیدھی بات کہنے کی طرف، جو قرآنی حکم ہے، اسی لئے توجہ دلوائی ہے کہ رشتے طے کرتے وقت بھی، آپس میں زندگی گزارتے وقت بھی اور اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو تو اُس وقت بھی قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب:71) سے کام لو اور اس کو کبھی نہ چھوڑو۔اس کا چھوڑنا تمہیں تقویٰ سے دُور لے جائے گا۔یہ تمہیں عدل اور انصاف سے دُور لے جائے گا۔یہ معاشرے میں فساد کا ذریعہ اور باعث بنے گا۔

ہمارے قضاء میں بھی جب خلع اور طلاق کے معاملات آتے ہیں تو بعض میں خود بھی دیکھتا ہوں کہ انصاف پر مبنی اور حقائق پر مبنی نہ بیان دیئے جاتے ہیں، نہ ہی گواہان اپنی گواہیاں دیتے ہیں۔اسی طرح لین دین کے معاملات ہیں، ان میں بھی بعض لوگ عارضی اور ذاتی فائدے کے لئے تقویٰ سے دُور ہٹ کر آگ کا گولہ لے رہے ہوتے ہیں۔یہ آگ کا گولہ لینے والی جو حدیث ہے اس میں بھی دو بھائیوں کی جائیداد کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یہی فرمایا کہ اگر کوئی چرب زبان ہے تو میرے سے فیصلہ کروا لے گا۔لیکن یہ آگ کا گولہ ہے جو میں تمہیں دوں گا۔اور قیامت کے دن یہی پھندا بنے گا۔اس پر دونوں بھائیوں نے چیخ ماری اور رونا شروع کر دیا اور یہ کہا کہ ہم کچھ نہیں لیتے۔اپنا حق چھوڑتے ہیں اور دوسرے کو دیتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حق چھوڑنا بھی غلط ہے۔تم لوگوں کا حق ہے تو ضرور لو اور اگر فیصلہ نہیں کر رہے، کوئی ایسے کاغذات نہیں ہیں جو ثبوت ہوں، کوئی گواہیاں ایسی نہیں جو ثبوت کے طور پر پیش ہو سکیں تو قرعہ اندازی کر لو، جو جس کے حصہ میں آئے وہ اُس پر راضی ہو جائے۔(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 643-642 حدیث اُمّ سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر 27253 عالم الکتب بیروت 1998ء)۔تو یہ ہے فیصلے نپٹانے کا طریقہ۔اور یہ ہے تقویٰ کا وہ معیار جو ایک مومن میں ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے اور عقل دے جو انصاف کرنے میں روک بن رہے ہوتے ہیں۔

اگر گھریلو سطح پر بھی اور کاروباری معاملات میں بھی سچائی پر مبنی گواہیاں ہوں، عدل قائم کرنے کے لئے گواہیاں ہوں تو ہمارا معاشرہ جنت کا نمونہ اس دنیا میں بھی پیش کر سکتا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا، قرآنِ کریم میں عدل کے بارے میں بھی تفصیلی احکامات ہیں۔اس بارے میں ایک دو اور آیات مَیں پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ سورۃ نساء میں ہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا (النساء:59) کہ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے حق داروں کے سپرد کیا کرو۔اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔یقیناً اللہ بہت سننے والا اور گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں پہلی بات تو امانتوں کو حق داروں کے سپرد کرنے کی بیان فرمائی۔اس بارے میں کچھ عرصہ پہلے مَیں ایک تفصیلی خطبہ دے چکا ہوں کہ یہ سال عہدیداران کے انتخاب کا سال ہے۔اس لئے ذاتی خواہشات کو سامنے رکھتے ہوئے نہیں، خاندانی تعلقات کو سامنے رکھتے ہوئے نہیں، بلکہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے، امانت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی نظر میں ایسے عہدیدار منتخب کریں جو اپنے کام سے انصاف کر سکیں۔بہرحال انتخاب تو ہو گئے۔بعض جگہ خود منتخب کرنے والوں نے اپنی نظر میں بہتر عہدے داران منتخب کئے۔بعض جگہ میں نے خود بعض تبدیلیاں کیں یا مشورے دینے والوں کے مشورے نہیں مانے اور اگر کوئی اچھا کام کر رہا تھا تو اُسی کو رہنے دیا۔ہر ایک کام کرنے کا ایک لیول ہے۔جب اس تک کوئی انسان پہنچ جاتا ہے، اُس کی صلاحیتیں پہنچ جاتی ہیں تو پھر مزید اُس شعبہ میں ترقی نہیں ہوتی اور ہو سکتا ہے کہ وہی شخص جو ایک جگہ زیادہ بہتر کام نہ کر رہا ہو، دوسری جگہ بہتر کام کر دے۔اس لئے بھی بعض تبدیلیاں کی گئی ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بعض تبدیلیاں ناراضگی کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ناراضگی سے زیادہ جماعتی مفاد کو دیکھا گیا ہے۔جہاں میں نے سمجھا کہ جماعتی مفاد اس میں ہے کہ تبدیلیاں کی جائیں، وہاں انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ ایسے شعبوں میں تبدیلیاں کی جائیں۔دلوں کا حال تو خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ہم تو مشورے اور فیصلے ظاہری حالت کے مطابق ہی کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔لیکن بعض مقامی جماعتوں میں، بعض ممالک میں ابھی بھی ذاتی پسند اور قرابت داری کو ترجیح دیتے ہوئے عہدیدار منتخب کئے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل دے اور اُن پر بھی رحم فرمائے جو ذاتی ترجیحات کو انصاف پر مقدم سمجھتے ہیں۔

بہرحال یہ انتخاب تو ہو گئے، اب جو عہدیدار منتخب ہوئے ہیں اُن کا فرض بنتا ہے کہ اپنی کمزوریوں کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہوئے اُس سے مغفرت اور مدد کے طالب ہوں اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔عہدہ بھی ایک خدمت ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے، ایک انعام ہے۔اُس کی قدر کرنی چاہئے۔احبابِ جماعت سے سلوک میں، اُن کے معاملات کو حل کرنے میں، اُن کی تربیت پر توجہ دینے میں جماعت کے مقاصد کے حصول کے لئے پروگرام بنانے میں، ان سب باتوں میں انصاف سے کام لیں اور محنت کریں۔محنت سے کام کرنے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔کیونکہ

تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:59)۔ کہ انصاف سے حکومت کرو، اس کے تقاضے تبھی پورے ہوں گے جب اپنی تمام تر استعدادوں اور صلاحیتوں کے ساتھ دین کی خدمت کا جو کام ملا ہے، اُسے سرانجام دیں گے۔ اس میں ہر عہدیدار شامل ہے۔ مقامی سطح پر بھی اور نیشنل لیول پر بھی ان باتوں کا اُسے خیال کرنا چاہئے۔ جماعت کا مفاد ہر ذاتی مفاد سے بالا ہونا چاہئے، اُس پر حاوی ہونا چاہئے، ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گہری نظر رکھتا ہے۔ ہمارے ایک ایک پل کا جو بھی عمل ہے اُس کے علم میں ہے اور وہ شمار ہو رہا ہے۔ پس خدمتِ دین کا جو موقع ملا ہے اُسے فضلِ الٰہی سمجھ کر بجالانے کی کوشش اب ہر منتخب یا مقرر کئے جانے والے عہدیدار کو کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تو دنیاوی حاکموں سے بھی پوچھے گا اور حساب لے گا اور جو خدا تعالیٰ کے نام پر کسی کام کے لئے مقرر کئے جائیں اگر وہ اپنی امانتوں کے حق ادا نہیں کر رہے اور انصاف کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں گے تو دنیاداروں سے بڑھ کر پوچھے جائیں گے۔ پس ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ استغفار کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، عاجزی دکھاتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام عہدیداروں کو، تمام خدمت کرنے والوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ گھریلو ماحول، کاروباری معاملات، عہدیداروں کے معاملات میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد انصاف قائم کرنے کے لئے اسلام مزید کیا حکم دیتا ہے؟ تو ہمیں ایک ایسا حکم نظر آتا ہے جو معاشرے بلکہ پوری دنیا میں انصاف اور امن قائم کرنے کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ کی آیت 9 میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا ۔هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدۃ آیت 9)۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

دیکھیں! دنیا سے فتنہ و فساد ختم کرنے کی یہ کتنی خوبصورت تعلیم ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے نہ اپنی دنیاوی تعلیم میں، قوانین میں، اور نہ ہی کسی دینی تعلیم میں ایسی خوبصورت تعلیم کی مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرماتا ہے۔ كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ کہ اللہ کی خاطر قوّام بن جاؤ۔ اور قوّام کا مطلب ہے کہ جو اپنا کام انتہائی احسن طریق پر بغیر نقص کے اور مستقل مزاجی سے کرتا چلا جائے۔ پس حقیقی مومن جو کام کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے اور پھر اُس میں نہ کبھی جھول آنے دیتا ہے، یا جھول نہ آنے دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور نہ ہی کبھی سست ہوتا ہے، نہ ہی ذاتی مفادات کے تابع ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مومن کا کام ہے کہ انصاف کی تائید میں گواہی دے۔ انصاف کا معیار کیا ہے؟ انصاف کا معیار صرف بیوی اور رشتہ داروں سے انصاف کرنا نہیں ہے۔ اپنے ساتھ کاروبار کرنے والوں سے انصاف کرنا نہیں ہے۔ اپنے افسروں اور ماتحتوں کے لئے نیک خیالات اور اُن سے حسنِ سلوک کرنا اور انصاف کرنا نہیں ہے۔ بلکہ انصاف کا معیار اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنا رکھا ہے۔ کیونکہ حقیقی تقویٰ اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دشمن سے بھی عدل اور انصاف کا سلوک کیا جائے۔ تبھی ایک حقیقی مسلمان ہونے کا معیار حاصل ہو گا۔ تبھی تبلیغ کے راستے کھلیں گے۔ تبھی اسلام کی حقیقی تعلیم غیروں پر واضح ہوگی۔ یہاں بھی آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اگر تمہارے یہ معیار نہیں تو پھر تم تقویٰ پر چلنے والے نہیں کہلا سکتے۔ قوّام کہہ کر مستقل انصاف پر قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرما دیا۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ نے عدل کے بارے میں جو بغیر سچائی پر پورا قدم مارنے کے حاصل نہیں ہو سکتی، فرمایا ہے لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا ۔هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (المائدۃ:9) یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دُکھ دیویں اور خونریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں، جیسا کہ مکّہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں، ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی۔‘‘ جس سے مخاطب ہیں اُس کو فرماتے ہیں کہ ’’مگر آپ تو تعصب کے گڑھے میں گرے ہیں ان پاک باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ انجیل میں اگرچہ لکھا ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ دشمن قوموں کی دشمنی اور ظلم تمہیں انصاف اور سچائی سے مانع نہ ہو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا، یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے۔ اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر اُن کے حقوق دبا لیتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے پردے میں دھوکا دے کر اُس کے حقوق دبا لیتا ہے۔ مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اُس کا نام کاغذاتِ بندوبست میں نہیں لکھواتا۔‘‘ (وہ کاغذات جو سرکاری ریکارڈ میں ہوتے ہیں، اُس میں نہیں لکھواتا) ’’اور یوں اتنی محبت کہ اُس پر قربان ہوا جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیارِ محبت کا ذکر کیا‘‘۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ محبت کرو، بلکہ اُس معیار کا ذکر کیا جو محبت کا معیار ہونا چاہئے اور وہ کیا ہے؟ انصاف۔ فرمایا: ’’کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے‘‘۔ (نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 409-410)

پس یہ وہ معیار ہے جس کے حصول کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔

عدل اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد مَیں نے مختلف موقعوں پہ، معاشرے کے مختلف طبقوں کے بارے میں جو باتیں کیں، اب اللہ تعالیٰ جو حکم ہمیں دیتا ہے وہ یہ ہے کہ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا (الانعام:153) کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔

اسلام کی ایک اور خوبصورت تعلیم اور خدا تعالیٰ کے ایک اہم حکم کی طرف یہاں توجہ دلائی جا رہی ہے کہ تمام احکامات پر عمل انسان کی اخلاقی اور دینی خوبصورتی کے لئے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مختلف جگہوں پر احکامات کو مختلف مواقع کے لحاظ سے جو کھول کر بیان فرمایا ہے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ کام ہونے چاہئیں۔ یہاں یہ حکم دیا کہ یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب تمہارے دل صاف ہوں، جب تمہارے دل اس جذبے سے بھرے ہوئے ہوں کہ میں نے ہر عمل جو کرنا ہے وہ اس سوچ کے ساتھ کرنا ہے، ہر حکم پر عمل کی طرف اس لئے توجہ کرنی ہے کہ میں نے اپنے خدا سے کئے گئے عہد کو پورا کرنا ہے اور سب سے بڑا عہد جو اللہ تعالیٰ سے ایک مومن کا ہے، ایک احمدی کا ہے وہ عہدِ بیعت ہے۔ اگر اس عہد کی حقیقت کو ہم سمجھ لیں تو خود بخود تمام احکام پر عمل اور نیکیاں کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت میں جو عہد لیا ہے اُس میں اس طرح جامع طور پر ہمیں پابند کیا ہے کہ اگر ہم انہیں وقتاً فوقتاً دہراتے رہیں تو احمدی معاشرہ تمام برائیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

مختصراً مَیں یہ بیان کرتا ہوں کہ شرائطِ بیعت میں ہم کیا عہد کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ زندگی کے آخری لمحے تک شرک نہیں کرنا اور شرک کی مختلف قسمیں ہیں جن کا رمضان کے مہینے میں شروع کے خطبات میں پہلے بڑی تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ پھر یہ کہ جھوٹ، زنا، بدنظری، فسق و فجور، خیانت، بغاوت، فساد سے بچنا ہے۔ ان میں بھی فحشاء کے ضمن میں ان کا بیان ہو چکا ہے۔ اور کبھی ان کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دینا۔ پھر یہ کہ نمازوں کی پابندی، درود اور استغفار پر زور اور باقاعدگی ہو۔ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنا اور اس بات پر اُس کی حمد کرنا۔ یہاں آئے ہوئے بہت سارے لوگ جو پاکستان میں حالات کی وجہ سے یہاں آئے ہیں اُن پر تو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آزادی بھی دی اور مالی طور پر بہت بہتر کر دیا۔ پس اس بات پر بجائے کسی فخر اور تکبر اور غرور کے اللہ تعالیٰ کی حمد ہونی چاہئے، اُس کے احسانوں کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ پھر خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا تعلق اور کبھی شکوہ نہ کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ انعامات دیتا ہے تو اُس کا شکرگزار ہونا اور اگر بعض امتحانات میں سے گزرنا پڑتا ہے تب بھی شکوہ نہیں کرنا۔ دنیا کی رسوم سے اپنے آپ کو آزاد کروا کر، ہر قسم کی ہوا و ہوس سے اپنے آپ کو بچا کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرنا۔ تکبر اور بڑائی چھوڑ کر عاجزی اور انکساری کو اختیار کرنا۔ اسلام کی عزت کو اپنی جان، مال اور اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھنا۔ مخلوق کی ہمدردی اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کرنا۔ خدمتِ خلق کا یہ جذبہ بہت زیادہ ہونا چاہئے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ آپ سے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور آپ کی اطاعت کا غیر معمولی نمونہ قائم کرنا اور کسی چیز کو اس کے مقابلے پر اہمیت نہ دینا۔

پس یہ عہد ہے جو ہم نے احمدیت میں داخل ہو کر کیا ہے۔ اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک ہم اس عہد کو پورا کر رہے ہیں۔ رمضان میں بہت ساری نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ یہ بھی جائزہ لینا چاہئے تھا اور لینا چاہئے۔ آج بھی آخری دن ہے بلکہ سارا سال ہمیں لیتے رہنا چاہئے۔ اس میں نیکیوں کی طرف جو توجہ پیدا ہوئی ہے اُس کو جاری رکھنا چاہئے کہ کس حد تک ہم ان پر عمل کر رہے ہیں یا کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ سے عہدِ وفا کو نبھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم یہ عہد کرو گے تو تمہیں اجرِ عظیم ملے گا۔ ایسا اجر ملے گا جس کا تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس عہد پر قائم رہنے کا عہد کرو اور اُس پر عمل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی وعدہ فرماتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہدوں کو پورا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی صاف کر کے ہر قسم کی میل کچیل سے پاک کر کے اُن متقیوں میں شامل کرے گا، اُن لوگوں میں شامل کرے گا جو اُس کے مقرب ہوں گے، جن سے خدا تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور یہ نہ سمجھو کہ اگر عہد پورے نہ کئے تو صرف انعامات کے مستحق نہیں ٹھہرو گے، بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے سے تمہارے عہدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس میں ہر قسم کے عہد شامل ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے عہد کئے گئے ہیں اُن کو بھی پورا نہ کرنے

پر جواب طلبی ہوگی اور جو بندوں سے عہد کرتے ہو، جو قرآنِ شریف کے حکم کے مطابق عہد ہوں، انہیں بھی تم اگر پورا نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُس کی بھی جواب طلبی ہوگی۔ مثلاً گزشتہ خطبہ میں یتامیٰ کی پرورش کے بارے میں حکم گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھالنے کی ذمہ داری لینے کو بھی ایک عہد قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم اس ذمہ داری کو نہیں نبھا رہے تو عہد توڑ رہے ہو جس کے بارے میں خدا تعالیٰ باز پرس فرمائے گا۔ اسی طرح حُکّام ہیں، اگر وہ اپنی حکومت کے کاروبار کو صحیح طرح نہیں سنبھال رہے تو وہ بھی جواب دہ ہیں۔ اگر عوام کا حق ادا نہیں کر رہے تو وہ بھی پوچھے جائیں گے۔ بدقسمتی سے مسلمان ممالک میں جتنے بھی لیڈر ہیں، اُن کا یہی حال ہے کہ نہ وہ اپنے فرائض عدل اور انصاف سے بجالا رہے ہیں اور نہ ہی عوام کے حقوق ادا کر رہے ہیں اور بے خوف بیٹھے ہیں کہ شاید پوچھے نہیں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضرور پوچھے جاؤ گے۔ عہدیداروں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ انصاف سے کام لیں۔ وہ بھی اگر اپنا حق ادا نہیں کر رہے، جماعت کے کام کے لئے جتنا وقت دینا چاہئے اُتنا وقت نہیں دے رہے، غور کر کے فیصلے نہیں کر رہے، افرادِ جماعت کے ساتھ معاملات میں انصاف نہیں کر رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اور ایک عام احمدی کے عہد پورا کرنے کے بارے میں جو اُس پر ذمہ داری ہے اور جس کو اُس نے نبھانا ہے اُس کا بھی ذکر مَیں کر آیا ہوں کہ شرائطِ بیعت کا عہد اگر پورا کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

پھر ایک اور اہم عہد ہے جس کی طرف مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں جو ہر ملک کا شہری خدا کو گواہ بنا کر یا قرآن کو گواہ بنا کر ملک سے کر رہا ہوتا ہے یا بعض دفعہ اگر صرف ملک کے بادشاہ کے نام پر عہد لے رہا ہو تب بھی یہ ایک ایسا عہد ہے جس کو پورا کرنا اور اس کو نبھانا ایک مسلمان پر فرض ہے اور نہ پورا کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی باریکیوں پر بھی احمدیوں کو غور کرنا چاہئے۔

مجھے یہ اطلاع ہے کہ بعض جگہ بعض لوگ جو اپنے کاروبار کرتے ہیں، اُن کاروباروں میں ملازم رکھتے ہیں تو اُسے کم تنخواہ دیتے ہیں یا کم تنخواہ ظاہر کرتے ہیں کہ باقی benefit کونسل سے claim کرلو۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تمہارے فائدے کے لئے کام کر رہے ہیں لیکن خود بھی جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور اُس سے بھی جھوٹ بلوا رہے ہوتے ہیں۔ خود بھی بدعہدی کر رہے ہوتے ہیں اور اُس سے بھی بدعہدی کروا رہے ہوتے ہیں۔ عملاً یہ ہے کہ اپنا فائدہ اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ پھر ایسے بچائے ہوئے پیسے کی جو کمائی کرتے ہیں تو اُس پر ٹیکس بھی بچاتے ہیں جو حکومت کا نقصان ہے۔ حکومت سے کئے گئے عہد کی بدعہدی ہے اور اُن ملازمین کو کم تنخواہ دے کر اور پورا کام لے کر یا کچھ حد تک اس تنخواہ سے زیادہ کام لے کر کونسل سے اُن کے الاؤنس دلوا کر پھر قومی خزانے کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب باتیں جو ہیں، یہ سراسر ظلم ہیں اور عہد کو توڑنا ہے جو یہاں کی شہریت لیتے ہوئے ایک شخص کرتا ہے۔ یہ عہدِ بیعت کو بھی توڑنا ہے کیونکہ وہاں بھی یہی ہے کہ میں ہمیشہ سچائی سے کام لوں گا۔ پس ایسے لوگ حکومت کا عہد بھی توڑ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کا عہد بھی توڑ رہے ہیں اور گناہگار بھی بن رہے ہیں۔

پس ایک احمدی کو ہر معاملے میں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ عہد پورا نہ کرنے کی وجہ سے ایک اور برائی کا بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جو گھر سے نکل کر دو گھروں بلکہ خاندانوں کے سکون برباد کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے اور وہ خلع اور طلاق کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کرنا ہے اور اپنے عہد کو توڑنا ہے۔ ان رشتوں میں انصاف اور قولِ سدید کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، جس پر اگر عمل ہو تو مسائل آرام سے سلجھ جائیں یا پیدا ہی نہ ہوں۔ لیکن مسائل کے پیدا ہونے پر، میاں بیوی کے تعلق میں اختلاف ہونے پر اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت ہمیں فرمائی ہے وہ خاص طور پر خاوند کو سامنے رکھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (النساء:21-22) اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ تبدیل کرنے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے ایک کو ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم اسے بہتان تراشی کرتے ہوئے اور کھلے کھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے لو گے؟ اور تم کیسے وہ لے لو گے جبکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے وفا کا پختہ عہد لے چکی ہے۔

ہمارے ہاں خلع طلاق کے مسائل میں اگر اس حکم پر عمل کی کوشش ہو تو جو جھگڑے قضاء میں لمبا عرصہ چلتے چلے جاتے ہیں، وہ نہ ہوں۔ بعض طلاق دے کر عملاً بہتان تراشی بھی کرتے ہیں۔ یہ تو کھلا کھلا گناہ ہے۔ اگر کوئی حقیقت بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑنا چاہئے۔ اور اُس کے لئے بھی گواہیوں کی بہت ساری شرائط ہیں۔

دوسری اہم بات کہ شادی ایک معاہدہ ہے۔ مرد اور عورت کے عہد و پیمان ہوتے ہیں۔ خاوند بیوی میں عہد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ علیحدگی میں جو یہ عہد و پیمان ہیں، بیشک اس کا کوئی ظاہری گواہ نہیں ہے لیکن اس عہد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے اس عہد کو، رشتے کو ختم بھی کر رہے ہو تب بھی اُن باتوں کا پاس کرو جو تمہاری علیحدگی میں باتیں ہو چکی ہیں۔ تب بھی جو تحفے تحائف دے چکے ہو اُن کا مطالبہ نہیں کرنا۔ اور سوائے اس کے کہ قاضی بعض کھلی غلطیوں کو لڑکی کی طرف دیکھے اور فیصلہ دے، مرد کو ہر صورت میں مقررہ حق مہر ادا کرنا چاہئے۔ یہ بہانے کہ جی خلع ہے تو حق مہر نہیں دینا، اس کا حق مہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس قسم کے بہانے نہیں ہونے چاہئیں۔ اس کی اَور بھی تفصیلات ہیں۔ اس وقت میں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مرد اور عورت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شادی ایک معاہدہ ہے جس کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے اور اگر کہیں بدقسمتی سے اس معاہدے کو ختم بھی کرنا ہے تو پھر بھی بعض باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کے راز رکھنے چاہئیں۔ یہاں اگر عورت کو برابری کا حق ملا ہے، خدا تعالیٰ نے عورت کے لئے قائم کیا ہے تو عورت کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی قولِ سدید سے کام لیتے ہوئے، عدل سے کام لیتے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھر کی ذمہ داریاں نبھائے اور اگر کوئی ایسی صورت ہو تو بلاوجہ مردوں پر بھی بہتان تراشی نہ کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معیار کے متعلق، جو ایک مومن کا ہونا چاہئے فرماتے ہیں کہ: ’’وہ مومن جو..... اپنے معاملات میں خواہ خدا کے ساتھ ہیں، خواہ مخلوق کے ساتھ، بے قید اور خلیع الرسن نہیں ہوتے بلکہ اس خوف سے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کسی اعتراض کے نیچے نہ آ جاویں اپنی اَمانتوں اور عہدوں میں دُور دُور کا خیال رکھ لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی پڑتال کرتے رہتے ہیں اور تقویٰ کی دُوربین سے اس کی اندرونی کیفیت کو دیکھتے رہتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ در پردہ ان کی امانتوں اور عہدوں میں کچھ فتور ہو۔ اور جو امانتیں خدا تعالیٰ کی ان کے پاس ہیں جیسے تمام قویٰ اور تمام اعضاء اور جان اور مال اور عزت وغیرہ، ان کو حتی الوسع اپنی بپابندی تقویٰ بہت احتیاط سے اپنے اپنے محل پر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور جو عہد ایمان لانے کے وقت خدا تعالیٰ سے کیا ہے کمال صدق سے حتی المقدور اس کے پورا کرنے کے لئے کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا ہی جو امانتیں مخلوق کی ان کے پاس ہوں یا ایسی چیزیں جو امانتوں کے حکم میں ہوں ان سب میں تابمقدور تقویٰ کی پابندی سے کاربند ہوتے ہیں۔ اگر کوئی تنازع واقع ہو تو تقویٰ کو مدنظر رکھ کر اس کا فیصلہ کرتے ہیں گو اس فیصلہ میں نقصان اٹھالیں.....‘‘۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210-208) (تمام اعمال میں تقویٰ کی باریک راہوں سے کام لینا پڑتا ہے)۔

فرمایا: ’’انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط و خال ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عَہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں، ان کو جہاں تک طاقت ہو، ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور اُن کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوقِ عباد کا بھی لحاظ رکھنا، یہ وہ طریق ہے کہ انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰى قرآنِ شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے، یعنی اُن کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے‘‘۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210-208)

خدا کرے کہ تقویٰ پر چلتے ہوئے ہم خدا تعالیٰ کے احکامات پر بھی عمل کرنے والے ہوں اور اپنے تمام عَہدوں کو بھی نبھانے والے ہوں۔ اور اس رمضان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو ہم نے کوششیں کی ہیں، اُن پر مستقل مزاجی سے قائم رہنے والے ہوں۔ آج کا جمعہ ہم جمعۃ الوداع سمجھ کر، پڑھ کر اور رمضان کے روزے رکھ کر، رمضان کے مہینے میں نیکیاں کر کے اور یہ سمجھ کر کہ بس کافی ہو گیا، چھوڑ نہ دیں، بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن وہی ہے جو مستقل مزاجی سے ان نیکیوں پر عمل کرتا اور اپنے عہدوں کو پورا کرتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ رمضان ہمیں بے شمار برکات کا حامل بنا کر جائے اور قرآنِ کریم میں دیئے گئے خدا تعالیٰ کے جو احکامات ہیں اُن کا پہلے سے بڑھ کر ہم میں اِدراک پیدا ہو۔ یہ چند احکامات کی مثالیں میں نے دی ہیں اس لئے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کی تلاش کرنی چاہئے تبھی ہم حقیقی رنگ میں اُن لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جنہوں نے رمضان کا فائدہ اُٹھایا۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے اکثریت ایسی ہو جس نے یہ فائدہ اُٹھایا ہو اور آئندہ اُٹھاتی چلی جائے۔

بسلسلہ الفضل کے سو سال

الفضل کی تاریخ۔100 سالہ سفر۔فدائیت اور خدمت کی داستان

عبدالسمیع خان (ایڈیٹر روزنامہ الفضل)

1913ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ سے لگایا ہوا پودا خدا کے فضل کے ساتھ خلافت احمدیہ کی راہنمائی میں تناور درخت بن چکا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود عظیم الشان پیشگوئیوں کا وسیع اور لہر در لہر سلسلہ ہے جس میں صرف ایک وجود کی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ قائم ہونے والے نظام اور جماعت کی لامتناہی ترقیات کی خبر دی گئی ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے

پیشگوئی کا خاص حصہ جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مصلح موعود سے تعلق رکھتا ہے وہ اس جملہ سے شروع ہوتا ہے۔

''اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا'' اور واقعی مصلح موعود کی پیدائش کے ساتھ ہی فضلوں کی جھڑیاں لگ گئیں کہ روحانیت کے ندی نالے ابل پڑے اور آج بیسیوں نہروں کی شکل میں گلشن احمدیت کو سیراب کر رہے ہیں۔ انہی روحانی نہروں میں سے ایک الفضل بھی ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود سے خلافت اولیٰ میں رکھوائی تا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دعائیں اور برکات بھی اس کے شامل حال رہیں۔ یہ بھی تقدیر الٰہی ہے کہ اس کا نام پہلے فضل سوچا گیا مگر بعد میں الفضل کے نام سے شائع ہوا۔ اس اخبار کا قیام خود اپنی ذات میں ایک معجزہ ہے۔

اخبار کی دنیا کے لئے 25 سالہ ناتجربہ کار نوجوان جس کی دنیاوی اور صحافتی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ قادیان جیسی گمنام بستی جہاں سے کئی اخبارات پہلے سے نکل رہے تھے اور الحکم اور البدر کے کہنہ مشق ایڈیٹرز اور ان کا حلقہ احباب تھا۔

جماعت میں خریداری کی استعداد کم تھی۔ قادیان میں کاتب، پریس، اس کی مشینوں اور دیگر ٹیکنیکل امور سے تعلق رکھنے والے احباب قلیل تھے اور سارے اخبارات و رسائل دباؤ کا شکار رہتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے کاموں اور مرمت کے لئے امرتسر یا لاہور جانا پڑتا تھا۔ متعدد رسائل مگر جماعت کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اخبارات کے لئے مضمون نگاروں کا حصہ رسدی بھی کم ہو گیا تھا۔

خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والوں کی نظر میں محمود نا قابل برداشت تھا کجا یہ کہ ایک اخبار کے ذریعہ وہ مزید شہرت پاتا۔ ان تمام حالات میں جس کی کسی قدر تفصیل آگے درج کی جائے گی الفضل کا اجرا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر بعد میں حکومت کی طرف سے مشکلات اور 1947ء کے پُرآشوب دور میں قادیان سے پاکستان لاہور منتقلی خدا کی نصرتوں اور فضلوں کا ایک دلکش باب ہے۔ پھر حکومت پاکستان کی طرف سے متعدد بار پابندیاں اور مقدمات اس کے سدراہ نہیں بنے بلکہ مہمیز لگاتے چلے گئے اور آج 100 سال بعد پہلے سے کہیں زیادہ عظمت اور شان کے ساتھ الفضل دنیا کے پردہ پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

الفضل کے اجراء کی ابتدائی داستان خود حضرت مصلح موعود نے اپنے قلم معجز رقم سے تحریر فرمائی ہے۔ جو نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ اس کی روشنی میں مزید معلومات احباب کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

وجہ آغاز

خلافت اولیٰ کے آغاز سے ہی منکرین خلافت کی طرف سے ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ مدرسہ احمدیہ کو بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ خلافت کے اختیارات کو کم کرنے اور مقام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مسیح موعود کے نام، مقام اور حوالہ کے بغیر دین کو پیش کرنے کے منصوبے بنائے گئے جس کا دعوت الی اللہ پر بھی بہت برا اثر پڑا۔

ان حالات میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سلطان نصیر بن کر کھڑے ہو گئے اور ہر پہلو سے اپنے امام کی اطاعت اور فدائیت کے بے مثال نمونے پیش کئے۔

حضور فرماتے ہیں:۔

''1913ء آیا مسیح موعود سے بُعد اور نور نبوت سے علیحدگی نے جو بعض لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا تھا اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور بظاہریوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ پاش پاش ہو جائے گا۔ نہایت تاریک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ مستقبل نہایت خوفناک نظر آتا تھا۔ بہتوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ کئی ہمتیں ہار چکے تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو سلسلہ کے کاموں کے سیاہ و سپید کے مالک تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو کسی شمار میں ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو عہد میں نے کیا تھا وہ بار بار مجھے اندر ہی اندر ہمت بلند کرنے کے لئے اکساتا تھا۔ مگر میں بے بس اور مجبور تھا۔ میری کوششیں محدود تھیں۔ میں ایک پتے کی طرح تھا جسے سمندر میں موجیں ادھر سے ادھر لئے پھریں۔

''بدر'' اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا اور ''الحکم'' ٹوٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں، بہت گراں گزرتا تھا۔ ''ریویو'' ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی۔ مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے، ان کی سستی کو جھاڑے، ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش، نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔''

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369)

ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔

''1913ء میں دو اور اہم واقعات ہوئے۔ حج سے واپسی کے وقت مجھے قادیان کے پریس کی مضبوطی کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا جس کا اصل محرک مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا اخبار ''الہلال'' تھا۔ جسے احمدی جماعت بھی کثرت سے خریدتی تھی اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ اس کے زہریلے اثر سے متاثر ہو جاویں۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے خاص کوشش شروع کی اور حضرت خلیفۃ المسیح سے اس امر کی اجازت حاصل کی کہ قادیان سے ایک نیا اخبار نکالا جائے جس میں علاوہ مذہبی امور کے دنیاوی معاملات پر بھی مضامین لکھے جاویں تا کہ ہماری جماعت کے لوگ سلسلہ کے اخبارات سے ہی اپنی سب علمی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کر چکا تو مجھے معلوم ہوا کہ لاہور سے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ایک اخبار نکالنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا علم ہوتے ہی میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لاہور سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں فلاں احباب مل کر ایک اخبار نکالنے لگے ہیں چونکہ میری غرض تو اس طرح بھی پوری ہو جاتی ہے حضور اجازت فرماویں تو پھر اس اخبار کی تجویز رہنے دی جاوے۔ اس کے جواب میں جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریر فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ اس اخبار اور اس اخبار کی اغراض میں فرق ہے۔ آپ اس کے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں۔ اس ارشاد کے ماتحت میں بھی کوشش میں لگا رہا۔''

(آئینہ صداقت۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 214)

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب لکھتے ہیں:۔

''پیغام'' کے اجراء سے پہلے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ ارادہ تھا کہ مرکز سے ایک اخبار نکالا جائے۔ چنانچہ جن مقاصد کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا وہ آپ نے ایک پراسپکٹس کی شکل میں شائع بھی فرما دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت گرامی میں حصول اجازت کے لئے رقعہ لکھنے لگے تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ بھی صاف صاف وضاحت سے لکھ دیا کہ لاہور سے اخبار پیغام صلح نکل آیا ہے۔ میں نے اصرار سے عرض کیا کہ یہ نہ لکھئے اس طرح الفضل کے جاری کرنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ مگر حضور نے فرمایا میں تو ساری کیفیت لکھوں گا۔ اجازت چاہے ملے یا نہ ملے۔ اجازت و منظوری کے بعد ڈیکلریشن دیا گیا۔'' (الفضل 28 دسمبر 1939ء صفحہ 29)

استخارہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت

اخبار کے اجرا سے قبل آپ نے استخارہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:۔

''جس قدر اخبار میں دلچسپی بڑھے گی خریدار خود بخود پیدا ہوں گے۔ ہاں تائید الٰہی، حسن نیت، اخلاص اور ثواب کی ضرورت ہے۔ زمیندار، ہندوستان، پیسہ میں اور کیا اعجاز ہے وہاں تو صرف دلچسپی ہے اور یہاں دعا نصرت الٰہیہ کی امید بلکہ یقین توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیں''۔

الفضل کا نام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے عطا فرمایا اور الفضل 1914ء کے ایک اداریہ میں درج ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا:۔ **مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ الفضل نام رکھو۔**

(الفضل 19 نومبر 1914ء صفحہ 3)

چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ''الفضل''، فضل ہی ثابت ہوا۔

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 371)

ڈیکلریشن کا حصول

حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل کے ڈیکلریشن کے سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

1913ء میں حضرت خلیفہ اول کے عہد خلافت میں جب میں نے ''الفضل'' جاری کیا تو ڈیکلریشن کے لئے گورداسپور جانے لگا۔ ایک دوست نے دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے بتایا تو کہنے لگے کہ آج تو منگل ہے، آج نہ جائیں۔ میں نے کہا کہ منگل ہے تو کیا حرج ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو بڑا منحوس دن ہے۔ آپ نہ جائیں۔ میں نے کہا میں نے تو اس کی نحوست کوئی نہیں دیکھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی برکت ہو تو منگل کی نحوست کیا کر سکتی ہے اور میں تو ضرور آج ہی جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ آپ چلے جائیں لیکن یاد رکھیں کہ اول تو ٹانگہ رستہ میں ہی ٹوٹے گا، نہیں تو ڈپٹی کمشنر دورہ پر ہوگا اور اگر وہ دورہ پر نہ ہوا تو بھی اسے کوئی ایسا کام درپیش ہوگا کہ مل نہیں سکے گا اور اگر ملنے کا موقع بھی مل جائے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ درخواست رد نہ کر دے۔ مگر میں نے کہا کہ چاہے کچھ ہو میں تو ضرور منگل کو ہی جاؤں گا۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ ہم گئے تو ڈپٹی کمشنر وہیں تھا۔ ہم اس کے مکان پر گئے اور جا کر اطلاع کرائی کہ ڈیکلریشن داخل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کچہری چلیں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوراً کچہری آ گیا اور چند منٹ میں اس نے ڈیکلریشن منظور کر لیا اور ہم جلدی ہی فارغ ہو گئے۔ یہاں سے کوئی سات آٹھ بجے چلے تھے اور کوئی تین چار بجے واپس آ گئے۔ چونکہ ان دنوں اِکّوں میں سفر ہوتا تھا اور اس کے یکطرفہ سفر پر ہی کئی گھنٹے لگ جاتے تھے، جب اس دوست نے ہمیں واپس آتے دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ اس قدر جلد جو واپس آئے ہیں تو ضرور ناکام آئے ہوں گے اس لئے دیکھتے ہی کہا کہ اچھا آپ واپس آ گئے۔ ڈپٹی کمشنر غالباً وہاں نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ وہیں تھا، مل بھی گیا اور کام بھی ہو گیا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں مان ہی نہیں سکتا

کہ اس نے اتنی جلدی آپ کو فارغ کر دیا ہو۔ میں نے کہا منگل جو تھا۔ (الفضل 22 جون 1938ء)

الفضل کا اداریہ نویس لکھتا ہے:۔

الفضل ایک چراغ ہے اور چراغ بھی وہ جس کو خود مسیح موعود نے ایک رویا میں ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ چند آدمی اندھیرے میں جا رہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ آگے آنے والے گڑھوں میں گر جائیں۔ اس وقت محمود (ہمارے موجودہ امام الفضل کے سابق ایڈیٹر) دوڑ کر ایک لیمپ اٹھا لائے اور ان کو راستہ دکھایا۔ (الفضل 29 دسمبر 1914ء)

پہلا پرچہ

ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں 18 جون 1913ء بروز بدھ شائع ہوا۔ یہ 26x20/4 کے 16 صفحات پر مشتمل تھا۔ حضور خود ہی اس کے پروپرائٹر، پرنٹر اور پبلشر تھے۔ ہجری لحاظ سے یہ 12 رجب 1331ھ کا دن تھا۔ (اس پرچہ کے متعلق مزید تفصیلات الگ درج کی جا رہی ہیں)

حضرت خلیفہ اولؓ کی راہنمائی

الفضل کے پہلے پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا تازہ خطبہ جمعہ 13 جون 1913ء درج کیا گیا اور حضور کی راہنمائی اور دعائیں ہمیشہ اخبار کو میسر رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ الفضل بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ضروری ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ الفضل میں قادیان کی خبروں کے تحت لکھا ہے۔

''حضور اخبار الفضل کو بڑے شوق سے مطالعہ فرماتے ہیں''۔ (الفضل 8/اکتوبر 1913ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے الفضل کے پہلے شمارہ میں ایک خاص مضمون ''اسلامی اخبارات کے لئے دستور العمل'' بھی تحریر فرمایا۔

حضور کی جو راہنمائی الفضل کو میسر تھی اس کے متعلق ادارہ الفضل لکھتا ہے:۔

''ان (قادیان سے نکلنے والے اخبارات) سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو خلیفۃ المسیح فوراً اس پر نوٹس لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اخبار آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ الفضل کا اجرا اس غرض سے بھی ہوا تھا کہ جب کوئی امر من الخوف والامن پیش آئے تو خلیفۃ المسیح کی زبان بن کر گائیڈ کرنے کے لئے ایک اخبار ضروری چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جب کوئی مضمون لکھا جس میں جماعت کو کسی خاص روش پر چلنے کی تاکید ہو تو خلیفۃ المسیح کو دکھا کر اور ان سے تصدیق لکھوا کر شائع کیا۔

(الفضل 3 ستمبر 1913ء صفحہ 9)

اس ضمن میں ایک احمدی کا خواب بھی بہت ایمان افروز ہے۔

مولوی میر اسحٰق علی صاحب احمدی سررشتہ دار عدالت گدوال (حیدر آباد دکن) تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت خلیفہ اولؓ کی صحت و عافیت اور احمدی بیماروں کی شفایابی کے لئے دعا کر کے سویا تھا **خواب میں حضرت خلیفہ اولؓ نے الفضل خریدنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی اور روپے خود اپنی جیب سے نکال کر دیئے۔**

(الفضل 23 دسمبر 1915ء صفحہ 2)

خریداری میں مشکلات

الفضل کو آغاز میں نہایت مالی تنگی کا سامنا رہا۔ ریکارڈ کے مطابق دسمبر 1914ء تک الفضل کی خریداری 562 تھی۔ (الفضل 29 دسمبر 1914ء صفحہ 3)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد لکھتے ہیں:۔

''سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جب اخبار الفضل جاری فرمایا تو منکرین خلافت کے زیر اثر احمدیوں تک نے اس کی زبردست مخالفت کی اور بعض جماعتوں نے اس کی خریداری سے بالکل انکار کر دیا۔ **ان ہی دنوں آپ کو خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور بجائے نیچے جانے کے اوپر کی طرف چلا گیا ہے۔**'' (مکتوب مصلح موعودؓ بنام شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ)

(الفضل انٹرنیشنل لندن 30 جولائی 1993ء نمونہ کا پرچہ صفحہ 4)

چنانچہ وہ ستارہ اوپر ہی چلتا چلا گیا۔ ابتدائی مختصر سرمایہ بلکہ خلوص اور محبت کو خدا نے قبول فرمایا اور نہ صرف اس اخبار کو لمبی زندگی عطا فرمائی بلکہ اس معمولی رقم کو بھی لاکھوں میں بھی تبدیل کر دیا۔

ابتدائی سرمایہ

الفضل کے لئے ابتدائی سرمایہ حضرت اماں جان، آپ کی اہلیہ حضرت امّ ناصر اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عطا فرمایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''1913ء میں حضرت مصلح موعود نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت امّ ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمائے کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریمؐ کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی) جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔ آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے (سونے کے) اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو میں وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے اور اس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا۔ (الفضل 4 جولائی 1924ء ص 4)

''قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا اور یہ الفضل جو ہے، آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔''

(الفضل 20 ستمبر 2011ء صفحہ 7)

پہلا دفتر

الفضل کے ابتدائی دفتر کے لئے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے اپنے مکان کی نچلی منزل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ اس کے اولین کاتب محمد حسین صاحب اور مینیجر مرزا عبدالغفور بیگ تھے۔

3 دسمبر 1914ء سے الفضل کے پرنٹر و پبلشر حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی مقرر ہوئے جو 1947ء میں تقسیم ہند تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مصلح موعود کے اداریے اور مضامین

خبروں کے علاوہ حضور نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر نئے اور اچھوتے انداز سے قلم اٹھایا تھا۔ یہ مضمون بعد کو کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ تازہ ملکی حالات پر شذرات لکھنا بھی الفضل کی مستقل پالیسی میں شامل تھا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ ادارت میں جو اہم تحریکات اٹھیں یا قومی و ملی مسائل پیدا ہوئے ان سب میں آپ نے کمال فراست اور بالغ نظری سے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔

ان مضامین کے علاوہ ''خلافت اولیٰ'' کے عہد میں آپ کے قلم سے الفضل میں اور بھی بہت سے مضامین شائع ہوئے یہ سب مضامین بھی نہایت قیمتی اور نئے تقاضوں کے مطابق بڑے ہی ضروری اور شہرت دوام کے حامل ہیں۔

الفضل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد الفضل نے حضور کے خطبات، تقاریر، مجالس عرفان، خطبات نکاح کثرت سے اپنے دامن میں محفوظ کئے جو آج متعدد کتابوں کی شکل میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ بھی حضور خصوصی مضامین تحریر فرماتے رہے جن سے الفضل کا دامن مالا مال ہے۔

1947ء میں ''الفضل'' کے ابتدائی پاکستانی دور کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانہ میں خود حضرت المصلح الموعود اپنی گوناگوں اور بیشمار مصروفیات کے باوجود ''الفضل'' کے لئے پورے التزام کے ساتھ نہایت درجہ معلومات افزا مضامین تحریر فرماتے۔ جو (حضور کا نام لکھے بغیر) ادارہ کی طرف سے شائع کئے جاتے تھے۔ حضور کی اس خصوصی توجہ اور غیر معمولی راہنمائی کی بدولت یہ نیا جاری شدہ اخبار جلد ہی پاکستان کے معیاری روزناموں میں اپنا خاص مقام پیدا کرنے کے قابل ہو گیا۔

حضور کے لکھے ہوئے بلند پایہ رشحات قلم جو بطور اداریہ سپرد اشاعت کئے گئے اور جن میں اسلامی دنیا خصوصاً پاکستان کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی تھی ان کی ایک فہرست محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے مرتب کی ہے جو تاریخ احمدیت جلد 11 کے صفحات 56 و 57 پر درج ہے۔

اخبار احمدیہ

شروع میں مدینۃ المسیح اور ایوان خلافت کے عنوان سے خلیفۃ المسیح اور جماعت کی اہم خبروں کا سلسلہ صفحہ اول پر شروع کیا گیا تھا۔ 2 فروری 1915ء سے اخبار احمدیہ کے عنوان سے نیا کالم شروع کیا گیا جس میں احباب جماعت کی دیگر خبریں اور حالات درج کئے جانے لگے تا کہ باہمی محبت و اتحاد و ترقی کرے۔

پہلے صفحہ پر ضروری جماعتی اعلانات کے علاوہ یہ سلسلہ اب اطلاعات و اعلانات کے نام سے صفحہ 7 پر جاری ہے جس میں نکاح، شادی، ولادت، وفات، آمین تعلیمی کامیابی، بیماری اور دیگر متفرق اعلانات شائع کئے جاتے ہیں جو باہمی محبت و مودت کو ترقی دینے کا ذریعہ ہیں۔ نیٹ کے ذریعہ اخبار اسی دن تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے جبکہ پاکستان میں ڈاک کے ذریعہ دیر سے پہنچتا ہے اس لئے کئی دفعہ اہل پاکستان کو ضروری خبریں ان کے بیرون ممالک رشتہ داروں کے ذریعہ فون پر الفضل کے حوالہ سے ملتی ہیں۔

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب

الفضل کے ابتدائی خدمت گاروں میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت قاضی ظہور الدین کا خصوصیت سے اور نہایت محبت سے ذکر کیا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بطور ایڈیٹر

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے 14 مارچ 1914ء کو منصب خلافت پر فائز فرمایا تو الفضل کی ادارت کی ذمہ داری اپنے چھوٹے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے سپرد فرمائی اور 21 مارچ 1914ء تا 27/اگست 1914ء آپ کا نام بطور مدیر شائع ہوتا رہا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی مالی اعانت

الفضل کسی تجارتی مقصد کے لئے جاری نہیں کیا گیا۔ اس کا مقصد خالص خدمت دین اور اشاعت حق تھا۔ اس لئے احباب سے خریداری میں کم سے کم رقم وصول کی جاتی رہی اور پرچے معمول سے زیادہ شائع کئے جاتے رہے اس لئے اخبار مدتوں زیر بار رہا اور سیدنا حضرت مصلح موعود اپنے پاس سے رقم عطا فرما کر نقصان پورا کرتے رہے۔

پھر ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:۔

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے الفضل جاری کیا تو علاوہ اس ذاتی محنت اور مشقت کے جو حضور خود اخبار کے لئے کرتے رہے، ایک رقم خطیر اس پر صرف فرمائی اور جب خدا تعالیٰ نے منصب خلافت پر ممتاز فرما کر جماعت کی ہر طرح کی حفاظت اور نگہبانی تعلیم و تربیت اور دیگر بیشمار فرائض آپ کے سپرد کئے، تو بھی حضور کو الفضل کا خاص خیال رہا اور جیب خاص سے اس کے اخراجات مرحمت فرماتے رہے۔ پہلے سال کے خاتمہ پر جب آمد و خرچ کا مقابلہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ قریباً چار ہزار روپیہ حضور کو اپنی گرہ سے دینا پڑا۔ اس کے بعد بھی حضور ذاتی مصارف سے الفضل کے اخراجات پورے فرماتے رہے۔ ایک دفعہ کے متعلق مجھے یاد ہے کہ جب روپیہ کی کمی کی وجہ سے کام رکنے لگا تو حضور نے ایک نہایت عمدہ موقع کا قطعہ زمین فروخت کر کے روپیہ اخبار پر صرف کرنے کا ارشاد فرمایا اور چونکہ تنگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس لئے اعلان اس طرح کیا گیا کہ جو صاحب بذریعہ تار روپیہ بھیجیں گے انہیں وہ زمین دی جائے گی۔ اس طرح وہ قطعہ فروخت کر کے اخراجات چلائے گئے۔ یہ صرف ایک واقعہ عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ بیسیوں دفعہ حضور نے اخبار کے لئے تکلیف اٹھائی۔ ان حالات میں سے گزر کر جب اخبار خدا کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنے اخراجات خود برداشت کرنے کے قابل ہو گیا تو حضور نے اخبار مع کئی ہزار کے ساز و سامان کے سلسلہ کے لئے وقف فرما دیا اور اس کی آمدنی سلسلہ کے سپرد کر دی۔''

(الفضل 11 جولائی 1924ء صفحہ 3)

باقی صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمائیں

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
15 London Rd, Morden SM4 5HT
0044 20 3609 4712

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

بقیہ: خطاب حضور انور۔ از صفحہ نمبر 2

علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہوگئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔ پس اس تبدیلی کو مدّ نظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور اسی نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کرو گے۔'' فرمایا: ''انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو ان کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 518۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا: ''صدیقی فطرت حاصل کرنی چاہئے۔ انہوں نے کونسا نشان مانگا تھا۔ شام سے مکّہ کو آ رہے تھے۔ راستہ ہی میں خبر ملی۔ وہیں یقین لے آئے۔ اس کی وجہ وہ معرفت تھی جو آپ کی تھی۔ معرفت بڑی عمدہ چیز ہے۔ جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو معجزہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے حالات سے پورے واقف تھے۔ اس لئے سنتے ہی یقین کر لیا''۔ فرمایا: ''ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہئے، نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے'' (خوش قسمتی دے) ''اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہوسکتی۔ اِس وقت کُل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے۔ مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو۔ جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکّل نہیں ہوسکتے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 645-644۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرماتے ہیں کہ: ''فرمایا اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اور اُحَافِظُکَ خَاصَّۃً مگر ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہ نرے دعویٰ پر ہی نہ رہے اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو درست کرے اور اپنی اصلاح کرے۔ جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور تقویٰ اور طہارت اختیار نہیں کرتا وہ گویا اس سلسلہ کا دشمن ہے جو اس کو بدنام کرنا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ خود خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس لئے اپنے عمل سے وہ گویا خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کیا پروا کرے گا۔ اُسے تو اپنے سلسلہ کی عظمت منظور ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے جو اُس کے لئے دشمنی کا کام کریں سلسلہ کو صاف کر دے گا۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 407 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرماتے ہیں: ''میری نصیحت اس وقت جماعت کو یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو بُرے جذبات سے روکیں اور اپنے اعمال اور چال چلن میں خاص تبدیلی پیدا کریں۔ یہ وقت خاص تبدیلی کا ہے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو.....'' فرمایا ''خدا شناسی کے مسئلہ پر اس وقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گرد و غبار پڑے ہیں''۔ (یعنی خدا کو پہچاننے کے مسئلے پر ہزاروں قسم کے پردے پڑے ہیں) ''اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ نہیں رہا۔ اور وہ سرور جو دنیا کے تعلقات میں پیدا ہونے والے رنج و غم کو دور کرتا ہے اس وقت نہیں۔ بلکہ یہ حالت ہو رہی ہے کہ اکسیر مل جاوے تو مل جاوے لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں جس نے ان کی ساری قوتوں اور جذبات پر ایسا اثر کیا ہوا اور ایسی معرفت عطا کی ہو جس سے ان کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا ملنا بہت مشکل ہے جو ایمان اور اس کے لذت بخش نتائج کی معرفت سے بھرے ہوئے ہوں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 430۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ''ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر طرف ضلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں ہے''۔ (یعنی کس طرح دوسروں کے حق ادا کرنے ہیں، جو وصیتیں کی ہیں وہ کس طرح پوری کرنی ہیں، اُس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔) ''دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ بازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں بہت کمزور واقع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور کر رکھا ہے گناہ کی جرأت نہیں کرتے مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملا تو جھٹ اس کے مرتکب ہوتے ہیں''۔ (گناہ سے بچنا یا کوئی غلط کام کرنے سے بچنا صرف اس لئے نہیں ہے کہ خدا کا خوف ہے بلکہ کمزوری ہے، جب کمزوری دور ہوتی ہے تو بعض دفعہ فوراً زیادتی کرنے پر تُل جاتے ہیں۔) فرمایا ''آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کر لو تو یہی پتہ ملے گا کہ گویا سچا تقویٰ اٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ ان کے سچے تقویٰ اور ایمان کا تخم ہرگز ضائع نہ کرے۔ جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آتی ہے تو اور فصل پیدا کر دیتا ہے۔ وہی تازہ بتازہ قرآن موجود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 10) بہت سا حصہ احادیث کا بھی موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی اُلوہیت کے تقاضا نے ہرگز پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دُور رہیں۔ اس لئے اب ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ کی زندگی حاصل ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 677-676۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر ڈالی ہے۔

فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو''۔ (ڈرتے رہو، خوفزدہ رہو۔) ''اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو۔ نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہے، تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔ اگر حرارت کی طرف تمہاری طبیعت کا میلان ہو تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے۔ یہ مقام بہت نازک ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 6۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر بعض باتیں ہیں جو عورتوں کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے آپ مردوں کو فرماتے ہیں کہ: ''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔..... ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 307۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اگر یہ نصیحت سامنے رکھیں تو بہت سارے مسائل جو آجکل رشتوں میں لڑائیوں میں پیدا ہو رہے ہیں اور گھروں میں لڑائیاں ہو رہی ہیں، رشتے ٹوٹ رہے ہیں وہ حل ہو جائیں۔

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ دعائیں کس طرح کی جائیں؟ بچوں کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے کہ بچوں کے لئے دعا کرنی چاہئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں کس طرح دعا کرتا ہوں۔

فرمایا: ''مَیں اِلتزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔

اوّل۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ اُن سے قُرَّۃُ عَیْن عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام'' دعا کرتا ہوں۔

''پنجم: اور پھر اُن سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم اُنہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔'' اُن سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ بھی دعا کا طریق ہے جو احمدیوں کو سامنے رکھنا چاہئے اور اسی طریق سے پھر جیسا کہ پہلے فرمایا، جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب انسان دوسروں کے لئے دعا کر رہا ہو تو پھر فرشتے بھی اُس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

عورتوں کے بارے میں مَردوں کو آپ نے جو نصیحت فرمائی ہے، وہ مَیں نے پڑھی۔ دوسرے آپ نے فرمایا کہ: ''ہماری جماعت کے لیے ضروری ہے کہ اپنی پرہیزگاری کیلئے عورتوں کو پرہیزگاری سکھاویں ورنہ وہ گنہگار ہوں گے۔ اور جبکہ اس کی عورت سامنے ہو کر بتلا سکتی ہے کہ تجھ میں فلاں فلاں عیب ہیں تو پھر عورت خدا سے کیا ڈرے گی.....''۔ (کہ جب اپنے میں عیب ہیں تو عورت کو کیا نصیحت کرو گے۔ جب عورت سامنے کھڑی ہو گی اور تمہیں بتائے گی کہ تمہارے فلاں فلاں عیب ہیں اور تمہارے عیبوں کی وجہ سے تمہارا جو تعلق خدا سے ہے وہ تو ہے نہیں تو مجھے کس بِنا پر کہہ رہے ہو کہ مَیں خدا سے تعلق پیدا کروں۔) فرمایا کہ ''اولاد کا طیب ہونا تو طیّبات کا سلسلہ چاہتا ہے۔'' (اگر یہ چاہتے ہو کہ اولاد پاک ہو تو پھر مسلسل اپنی حالتوں کا بھی جائزہ لو کہ وہ پاک ہیں کہ نہیں۔) فرمایا ''اگر یہ نہ ہو تو پھر اولاد خراب ہوتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ سب توبہ کریں اور عورتوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھلاویں۔'' (کیونکہ عورت نے ہی اولاد کی تربیت کرنی ہے تو یہ نمونہ دکھائیں۔)

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 164-163۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں تو بعض دفعہ مَیں نے دیکھا ہے کہ عورتیں مَردوں سے زیادہ نیکی پر قائم رہنے والی اور نمونے دکھانے والی ہیں اور فکر کرنے والی ہیں۔ لیکن بہرحال ذمہ داری مردوں کی ہے۔ لیکن یہ بھی ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ عورتیں مَردوں کے زیرِ اثر آ جاتی ہیں۔ مثلاً اکثر مجھے پردہ کے بارے میں شکایات آتی رہتی ہیں کہ ان ملکوں میں آ کر مرد ہیں جن کو شرم آتی ہے کہ عورت حجاب لے یا اپنے آپ کو ڈھانکے، بازار میں اُن کے ساتھ نہ پھرے۔ بلکہ بعضوں نے تو پاکستان سے بعض نئی آنے والیوں کو یا اپنی ماؤں بہنوں کو یہ بھی کہا ہوا ہے کہ یہاں پردہ کرنا بڑا جرم ہے۔ اور اگر تم نے پردہ کیا یا چادر اوڑھی، یا سکارف لیا یا حجاب پہنا تو تمہیں پولیس پکڑ کر لے جائے گی۔ اور اسی لئے بعض عورتوں نے خود بتایا کہ انہوں نے اپنے نقاب اتار دیئے۔ یہ کہاں تک سچ ہے، یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن بہرحال بعض ایسے لوگ ہیں جن کا مجھے علم بھی ہے۔ ایک دو کیسز ایسے بھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ فرمایا: ''اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفسِ انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 106۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں: ''آجکل پردے پر حملے کئے جاتے ہیں۔'' (اور آجکل اس زمانے میں تو بہت زیادہ ہیں اور یورپ میں تو یہ بہت زیادہ ہے بلکہ ان حملوں کا ہی اثر ہے کہ جو غیر از جماعت دوسرے مسلمان ہیں، چاہے انہوں نے بلاؤز اور ٹائٹ جینز پہنی ہو، اس ردّعمل کے طور پر انہوں نے حجاب اور سکارف لینا شروع کر دیا ہے، گو کہ وہ

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پردہ نہیں ہے اور اس کی بھی بعض حکومتیں بعض جگہ اجازت نہیں دیتیں اور اس کے خلاف ہیں، لیکن انہوں نے ایک ردّعمل دکھایا تو احمدی عورتیں کیوں یہ ردّعمل نہیں دکھا سکتیں اور احمدی مرد کو اس میں کیا جھجک اور شرماہٹ ہے کہ اُس کی عورت پردہ کرے۔

فرماتے ہیں: ''آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں''۔ (یعنی قید خانہ نہیں ہے۔) ''بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا، ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک مُنصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامّل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں، کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو، کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بدنتائج کو روکنے کے لئے شارعِ اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی''۔ (یہ تہذیب ہوگی لیکن اسلام نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی۔) ''جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مَرد و عورت ہر دو جمع ہوں، تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جارہی ہے۔ یہ انہیں تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں، تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خود کشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 22-21۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پردہ کے بارے میں یہاں، جیسا کہ میں نے کہا، بعض مرد بھی اتر وا دیتے ہیں، نوجوانوں کے بارے میں بھی یہ شکایتیں آتی ہیں۔ بعض عورتیں ایسی ہیں جو دوسری عورتوں کو کہتی ہیں کہ یہاں پردہ نہیں کرنا اور یہاں جب مجھے ملنے آتی ہیں تو اُس وقت مجھے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ برقعہ جو ہے، یہ آج کئی سالوں کے بعد نکلا ہے، یا نقاب جو ہے یہ پہننے کی عادت نہیں ہے، یہ آج پہنا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ منافقت ہے۔ جو پردہ حجاب کا، چادر کا، سکارف کا ہے اگر وہ لیا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کم از کم پردہ بتایا ہے وہ لیں۔ سر کو ڈھانکیں، بالوں کو ڈھانکیں، اپنے جسم کو ڈھانکیں جو قرآنِ کریم نے کہا ہے، اوڑھنیوں کو اس طرح پھیرو کہ جسم کا پردہ ہو۔ پس اس طرف عورتوں کو بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور مَردوں کو بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بجائے اس کے کہ مرد شرمائیں۔ خاص طور پر مَیں نوجوانوں کو کہہ رہا ہوں۔ اور بعض ایسی عورتیں ہیں جن کے پردے، برقعے پرانے ہو چکے ہیں۔ بلکہ اُن کو پہننے سے ہی زیادہ بے پردگی ہوتی ہے تو وہ اپنے لباس ایسے بنائیں جو باپرد ہوں۔ سر کو ڈھانکیں، بالوں کو ڈھانکیں، چہرے کو ایک حد تک ڈھانکیں۔ اگر میک اَپ کیا ہوا ہے تو چہرے کو ڈھانکنا چاہئے۔ اگر میک اَپ نہیں ہے تو کم از کم پردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا ہے کہ ماتھا ڈھکا ہو اور ٹھوڑی ڈھکی ہو۔ اس پر بہرحال اس پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو پھر آگے آزادیوں میں بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سارے معاملات میرے علم میں ہیں، اسی وجہ سے پھر گھروں کے رشتے بھی خراب ہوئے ہیں۔ پردہ اگر کرنا ہے تو مجھے دکھانے کے لئے نہیں کرنا۔ پردہ کرنا ہے تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کرنا ہے کہ جب نصیحت کی جائے تو اُس پر عمل کرو۔ اندھوں اور بہروں کی طرح اُس پر گزر نہ جاؤ۔ عہدِ بیعت میں ہم کہتے ہیں کہ جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اُس کی پابندی کروں گا۔ تو ہر وہ فیصلہ معروف ہے جو قرآن اور شریعت کا حکم ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اُس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں، اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے؟ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے؟ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے، وہ غنی ہے، وہ پروا نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ ہر طرح فتح کی امید تھی، لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورتِ الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 8۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پَروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں۔'' (جو کبوتر پیغام رسانی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔) ''اُن کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دُور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام مَیں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 711-710 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''الہام میں جو یہ آیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا بِاسْتِکْبَارٍ۔ یہ بڑا مُنذر اور ڈرانے والا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار کشتی نوح کو پڑھو اور قرآنِ شریف کو پڑھو اور اُس کے موافق عمل کرو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم نے اپنی قوم کی طرف سے جو لعنت ملامت لینی تھی لے چکے۔'' احمدیوں کو احمدی ہونے کی وجہ سے جو لعنت ملامت ملتی ہے، فرمایا وہ تو تم لے چکے۔ ''لیکن اگر اس لعنت کو لے کر خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ صاف نہ ہو اور اُس کی رحمت اور فضل کے نیچے نہ آؤ تو پھر کس قدر مصیبت اور مشکل ہے۔ اخباروں والے کس قدر شور مچاتے ہیں اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے کام بابرکت ہوتے ہیں۔'' فرمایا ''ہاں یہ ضروری ہے کہ اس برکت سے حصہ لینے کے لئے ہم اپنی اصلاح اور تبدیلی کریں۔ اس لئے تم اپنے ایمانوں اور اعمال کا محاسبہ کرو کہ کیا ایسی تبدیلی اور صفائی کر لی ہے کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے اور تم اُس کی حفاظت کے سایہ میں آجاؤ۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 408-407 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم وہ معیاری احمدی بننے والے ہوں جن کی نصائح ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہیں، جو آپ ہمیں بنانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ آنے والا ہر احمدی اپنے اندر وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے والا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسوں کا مقصد بھی تھا۔ اس کے بعد ہم دعا کریں گے۔ اب میرے ساتھ دعا کر لیں۔ (دعا)

☆☆☆☆

الفضل کا عربی ایڈیشن

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ 9 مارچ 1945ء میں فرماتے ہیں:

میری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ ان دنوں بیمار ہیں۔ کل میں ان سے ملنے گیا تو ان کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ میرے وہاں پہنچتے ہی انہوں نے کہا کہ جب سے نواب صاحب فوت ہوئے ہیں، میں نے ان کو خواب میں نہ دیکھا تھا۔ آج رات پہلی دفعہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے جو خواب سنایا، وہ بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ نواب صاحب مرحوم اپنے خاندان کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں بیمار تھا تو بیماری کی حالت میں بھی ان کو تبلیغ کرتا رہا اور جب میری زبان بند ہو گئی تو میں اشاروں سے ان کو تبلیغ کرتا رہا۔ یہ بات کہتے کہتے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ بڑی خوشی کی خبر آئی ہے، بڑی خوشی کی خبر آئی ہے۔ مصر اور لیبیا وغیرہ عربی ممالک میں احمدیت خوب پھیل گئی ہے۔ یہاں تک کہ اب الفضل کا ایک عربی ایڈیشن بھی شائع ہونے لگا ہے اور عربی ممالک کے بادشاہ اور بڑے بڑے لوگوں کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ وہ اسے پڑھ نہ لیں۔ (الفضل 14 مارچ 1945ء)

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals

قانونی مشاورت برائے اسائلم

• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals

HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738

24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062

Same Day Visa Service
Email: law786@live.com

RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact: Anas A.Khan, John Thompson ,
Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

خطبہ جمعہ

ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اور یہ کہ آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ اپنے عقیدے کو مضبوط اور پختہ کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنانے چاہئیں کہ کس طرح ہم اس بارے میں ہر فرد تک یہ تعلیم پہنچا دیں کہ آپ کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے۔

جو جماعتی نظام ہے، سیکرٹریان، مبلغین اور ذیلی تنظیمیں سب کا کام ہے کہ خلافت سے ہر فرد کا ذاتی تعلق پیدا کروانے کی کوشش کریں۔ دلوں میں خلافت سے تعلق اور وفا کو جو پہلے ہی ہے، اُجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

ہر احمدی کو اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم چندہ کیوں دیتے ہیں؟ ہر سطح پر سیکرٹریانِ مال کو فعّال ہونے کی ضرورت ہے۔ خلیفۂ وقت کے خطبات کا سننا بھی بہت ضروری ہے۔ مبلغین جماعتوں میں قرآنِ کریم پڑھانے کا انتظام کریں۔

مختلف تربیتی اور انتظامی امور سے متعلق امراء جماعت، مبلغین، عہدیداران اور افراد جماعت کو نہایت اہم تاکیدی نصائح۔

مکرمہ تانیہ خان صاحبہ اہلیہ مکرم آصف خان صاحب کینیڈا کی وفات۔ مرحومہ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 16 اگست 2013ء بمطابق 16 ظہور 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

کچھ دن ہوئے، دینی تربیتی امور کا ایک جائزہ اتفاق سے ایک عہدیدار کے ساتھ باتوں باتوں میں میرے سامنے آیا۔ اُس کے بعد پھر مَیں نے اُن سے تحریری رپورٹ بھی منگوائی۔ اس کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ بعض امور ایسے ہیں جن پر مجھے کچھ کہنا چاہئے۔ جماعت کا ایک طبقہ جو ہے، اُس کو اس کی ضرورت ہے اور اسی طرح کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی عہدیداروں کو بھی ضرورت ہے۔ یہ امور جس طرح یہاں کی جماعت کے لئے اہم ہیں اسی طرح دنیا کی دوسری جماعتوں کے لئے بھی اہم ہیں۔ یا نئی نسل اور اُن افراد کے لئے بھی ان کا جاننا ضروری ہے جو زیادہ ایکٹو (active) نہیں ہیں، زیادہ تر جماعتی کاموں میں involve نہیں ہیں۔ یہ ایسے امور ہیں کہ جن کو عموماً کھول کر بیان نہیں کیا جاتا۔ یا مربیان اور عہدیداران افرادِ جماعت کے سامنے اس طرح احسن رنگ میں ذکر نہیں کرتے جس طرح ہونا چاہئے۔ جس کی وجہ سے بعض ذہنوں میں، خاص طور پر نوجوانوں میں سوال اُٹھتے ہیں لیکن وہ سوال کرتے نہیں۔ اس لئے کہ جماعتی ماحول یا اُن کا عزیز رشتے دار یا والدین ان سوالوں کو برا سمجھیں گے یا وہ کسی مشکل میں پڑ جائیں گے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ مربیان اور مبلغین سے سوال کر کے یا عہدیداروں سے جو علم رکھتے ہیں اُن سے سوال کر کے، یا اپنی ذیلی تنظیموں کے عہدیداروں سے سوال کر کے پوچھیں۔ خدام الاحمدیہ اور لجنہ سے تعلق رکھنے والوں اور تعلق رکھنے والیوں کا اپنی اپنی متعلقہ ذیلی تنظیموں سے اس طرح تعلق ہونا چاہئے کہ آسانی سے سوال کر سکیں تا کہ معلومات میں بھی اضافہ کریں اور کوئی شکوک وشبہات ہیں تو وہ بھی دُور کریں یا مجھے بھی لکھ سکتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے دوسرے ملکوں سے بھی اور بعض دفعہ یہاں سے بھی لکھتے ہیں اور انتہائی ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے لکھتے ہیں تو اُن کے سوالوں کے جواب دیئے بھی جاتے ہیں۔ بہرحال یہ بات بھی سامنے آئی کہ بعض عہدیدار بھی اپنے فرائض اور دائرہ کار کے بارے میں تفصیل نہیں جانتے اور اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا نہیں کرتے۔

جو باتیں مَیں بیان کرنے لگا ہوں اس میں ایک پہلو تو عقیدے اور اُس کے بارے میں علم سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ہمیں علم ہونا چاہئے کہ ہم کیوں کسی عقیدے پر قائم ہیں اور اسی طرح بعض باتیں جو ہمیں کرنے کے لئے کہا جاتا ہے، جن کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، اُن کے بارے میں بھی علم ہو کہ کیوں ہمیں کہا جاتا ہے اور کیوں یہ ایک احمدی مسلمان کے لئے ضروری ہے؟ اس میں مالی قربانی ہے، اس بارے میں لوگ تفصیل جاننا چاہتے ہیں۔ دوسرے اس تعلق میں عہدیداران کی بعض انتظامی ذمہ داریاں ہیں اُن کو کس طرح نبھانا ہے اور کس حد تک اختیارات ہیں۔ بہرحال اس تعلق میں ان دو باتوں کی طرف مَیں مختصراً توجہ دلاؤں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے جو عقیدے سے تعلق رکھتی ہے اور ایک احمدی کے لئے اس کا جاننا ضروری ہے۔ عموماً اس کا بیان تو ہوتا بھی رہتا ہے لیکن اُس توجہ سے نہیں ہوتا یا اس بات کو مدّنظر رکھتے ہوئے نہیں ہوتا کہ ہمارے اپنے لوگوں کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ایک پیدائشی احمدی ہے، اُسے علم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ نئے آنے والوں کو تو اس کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ پڑھ کر تحقیق کر کے آتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا جو اتنے زیادہ ایکٹو (active) نہیں ہیں، اجتماعات پر نہیں آتے، بعض جلسوں پر بھی نہیں آتے اور ہر ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں، چاہے تھوڑی تعداد ہو، ایک تعداد ہے جس کی طرف ہمیں فکر سے توجہ دینی چاہئے اور اس کے لئے خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنا کر اس پر کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی طرح جماعتی نظام بھی ایسے لوگوں کو دھتکارنے کے بجائے یا یہ کہنے کے بجائے کہ ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی اُنہیں قریب لانے کی کوشش کرے۔ سوائے اُن کے جو کھل کر کہہ دیتے ہیں کہ میرا تمہارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جو جماعت کا main جماعتی نظام، main stream ہے، اُس کو چاہئے کہ ذیلی تنظیموں کو ان لوگوں کی معلومات دے دیں، کیونکہ بعض بڑی عمر کے عہدیداران کے سخت رویے کی وجہ سے بھی لوگ ایسے جواب دے دیتے ہیں۔ ذیلی تنظیمیں ان کے ہم عمر یا کچھ حد تک ہم مزاج لوگوں کے ذریعہ سے اُن کی اصلاح کی طرف توجہ دے سکتی ہیں۔ اور جہاں یہ طریق اپنایا گیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی بھی ہوئی ہے۔ بعض جگہ بعض سیکرٹریانِ تربیت ایسے بھی ہیں جنہوں نے تربیت کے لئے ایسے لوگوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے پروگرام بنائے اور اس کا اچھا اور بڑا خاطر خواہ اثر ہوا۔ بڑی اچھی response ان لوگوں سے ملی۔ بہرحال کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم نے حتی الوسع ہر احمدی کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ یہ ہر عہدیدار کی ذمہ داری ہے، ہر مربی کی ذمہ داری ہے اور ہر سطح پر ذیلی تنظیموں اور جماعتی نظام کی ذمہ داری ہے۔

اس اصولی بات کے بعد جو پہلی بات مَیں کرنا چاہتا ہوں، وہ جیسا کہ مَیں نے کہا، ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اور یہ کہ آپ کو ماننا کیوں ضروری

ہے؟ اس کے لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی مَیں بیان کروں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآنِ شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹّی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات ونشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اُن کی تعداد اس قدر ہو کہ رُوئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے‘‘۔ فرمایا کہ: ’’اِس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 9۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کی بات نہیں ہے بلکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں اور قرآنِ شریف کی سچائی کو دنیا میں قائم کرنے کے بارے میں اپنے لٹریچر میں، اپنی کتب میں، اپنے ارشادات میں جس طرح روشنی ڈال گئے ہیں، وہ آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور قرآنِ شریف کی سچائی کو دشمنوں پر ثابت کر رہا ہے۔

مَیں نے مختلف موقعوں پر مختلف مثالیں دی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پہلوؤں کو غیروں کے سامنے بیان کیا جائے تو کس طرح وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر یہی سیرت ہے، یہی تعلیم ہے تو ہم غلطی پر تھے۔ کچھ عرصہ ہوا اپنی کسی تقریر میں کینیڈا کے ایک مخالفِ اسلام کی مَیں نے مثال دی تھی جس نے ڈینش اخباروں کے کارٹون بھی اپنے رسالے میں، اپنے اخبار میں شائع کئے تھے۔ اُس نے جب اس دفعہ دورے میں وہاں میری بات سنی ہے اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں اُسے علم ہوا تو وہ اپنے اخبار میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ امام جماعت احمدیہ کی بات سن کر مجھے حقیقت کا علم ہوا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اسی طرح گزشتہ خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ امریکہ میں ایک بڑے سیاستدان نے جمعہ کے حوالے سے غلط قسم کا پروگرام اپنے ریڈیو میں دیا یا باتیں کیں۔ اس پروگرام کو سننے والوں کی تعداد بھی بہت بڑی ہے، لاکھوں میں ہے۔ اس پر جمعہ کی اہمیت اور حقیقت قرآنِ کریم کی رُو سے کیا ہے؟ اس بارہ میں ہمارے ایک احمدی نوجوان نے اپنا آرٹیکل لکھا، ویب سائٹ پر دیا۔ پھر اس شخص کو لکھا گیا۔ یہ وہاں کا بڑا پولیٹیکل لیڈر ہے، مشہور آدمی ہے کہ تم نے غلط کہا ہے، اب ہمیں بھی ریڈیو پر وقت دو۔ چنانچہ اُس نے وقت دیا۔ یہ بہرحال اُس کی شرافت تھی اور ہمارے ایک احمدی نوجوان نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ریڈیو پر جمعہ اور اُس کے حوالے سے قرآن کے تقدس کے بارے میں بات کی تو اُس نے یہ تسلیم کیا کہ میری غلطی تھی اور اس پروگرام کو بھی لاکھوں افراد نے سنا۔ اور یہ سب بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حقیقی اسلامی تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔ پس یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ہمیں بتایا، ہمیں حقیقت سے آشکار کیا، اسی وجہ سے ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دنیا پر روشن کریں، قرآنِ کریم کی تعلیم کو، حقیقت کو آشکار کریں۔

پس اس وجہ سے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی عظمت اور قرآنِ کریم کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وقار دنیا میں دوبارہ آپ کے ذریعہ سے قائم ہو رہا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی بھی وجہ سے کسی احساسِ کمتری کا شکار ہوں اور نوجوانوں کو اس بارے میں حوصلہ رکھنا چاہئے۔ جہاں جہاں بھی نوجوان ایکٹو (active) ہیں اللہ کے فضل سے مخالفین کا منہ بند کر رہے ہیں۔

پھر ہم میں سے ہر ایک کو یہ بھی پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا کیوں ضروری ہے۔ تیرہ چودہ سال کے بچے بھی یہ سوال کرتے ہیں اور والدین اُن کو صحیح طرح جواب نہیں دیتے۔ اس بارے میں مَیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی بیان کر دیتا ہوں۔ یہ تفصیلی ایک ارشاد ہے۔ اس کو ذیلی تنظیمیں بعد میں اس کے حصے بنا کر سمجھانے کے لئے استعمال کر سکتی ہیں اور اس سے مزید رہنمائی بھی لے سکتی ہیں۔ ایک موقع پر بعض مولویوں نے آپ سے سوال کیا کہ ہم اب نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لاتے ہیں تو پھر ہمیں آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

’’دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اُس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے اُن کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور اُن احکام کو جو تزکیۂ نفس، ترکِ شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے‘‘۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے لیکن یہ ساری نیکیاں نہ بجالائے، برائیوں کو نہ چھوڑے، نیکیوں کو اختیار نہ کرے تو فرمایا کہ وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ ’’اور اُس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آ سکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غایتِ نبوت اور غرضِ رسالت سے بے خبر محض ہے‘‘۔ یعنی کہ اُس کو پتہ ہی نہیں کہ نبوت کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اغراض ہیں؟ ’’اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اُس کو سچا مسلمان، خدا اور اُس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآنِ شریف میں احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اُس کے نہ ماننے والے اور اُس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں فرق (جو کہ فرق نہیں بلکہ بالفاظِ دیگر قرآنِ شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے) صرف یہ ہے کہ قرآنِ شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہے اور حدیث میں اسی خلیفہ آخری کو مسیح موعودؑ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس قرآنِ شریف نے جس شخص کے مبعوث کرنے کے متعلق وعدے کا لفظ بولا ہے اور اس طرح سے اس شخص کی بعثت کو ایک رنگ کی عظمت عطا کی ہے وہ مسلمان کیسا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اُس کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟‘‘

فرمایا کہ: ’’خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اُس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدد آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے‘‘۔

یہاں مجدد کے بارے میں پھر بعض دفعہ لوگ غلطی کھا جاتے ہیں کہ اگر آتے رہیں گے تو کون ہوں گے؟ اس بارے میں ایک تفصیلی خطبہ مَیں پہلے دے چکا ہوں۔ اُس سے بھی نوٹس لئے جا سکتے ہیں کہ خلفاء ہی مجدد ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی وضاحت سے بیان بھی فرما چکے ہیں۔ جماعت کے لٹریچر میں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔

فرمایا: ’’دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ کَمَا کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے۔ شریعتِ موسوی کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے جیسا کہ خود وہ فرماتے ہیں کہ مَیں آخری اینٹ ہوں۔ اسی طرح شریعتِ محمدی میں بھی اس کی خدمت اور تجدید کے واسطے ہمیشہ خلفاء آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ اور اس طرح سے آخری خلیفہ کا نام بلحاظ مشابہت اور بلحاظ مفوضہ خدمت کے مسیح موعود رکھا گیا۔ اور پھر یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر ہی کر دیا ہو بلکہ اُس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کُل کتبِ سماوی میں بیان فرما دیئے ہیں۔ بائبل میں، انجیل میں، احادیث میں اور خود قرآنِ شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں اور ساری قومیں، یہودی، عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔ اس کا انکار کر دینا کس طرح سے اسلام ہو سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اُس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اُس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے۔ اُس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف وخسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہو گیا۔ تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے آسمان نشان ظاہر کرے اور زمین اَلْوَقْت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہو سکتا ہے کہ اُس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہو اور لوگ اُسے نہ مان کر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں؟ ہرگز نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’یاد رکھو کہ موعود کے آنے کی کُل علامات پوری ہو گئی ہیں۔ طرح طرح کے مفاسد نے دنیا کو گندہ کر دیا ہے۔ خود مسلمان علماء اور اکثر اولیاء نے مسیح موعود کے آنے کا یہی زمانہ لکھا ہے کہ وہ چودھویں صدی میں آئے گا.....‘‘۔ فرمایا: ’’اس قدر متفقہ شہادت کے بعد بھی جو کہ اولیاء اور اکثر علماء نے بیان کی۔ اگر کوئی شبہ رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ قرآنِ شریف میں تدبر کرے اور سورۃ النُّور کو غور سے مطالعہ کرے۔ دیکھو جس طرح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح اِدھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ہوگا‘‘۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 551، 552 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ ہزار سال کا خلیفہ ہوں اور جو بھی اب آئے گا آپ کی متابعت میں ہی آئے گا۔

پس جن پیشگوئیوں کے مطابق جو قرآنِ کریم اور حدیث میں واضح ہیں، مسیح موعود نے چودھویں صدی میں آنا تھا، وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔

پس ہر احمدی کو چاہئے کہ آپ کی کتب کو پڑھے۔ انگریزی دان جو ہیں یا جن کو اردو زبان نہیں آتی ان کے لئے دوسرے ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف زبانوں میں اتنا لٹریچر موجود ہے کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے اس بارے میں وضاحت سے موجود ہے۔ اپنے عقیدے کو مضبوط اور پختہ کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ اعتراض کرنے والوں کے اعتراضوں کے جواب دیں۔ خود تیاری کریں گے تو علم بھی حاصل ہوگا اور اعتراضوں کے جواب بھی تیار ہوں گے۔

اس کے لئے بھی علاوہ اس کے کہ ہر شخص خود کرے، جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنانے چاہئیں کہ کس طرح ہم اس بارے میں ہر فرد تک یہ تعلیم پہنچا دیں کہ آپ کی بعثت کی غرض کیا

ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے؟ یہ تو عقیدے کی بات ہوگئی جو میں نے کر دی ہے۔

دوسری بات تربیت کی ہے اور وہ افرادِ جماعت کا خلافت کے ساتھ تعلق ہے۔ خلافت کے ساتھ تعلق میں آج کل اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کا بھی ایک ذریعہ دیا ہوا ہے۔ اسی طرح alislam ویب سائٹ ہے۔ پس ان سے بھی جوڑنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی کو، نوجوان کو، مرد ہو عورت ہو جوڑنے کی کوشش کریں اور نظامِ جماعت کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے۔ مخلصین اور باوفا مخلصین کی بہت بڑی تعداد ہے جو بڑی کوشش سے آتے ہیں اور یہاں مسجد میں آ کر بھی خطبہ سنتے ہیں اور دنیا میں مختلف جگہوں پر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بھی سنتے ہیں اور باقاعدگی سے سنتے ہیں، بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو مجھے لکھتے ہیں کہ دو تین دفعہ سنتے ہیں۔ لیکن ایک ایسی تعداد ہے جو نہیں سنتی۔ یہاں یوکے (UK) میں ہی ایسے لوگ ہیں جو خطبات نہیں سنتے اور نہ ہی دوسرے پروگرام دیکھتے ہیں بلکہ وہ بعض پروگراموں میں شامل بھی نہیں ہوتے۔ ایک جماعت میں کافی تعداد میں لوگوں نے خلافِ تعلیم سلسلہ بعض حرکتیں کیں جس کی وجہ سے مجبوراً اُن پر کچھ پابندیاں عائد کی گئیں۔ جب مزید تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اُن میں سے اکثریت ایسی ہے جو خطبات نہیں سنتے، یا جن کا جماعت میں زیادہ تر actively آنا جانا نہیں ہے، نہ جماعتی پروگراموں میں شامل ہوتے ہیں لیکن جماعت کے ساتھ تعلق کیونکہ اُن کے خون میں تھا اس لئے جب اُن پر پابندیاں لگیں، اُن کو تھوڑی سی سزا دی گئی تو پریشان بھی ہو گئے اور انتہائی فکر اور درد سے مجھے معافی کے خط بھی لکھنے لگ گئے۔ بعض مجھے ملے بھی تو اُس وقت بھی روتے تھے۔ اگر وہ صرف دنیادار ہی ہوتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔ پس ایسے بھی ہیں جو دنیا کے کاروباروں کی وجہ سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور جب اُنہیں توجہ دلائی جاتی ہے تو پھر اُنہیں شرمندگی کا احساس بھی ہوتا ہے اور توبہ و استغفار بھی کرتے ہیں اور آئندہ سے جماعت سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

پس یہ یاددہانی کروانا اور نگرانی بھی رکھنا یہ جو جماعتی نظام ہے، سیکرٹریان، مبلغین اور ذیلی تنظیمیں ہیں، ان سب کا کام ہے کہ خلافت سے ہر فرد کا ذاتی تعلق پیدا کروانے کی کوشش کریں۔ دلوں میں خلافت سے تعلق اور وفا کو جو پہلے ہی ہے اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔ جب اُن کو سمجھایا جائے تو یہ لوگ مزید نکھر کے سامنے آتے ہیں۔ اگر کوئی گرد پڑ بھی گئی ہو تو وہ جھڑ جاتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی تعزیر کی جاتی ہے تو اُس وقت اس وفا کا شدت سے اظہار ہوتا ہے۔

اگر تربیت کا شعبہ مستقل خلیفہ وقت سے رابطے کی تلقین کرتا رہے اور خطبات اور جلسوں اور سارے پروگراموں کو دیکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں تو جہاں خلافت سے مزید تعلق مضبوط ہوگا، وہاں تربیت کے بھی بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر اگلی بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ افرادِ جماعت پر چندوں کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ یاد رکھیں اور یہ بات عموماً میں سیکرٹریانِ مال سے کہا بھی کرتا ہوں کہ لوگوں کو یہ بتایا کریں کہ چندہ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ اُن فرائض میں داخل ہے جن کی ادائیگی کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں متعدد جگہ حکم فرمایا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ، وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (التغابن:17-18) پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو نفس کی کنجوسی سے بچائے جائیں تو یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھا دے گا۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وہ اُسے تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت قدر شناس اور بردبار ہے۔

پس ان آیات سے واضح ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایک مومن کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور فرمایا کہ تمہارا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو بندے کو اُس کی قربانی کے بدلے میں کئی گنا بڑھا کر لوٹاتی ہے۔ اور لوگ ایسے متعدد واقعات مجھے لکھتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی راہ میں چندہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کئی گنا بڑھا کر لوٹا دیا۔ اس بارے میں کئی دفعہ مَیں مختلف واقعات بھی بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور بے نیاز ہے، اُس کو ہمارے پیسے کی ضرورت نہیں۔ اصل میں تو ہمیں پاک کرنے کے لئے ہمارے اطاعت کے معیار دیکھنے کے لئے، ہمیں تقویٰ کی راہوں کی تلاش کرتا دیکھنے کے لئے، ہمارے مال کی قربانی کے دعویٰ کے معیار کو دیکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُس کی راہ میں خرچ کرو، اُس کے دین کے پھیلانے کے لئے، بڑھانے کے لئے خرچ کرو۔

پس ہر احمدی کو اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم چندہ کیوں دیتے ہیں؟ اگر کسی سیکرٹری مال یا صدر جماعت کو خوش کرنے کے لئے، یا اُس سے جان چھڑانے کے لئے چندہ دیتے ہیں تو ایسے چندے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر ہے نہ دیا کریں۔ اگر دوسرے کے مقابل پر آ کر صرف مقابلے کی غرض سے بڑھ کر چندہ دیتے ہیں تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ غرض کہ کوئی بھی ایسی وجہ جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے علاوہ چندہ دینے کی ہو، وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ردّ ہو سکتی ہے۔ پس چندہ دینے والے یہ سوچیں کہ خدا تعالیٰ کا اُن پر احسان ہے کہ اُن کو چندہ دینے کی توفیق دے رہا ہے، نہ کہ یہ احسان کسی شخص پر، اللہ تعالیٰ پر یا اللہ تعالیٰ کی جماعت پر ہے کہ وہ اُسے چندہ دے رہے ہیں۔ پس ہر چندہ دینے والے کو یہ سوچ رکھنی چاہئے کہ وہ چندے دے کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ الٰہی جماعتوں کے لئے مالی قربانی انتہائی اہم چیز ہے۔ اس لئے مَیں نے تمام جماعتوں کو یہ کہا ہے کہ نومبائعین اور بچوں کو وقفِ جدید اور تحریکِ جدید میں زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کی کوشش کریں، چاہے ایک پیسہ دے کر کوئی شامل ہوتا ہو، تا کہ اُنہیں عادت پڑے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے ہوں۔

چندوں کی اہمیت کے بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے، اسی واسطے علم تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اُس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔ (آل عمران:93) حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدُوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جبتک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور کُل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے“۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 367، 368 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس سیکرٹریانِ مال کو اس طریق پر افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے کہ جب مالی قربانی ہو تو تقویٰ اور ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مربیان کو بھی اس بارے میں جب بھی موقع ملے نصیحت کرنی چاہئے۔ اس کے لئے مسلسل توجہ کی ضرورت ہے۔ پس ہر سطح پر سیکرٹریانِ مال کو فعّال ہونے کی ضرورت ہے۔ سیکرٹریانِ مال کا کام ہے کہ اپنی ذمہ داری نبھائیں اور ہر فرد تک اُن کی ذاتی approach ہو۔ یہ نہیں کہ ذیلی تنظیموں کے سپرد کر دیا جائے کہ ذیلی تنظیمیں اس میں مدد کریں۔ ذیلی تنظیمیں صرف اس حد تک مدد کریں گی کہ وہ اپنے ممبران کو تلقین کریں۔ اس سے زیادہ سیکرٹریانِ مال کی مدد ذیلی تنظیم کا کام نہیں ہے۔ ذیلی تنظیمیں اپنے ممبران کو توجہ دلا سکتی ہیں کہ سیکرٹریانِ مال سے تعاون کریں اور چندے کی روح کو سمجھیں۔ بہرحال چندے کی روح کو سمجھانا تو ذیلی تنظیموں کا کام ہے۔ لیکن سیکرٹریانِ مال اس بات سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے کہ ہم نے ذیلی تنظیموں کو کہا تو انہوں نے ہماری مدد نہیں کی۔ یہ ذمہ داری اُن کی ہے اور اُنہی کو نبھانی پڑے گی۔ سیکرٹریانِ مال کا کام ہے کہ ہر مقامی سطح پر، ہر گھر تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اب تو فون ہیں، دوسرے ذریعے ہیں، سواریاں ہیں۔ یہاں یورپ میں تو اور بھی زیادہ بڑے وسائل ہیں۔ پاکستان میں ایسے سیکرٹریانِ مال بھی تھے جو دن کو اپنا کام کرتے تھے اور پھر شام کے وقت کام ختم کر کے رات کو گھروں میں پھرتے تھے۔ بڑے شہر ہیں، کراچی ہے لاہور ہے سائیکل پر سوار ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں اور نصیحت کر رہے ہیں، اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ تو یہاں تو اب بہت ساری سہولتیں آپ کو میسر ہیں اور پھر بھی کام نہیں کرتے۔ بلکہ بعض سیکرٹریانِ مال کی یہاں بھی مجھے شکایات پہنچی ہیں کہ اُن کے اپنے چندے معیاری نہیں ہیں۔ اگر اپنے چندے معیاری نہیں ہوں گے تو دوسروں کو کیا تلقین کر سکتے ہیں۔ اور پیار اور نرمی سے یہ کام کرنے والا ہے۔ مالی قربانی کی اہمیت واضح کریں۔ بعض سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی انکار کرتا ہے تو دوسری دفعہ جائیں، تیسری دفعہ جائیں، چوتھی دفعہ جائیں لیکن ماتھے پر بل نہیں آنا چاہئے۔ دینے والے بھی یہ یاد رکھیں کہ کسی شخص کو یہ زُعم نہیں ہونا چاہئے کہ شاید اُس کے چندے سے نظامِ جماعت چل رہا ہے اور اس لئے سیکرٹری مال بار بار اُس کے پاس آتا ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کبھی مالی تنگی نہیں آئے گی اور کام چلتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں آپ کو فکر تھی تو اس بات کی تھی کہ مال کا خرچ جو ہے وہ صحیح رنگ میں ہوتا ہے کہ نہیں؟ (ماخوذ از رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 319) اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ خرچ حتی الوسع صحیح طریقے پر ہو۔ بعض جگہ خرچ میں لاپرواہی ہو تو توجہ بھی دلائی جاتی ہے۔ جماعت میں آڈٹ کا نظام بھی اس لئے قائم ہے۔ اور پھر یہ امیر جماعت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اخراجات پر گہری نظر رکھے۔ یہ نہیں کہ جو بل آیا اُس کو ضرور پاس کر دینا ہے۔ آڈٹ کے نظام کو فعال کرے اور اس طرح فعال کرے کہ آڈیٹر کو آزادی ہو کہ جس طرح وہ کام کرنا چاہتا ہے اپنی مرضی سے کرے۔ اُس کو پورے اختیار

دیئے جائیں۔خرچ کے بارے میں مَیں بتادوں کہ ایم ٹی اے کا ایک بہت بڑا خرچ ہے اور ایم ٹی اے کے لئے مدّ تربیت کے لحاظ سے علیحدہ تحریک بھی کی جاتی ہے۔ گو کہ اب اخراجات اتنے زیادہ ہو چکے ہیں کہ صرف اُتنی رقم سے تو ایم ٹی اے کے خرچ نہیں چل سکتے۔تو جو جماعت کا باقی مجموعی بجٹ ہے اُس میں سے بھی رقم خرچ کی جاتی ہے کیونکہ ساری دنیا میں ایم ٹی اے کے لئے ہمارے چار پانچ سیٹلائٹ کام کر رہے ہیں۔تو اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔لوگوں کو توجہ کرنی چاہئے۔اگر جلسے کے دوسرے دن کی تقریر کو غور سے سنیں، جو یہاں یوکے (UK) میں مَیں کرتا ہوں تو ہر ایک کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے پیسے میں کتنی برکت ڈالی ہوئی ہے اور کس طرح کام کی وسعت ہو رہی ہے اور کس طرح کام کا پھیلاؤ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر سال اس پیسے کو کتنے پھل لگا رہا ہے اور کس طرح لگا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سب اخراجات احبابِ جماعت کی مالی قربانیوں سے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض انتظامی باتوں کی طرف بھی میں آج توجہ دلانا چاہتا ہوں۔جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے کہ خلیفۂ وقت کے خطبات کا سننا بھی بہت ضروری ہے۔یا دوسری باتیں جو مختلف وقتوں میں کی جاتی ہیں اُن پر غور کرنا اور نوٹ کرنا بڑا ضروری ہے۔عہدیدار جہاں احبابِ جماعت کو یہ توجہ دلائیں وہاں عہدیداران خود بھی اس طرف توجہ دیں۔امیر جماعت کا خاص طور پر یہ کام ہے کہ خطبات میں اگر کوئی ہدایت دی گئی ہے اور اگر کوئی تربیت کا پہلو ہے تو فوراً اُسے نوٹ کریں اور صدرانِ جماعت کو سرکلر کریں۔ اور پھر باقاعدگی سے اس کی نگرانی ہو کہ کس حد تک اُس پر عمل ہو رہا ہے۔ہوسکتا ہے کہ بعض اور جماعتیں بھی یہ کرتی ہوں لیکن رپورٹ کا جہاں تک تعلق ہے ابھی تک صرف امریکہ کی جماعت کے امیر ہیں جو باقاعدگی سے یہ نوٹ کرتے ہیں اور پھر سرکلر بھی کرتے ہیں اور کوئی بھی بات جب دیکھیں کہ خطبہ میں کی گئی ہے، کوئی ہدایت دی گئی ہے تو آگے پہنچاتے ہیں۔اور باقیوں کو بھی چاہئے کہ اس پر عمل کریں۔یوکے (UK) تو ایک چھوٹا سا ملک ہے۔اگر اس بارے میں یہاں صحیح رنگ میں کام کیا جائے تو سب جماعتوں سے بڑھ کر یہاں بہترین نتائج نکل سکتے ہیں۔اس کے علاوہ مرکز سے یا میری طرف سے مختلف ہدایات جو جاتی ہیں وہ بھی آپ کا کام ہے کہ فوری طور پر جماعتوں کو پہنچائی جائیں اور پھر اُس کا follow up بھی کیا جائے، feed back بھی لی جائے۔

اسی طرح نیشنل امیر جماعت ریجنل امیر بنا کر صرف اس بات پر نہ بیٹھ جائیں کہ ریجنل امیر کام کر رہے ہیں اور تمام کام کا انحصار انہی پر ہو، یہ نہیں ہونا چاہئے، صحیح طریق نہیں ہے۔اس سے جو بات اَب تک میری نظر میں آئی ہے یہ ہے کہ ملکی مرکز اور جماعتوں میں دُوری پیدا ہو رہی ہے، بلکہ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ہم مرکز تک یعنی ملکی مرکز تک براہِ راست نہیں پہنچ سکتے۔ یہ احساس بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔اس لئے یہاں بھی اور دوسری جگہ بھی امیر جماعت اس بات کی پابندی کریں کہ سال میں کم از کم دو مرتبہ صدران کے ساتھ میٹنگ ہو اور کام اور ترقی کی رفتار کا جائزہ لیا جائے اور جو صدران باوجود توجہ دلانے کے کام نہیں کرتے اُن کی رپورٹ مجھے بھجوائیں۔

اسی طرح سیکرٹریانِ مال، سیکرٹریانِ تربیت، سیکرٹریانِ تبلیغ بھی ہیں۔اگر دو نہیں تو سال میں کم از کم ایک میٹنگ ان کے ساتھ ضروری ہونی چاہئے اور ان کے کاموں کا جائزہ لیں۔اگر یہ سیکرٹریان فعال ہو جائیں تو باقی شعبوں کے سیکرٹریان ہیں، یا باقی شعبوں کے جو بہت سارے مسائل ہیں وہ بھی خود بخود حل ہو جائیں گے۔

پس آج سے نیشنل امیر اپنے پروگرام بنائیں کہ ہر جماعت تک انہوں نے کس طرح پہنچ کر جماعتی نظام کو فعّال کرنا ہے۔یوکے (UK) اور چھوٹے ممالک جو ہیں اُن میں تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔مرکز میں اور کسی بھی ریجن میں میٹنگ کے لئے جمع کیا جا سکتا ہے۔جو بڑے ممالک ہیں، امریکہ کینیڈا وغیرہ ہے، وہ اس سلسلہ میں اپنا کوئی ایسا لائحہ عمل بنائیں کہ کس طرح وہ ذاتی رابطہ ہر سطح کی جماعت کو فعال بنانے کے لئے کر سکتے ہیں۔

ایک اور اہم بات جو پہلے بھی مَیں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں یہ ہے کہ افرادِ جماعت سے پیار اور نرمی کا سلوک کریں۔یوکے (UK) شوریٰ پر جو مَیں نے باتیں کی تھیں، یوکے شوریٰ کا مختصر سا خطاب تھا، وہ ہر عہدیدار تک پہنچنا چاہئے۔تبشیر اس بارے میں انتظام کرے اور ہر جگہ یہ پہنچا دیں۔

انتظامی امور میں ایک اور بات یہ کہنی چاہتا ہوں کہ عہدیدار اپنے اپنے شعبہ کے قواعد کے بارے میں ضرور پڑھیں۔قواعد میں ہر ایک شعبہ کو پتہ ہونا چاہئے کہ اُس کے کیا فرائض ہیں؟ کیا اختیارات ہیں؟

ایک ہدایت نیشنل امیر کے لئے ہے کہ وہ ریجنل امیر کو جو کام اور اختیارات دیں اُس کے بارے میں مرکز کو بھی لکھیں اور بتائیں۔اس پر کم از کم میرا خیال ہے کہ کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا۔کیونکہ کبھی ایسا خط مجھے نہیں آیا کہ ہم نے فلاں ریجن میں امیر مقرر کئے ہیں اور اُن کے یہ یہ اختیارات ہیں۔اس پر قاعدہ نمبر 177 لکھا ہوا ہے اور بڑا واضح ہے۔اب اس بارے میں توجہ کی ضرورت ہے۔امراء خاص طور پر قواعد کی کتاب میں سے 215 سے 220 تک جو قواعد ہیں وہ ضرور پڑھیں اور خاص طور پر جب کسی معاملہ میں فیصلہ کرنا ہو تو ان کو ذہن میں رکھیں اور ان پر عمل کریں۔[1]

اسی تعلق میں مبلغین کو بھی میں یاددہانی کروانا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور ایک ذمہ داری اُن کی یہ بھی ہے کہ جماعتوں میں قرآنِ کریم پڑھانے کا انتظام کریں۔خود اگر کبھی دورے پر ہوں تو ایسے استاد تیار کریں جو بچوں اور قرآنِ کریم ناظرہ نہ جاننے والوں کو قرآنِ کریم پڑھا سکیں اور یہ کلاسیں باقاعدگی سے ہونی چاہئیں۔ یہ نہیں کہ ہفتہ میں ایک دن ہوگئی یا ہفتہ میں دو دن ہوگئی۔مغرب یا عشاء کے وقت جب بھی وقت ہو پڑھائیں۔اگر مربیان اور مبلغین دورے پر نہ ہوں اور خود موجود ہوں تو جو جو اُن کے سینٹر ہیں وہاں یہ کلاسیں لیں۔کئی شکایات آ رہی ہیں کہ ہمارے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھانے والا کوئی نہیں اور ہمیں مجبوراً بعض دفعہ غیر احمدیوں کے پاس جانا پڑتا ہے۔اسی طرح جن کو قاعدہ پڑھانے کی ضرورت ہے، اُنہیں قاعدہ پڑھائیں۔اس طرح بھی بچوں کو آپ لوگ مسجد سے attach کریں گے، مرکز سے attach کریں گے تو تربیتی لحاظ سے بھی یہ چیز بڑی مفید ہوگی اور قرآنِ کریم کے پڑھانے کا جو فائدہ ہے وہ تو ظاہر و باہر ہے ہی۔

مبلغین کے لئے یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عموماً تین چار سال بعد اُن کا تبادلہ ہوتا ہے۔اگر اس سے پہلے بھی ضرورت ہو تو جس ملک میں ہوں وہیں اسی جگہ ہو جاتا ہے۔اگر اس طرح کی کبھی صورتحال پیدا ہو تو بعض ملکوں سے ہمیں یہ شکایت ہے کہ اُن کو بڑا انقباض ہوتا ہے۔ایسے تبادلوں کو بخوشی تسلیم کرنا چاہئے۔ اللہ کے فضل سے یہاں یوکے (UK) کے مبلغین میں یہ بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آئی۔

یہ بھی اہم بات یاد رکھیں کہ اگر کسی عہدیدار یا اگر امیر کو بھی کسی بات کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہو مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ ہے جو جماعتی روایت کے خلاف ہے یا جس میں کوئی شرعی روک ہے تو ادب کے دائرے میں اور نرمی کے ساتھ توجہ دلائیں۔اگر بات نہ مانی جائے اور جماعتی نقصان ہو رہا ہو یا شرعی حکم ٹوٹ رہا ہو تو پھر مجھے اطلاع کر دیں۔کسی قسم کی آپس میں بحث اور ایک ضد بازی نہیں شروع ہو جانی چاہئے۔کیونکہ یہ پھر نظامِ جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا موجب بنتی ہے۔بیشک مَیں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مربیان دینی مسائل میں امراء کو توجہ دلا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے اس قاعدے کی بھی پابندی کرنی ضروری ہے یا ایسے اخلاق کی بھی پابندی کرنی ضروری ہے کہ احسن طریق پر اور بغیر کسی ایسے ماحول کو پیدا کئے جس سے جماعتی نظام متاثر ہو رہا ہو، یہ نصیحت کی جائے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی احمدی بننے اور اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی نماز جمعہ کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو عزیزہ تانیہ خان کا ہے جو آصف خان صاحب سیکرٹری امورِ خارجہ کینیڈا کی اہلیہ تھیں۔6/اگست 2013ء کو 38 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ لبنانی نژاد کینیڈین خاتون تھیں۔1998ء میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔بڑی فعال داعی الی اللہ تھیں۔تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔نیشنل سیکرٹری تبلیغ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے لوکل اور نیشنل لیول پر جماعتی خدمت کی ان کو توفیق ملی۔ایم ٹی اے کینیڈا کی مستقل ممبر تھیں۔میڈیا پر بھی اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی تھیں۔اس مقصد کے لئے آپ نے کینیڈا کے طول و عرض کے علاوہ امریکہ کا سفر بھی اختیار کیا۔اپنا مؤقف ہر فورم پر بڑی خوبصورتی اور نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا کرتی تھیں۔پیشے کے لحاظ سے ایک ٹیچر تھیں اور ابھی حال ہی میں اُن کی تقرری وائس پرنسپل کے طور پر بھی ہوئی تھی۔طلباء میں انسانی قدریں پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں۔ٹیچر کی حیثیت سے کئی ایوارڈ حاصل کئے۔خلافت کے ساتھ ان کا بڑا محبت اور وفا کا تعلق تھا۔ہر تحریک پر لبیک کہنے والی تھیں۔پردہ کی پابند اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار۔اپنے اعضاء بھی انہوں نے وفات کے بعد donate کرنے کی وصیت کی ہوئی تھی۔غریبوں کی بڑی ہمدرد، بیوی بھی مثالی، ماں بھی مثالی، ہر رشتہ کو خوبصورتی سے نبھانے والی تھیں۔پاکستانی سے شادی ہوئی تھی لیکن انہوں نے غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو adjust کیا۔اسلامی اقدار کی محافظ، بڑی مخلص خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ان کی تین بچیاں ہیں جو وقفِ نو میں شامل ہیں۔ان کا حلقہ کافی وسیع تھا۔وہاں صوبے کی جو خاتون وزیرِ اعلیٰ ہے وہ بھی ان کے جنازے پر آئی ہوئی تھیں۔ممبران پارلیمنٹ آئے ہوئے تھے۔ممبر، کونسلر، سکول کے اساتذہ، طلباء، غیروں کی بھی بڑی کثیر تعداد تھی۔بڑی مشہور اور ہر دلعزیز تھیں۔چھوٹے بڑے ہر ایک سے میں نے ان کی تعریف سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ان کی بچیوں کو بھی اور خاوند کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

---

[1] قواعد تحریک جدید کے Revised Edition 2008 کے مطابق یہ قواعد 259 تا 264 درج ہیں۔

بسلسلہ الفضل کے سو سال

اخبار ”الفضل“ کے اجراء کا پس منظر، ضرورت، اہمیت اور افادیت

فخر الحق شمس (اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ الفضل)

قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کی عظیم کتاب اور ہدایت کا منبع ہے اور پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے جو اپنے وقت پر پوری ہوتی رہی ہیں اور ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ انہیں پیشگوئیوں میں سے بعض ایسی ہیں جن کا تعلق آخری زمانہ سے ہے۔ ان پیش خبریوں میں سے ایک کا ذکر خدا تعالیٰ نے سورۃ التکویر میں یوں فرمایا ہے۔ وَاِذَاالصُّحُفُ نَشِرَتْ۔ (التکویر:11) اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے نشر و اشاعت کے وسائل کی ترقی کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

”قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت اور بھی پیشگوئیاں ہیں ان میں سے ایک یہ پیشگوئی بھی ہے وَاِذَاالصُّحُفُ نَشِرَتْ یعنی آخری زمانہ وہ ہوگا جبکہ کتابوں اور صحیفوں کی اشاعت بہت ہوگی گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کلوں کی طرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آجکل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل گاڑی کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچائی جاتی ہیں“۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 322)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بارے میں ظاہر ہونے والے نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”چھٹا نشان، کتابوں اور نوشتوں کا بکثرت شائع ہونا جیسا کہ آیت وَاِذَاالصُّحُفُ نَشِرَتْ (التکویر:11) سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ بباعث چھاپہ کے کلوں کے جس قدر اس زمانہ میں کثرت اشاعت کتابوں کی ہوئی ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 206,205)

ذیل میں اخبار الفضل کے اجراء کے پس منظر، اس کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کے حوالہ سے اختصار کے ساتھ چند اہم تاریخی معلومات ہدیہ قارئین ہے۔

❁..... **جماعت احمدیہ کا پہلا اخبار** الحکم 8/اکتوبر 1897ء میں شائع ہوا یہ 1897ء تک ریاض ہند پریس سے شائع ہوتا رہا اور پھر 1898ء کے آغاز میں قادیان منتقل ہوگیا۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 641)

❁..... 31/اکتوبر 1902ء میں بابو محمد فضل صاحب آف مشرقی افریقہ اور ڈاکٹر فیض علی صاحب کی کوشش سے **ہفت روزہ البدر** شائع ہوا۔ جو القادیان کے نام سے جاری ہوا مگر بعد میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا نام بدل کر البدر رکھ دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 221)

الحکم اور البدر کی افادیت

❁..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 دسمبر 1902ء کو قادیان کے اخبارات الحکم اور البدر کی نسبت فرمایا:

”یہ بھی وقت پر کیا کام آتے ہیں الہامات وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعے سے شائع ہو جاتے ہیں ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپتے بھی کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔“ (البدر 2 جنوری 1903ء صفحہ 74)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”یہ اخبار ہمارے دو بازو ہیں الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے اور گواہ بنتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 292)

اخبار الفضل کا اجراء

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے 18 جون 1913ء سے اخبار الفضل جاری فرمایا۔ یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے تجویز فرمایا تھا۔ اخبار الفضل قادیان کے بعد لاہور میں بھی شائع ہوتا رہا اور پھر 31 دسمبر 1954ء سے ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 ص 444)

الفضل کی ضرورت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ الفضل کے اجراء کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بدر اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا۔ الحکم اوّل تو ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا..... اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے، ان کی سستی کو جھاڑے، ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔

(یادایام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ نمبر 369)

❁..... حضرت مصلح موعودؓ کے لازوال اور عظیم کارناموں میں سے ایک عظیم کام جماعت احمدیہ کے ترجمان کے طور پر ایک عظیم اخبار الفضل کا اجراء تھا۔

خلافت اولیٰ کے آغاز سے ہی منکرین خلافت کی طرف سے ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور بڑھتا ہی جا رہا تھا اور منکرین خلافت دن رات خلافت کے اختیارات کو کم کرنے کی سازشوں میں مصروف تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے آپ کے حقیقی مقام اور حوالہ کے بغیر دین اسلام کو پیش کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ چنانچہ ان حالات میں عین وقت کی ضرورت پر آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے سلطان نصیر کے طور پر کھڑے ہوئے اور یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا یعنی اخبار الفضل کا اجراء فرمایا۔

❁..... الفضل کے اجراء سے قبل حضرت مصلح موعودؓ نے استخارہ بھی کیا اور دعاؤں سے اجراء فرمایا۔ چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں:۔

”اس بات کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے کہ کن کن دعاؤں اور استخاروں کے بعد ہم نے الفضل کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔“

(الفضل 15/اکتوبر 1913ء)

❁..... الفضل ایک ایسا اخبار ہے جس کے آغاز سے قبل استخارہ اور دعائیں کی گئی تھیں اور اس **عظیم اخبار کا نام بھی الہامی تھا۔**

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا: ”مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ الفضل نام رکھو“۔

(الفضل 19 نومبر 1914ء ص 3)

چنانچہ حضرت مصلح موعود نے اس بات کا یوں اظہار فرمایا کہ ”اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام الفضل فضل ہی ثابت ہوا“۔ (انوار العلوم جلد 8 صفحہ 371)

الفضل اور ہماری ذمہ داری

اس وقت دنیا میں بہت سے اخبارات ہیں مگر اس مقام اور مرتبہ اور اہمیت کا حامل کوئی اخبار نہیں ہے۔ ایسا اخبار جس کے اجراء سے قبل استخارے کئے گئے دعائیں کی گئیں اور جس کا نام بھی الہامی ہے۔ چنانچہ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس اخبار کے مطالعہ کی کیا اہمیت ہے اور ہم اس سے کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خلفاء احمدیت ہمیں وقتاً فوقتاً اس کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس روحانی مائدہ سے خود بھی سیر ہوں اور اپنی اولاد کو بھی سیر کریں۔

مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آجاتی ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

”ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو اپنے آپ کو ارسطو اور افلاطون کا بھائی سمجھتے ہیں انہیں توفیق بھی ہوتی ہے اور اخبار کی خریداری کی استطاعت بھی رکھتے ہیں مگر جب کہا جاتا ہے کہ آپ الفضل کیوں نہیں خریدتے تو کہہ دیتے ہیں اس میں کوئی ایسے مضامین نہیں ہوتے جو پڑھنے کے قابل ہوں۔ ان کے نزدیک دوسرے اخبارات میں ایسے مضامین ہوتے ہیں جو پڑھے جانے کے قابل ہوں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتیں کہ وہ انہیں سنیں اور ان کے پڑھنے کیلئے اخبار خریدیں ایسے لوگ یقیناً وہمی ہوتے ہیں اور ان میں قوت موازنہ نہیں پائی جاتی۔

میرے سامنے جب کوئی کہتا ہے کہ الفضل میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے خریدا جائے تو میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آجاتی ہیں آپ کا علم چونکہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو اس میں کوئی بات نظر نہ آتی ہو۔

ہماری اخباری زندگی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے حالانکہ یہ اشاعت کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں اشاعت کے مراکز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہئے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر اخبارات کے متعلق ہماری جماعت کی وہی حالت ہو جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تھی تو اخبار الفضل کے روزانہ ہونے کے باوجود کم از کم پانچ ہزار خریدار پیدا ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے دوستوں کے اندر وہی روح پیدا ہو جائے کہ وہ کہیں ہم نے بہرحال اخبار خریدنا ہے چاہے ہمیں پڑھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

اگر یہ لوگ اپنے اندر زندگی کی حقیقی روح پیدا کریں اور عورتوں اور بچوں اور ان لوگوں کو نکال بھی دیا جائے جو انتہائی غربت کی وجہ سے کسی اخبار کے خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم بیس ہزار لوگ یقیناً ہماری جماعت میں ایسے موجود ہیں جو سستا یا مہنگا کوئی نہ کوئی اخبار خرید سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اس طرف توجہ نہیں کی جاتی اور ان کا نفس یہ عذر تراشنے لگ جاتا ہے کہ اور چندوں کی کثرت کی وجہ سے ہم اخبار نہیں خرید سکتے حالانکہ اس قسم کے چندے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں بھی تھے اور گو اس وقت عام چندہ کم تھا مگر ایسے مخلص بھی موجود تھے جو اپنا تمام اندوختہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے“۔

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 543)

اخبار قوم کی زندگی کی علامت

آپ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:۔

”اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے“۔

(روزنامہ الفضل 31 دسمبر 1954ء)

ہر گھر میں الفضل پہنچے

الفضل کے حوالہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مورخہ 27 جنوری 1967ء کو جلسہ سالانہ ربوہ کے خطاب میں فرمایا:

”سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو۔ ابھی جماعت کے حالات ایسے ہیں کہ شاید ہر گھر میں الفضل نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جماعت کے حالات ایسے نہیں کہ ہر گھر اس سے فائدہ بھی نہ اٹھا سکے۔ اگر ہر جماعت میں الفضل پہنچ جائے اور جو بڑی جماعت ہے اور اس کے آگے کئی حلقے ہیں اس کے ہر حلقہ میں الفضل پہنچ جائے اور الفضل کے مضامین وغیرہ دوستوں کو سنائے جائیں تو ساری جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ خصوصاً خلیفہ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں۔ خصوصاً میں نے اس لئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ بنایا ہے۔

پس الفضل کی اشاعت کی طرف جماعت کو خاص توجہ دینی چاہئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو الفضل خریدنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک وہ آواز پہنچنی چاہئے جو مرکز کی طرف سے اٹھتی ہے اور خلیفہ وقت جو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ ہے اس کی طرف آپ کے کان ہونے چاہئیں اور اس کی طرف آپ کی آنکھیں ہونی چاہئیں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اسلام جلد تر غالب ہو جائے“۔ (روزنامہ الفضل 28 مارچ 1967ء)

الفضل جماعت کا اخبار

اخبار الفضل کی اہمیت کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماع انصاراللہ UK سے خطاب کرتے ہوئے 4/اکتوبر 2009ء کو فرمایا:

”حضرت مصلح موعود نے ایک مرتبہ فرمایا کہ الفضل جماعت کا اخبار ہے۔ لوگ وہ نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں کون سی نئی چیز ہوتی ہے، وہی پرانی باتیں ہیں۔ حضرت مصلح موعود جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بتایا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ شائد ایسے پڑھے لکھوں کو یا جو اپنے زعم میں پڑھا لکھا سمجھتے ہیں کوئی نئی بات الفضل میں نظر نہ آتی ہو اور وہ شائد مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہوں لیکن مجھے تو الفضل میں کوئی نہ کوئی نئی بات ہمیشہ نظر آجایا کرتی ہے“۔ (انوار العلوم جلد 14 ص 546,545)

(بحوالہ الفضل 28 جنوری 2010ء)

قیمتی سرمایہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے‘‘۔

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل کے پہلے شمارے میں یہ دعا فرمائی۔آپ لکھتے ہیں:۔

’’خدا کے نام اور اس کے فضلوں کے احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت وتوفیق چاہتے ہوئے الفضل جاری کرتا ہوں۔ ..... میرے حقیقی مالک میرے متولی تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسول کے نام کے بلند کرنے اور تیرے مامور کی سچائیوں کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے یہ ہمت میں نے کی ہے۔ ..... اے میرے مولیٰ اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی راستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا‘‘۔ آمین

الفضل کی قدر و قیمت

حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل کے مطالعہ اور اس کی قدر و قیمت کا متعدد بار ذکر کیا۔فرماتے ہیں:

’’آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے‘‘۔ (الفضل 28 مارچ 1946ء)

اخبار منگوالیا کریں

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نومبائع ڈپٹی کلکٹر کو مکتوب میں فرمایا:۔

’’**سلسلہ کے حالات کی واقفیت کے لئے قادیان کا کوئی اخبار منگوایا کریں۔ اس سے تازگی ہوتی ہے۔** وہاں کی جماعت کے لوگوں سے ملتے رہیں۔انسان کی زندگی کا واقعہ میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا بہت ہیں جو آخری وقت اپنے نفس کو بے فائدہ ملامت کرتے ہیں۔ پھر اس وقت واپس لوٹنا مشکل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو‘‘۔

(الفضل 18 مئی 1918ء)

الفضل خرید کر پڑھنے کی تحریک

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

’’میرے سامنے جب کوئی کہتا ہے کہ الفضل میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے خریدا جائے تو میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آجاتی ہیں آپ کا علم چونکہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو اس میں کوئی بات نظر نہ آتی ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل کی کھڑکی بند ہوجائے تو اس میں کوئی نور کی شعاع داخل نہیں ہوسکتی پس اصل وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اپنے دل کا سوراخ بند ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا۔

اس سستی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اخباری زندگی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے حالانکہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں اشاعت کے مراکز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہئے‘‘۔

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 543)

ہر گھر میں الفضل پہنچے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو۔ابھی جماعت کے حالات ایسے ہیں کہ شاید ہر گھر میں الفضل نہیں پہنچ سکتا۔لیکن جماعت کے حالات ایسے نہیں کہ ہر گھر اس سے فائدہ بھی نہ اٹھا سکے۔اگر ہر جماعت میں الفضل پہنچ جائے اور الفضل کے مضامین وغیرہ دوستوں کو سنائے جائیں تو ساری جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ خصوصاً خلیفۂ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں‘‘۔

(روزنامہ الفضل 28 مارچ 1967ء)

الفضل میں کام کرنے کے لئے ہدایات

حضرت مصلح موعودؓ نے محترم خواجہ غلام نبی صاحب کے نام اپنے ہاتھ سے ایک خط میں تحریر فرمایا:

چونکہ خدا تعالیٰ نے میرے سپرد بہت بڑا کام کیا ہے اور میں اب الفضل کو ایڈٹ کرنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا اس لئے چاہتا ہوں کہ کچھ نوجوانوں کو اس کام کے لئے تیار کروں اور ان کے سپرد یہ کام کردوں جو میں خود کیا کرتا تھا..... اس کے لئے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

1۔کم از کم قرآن کریم کا ترجمہ آنا ضروری ہے اور صحاح ستہ پر عبور ہونا چاہئے۔

2۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پر عبور ہونا چاہئے۔

3۔غیر مذاہب کی مذہبی کتب کی واقفیت ہونی چاہئے۔

4۔خلیفہ وقت کی اطاعت اور اس سے وابستگی لازمی چیز ہے۔

5۔حکومت وقت کی اطاعت ضروری ہے۔

6۔احمدیت کے لئے اخلاص اور ہر قسم کی قربانی کرنے کا جذبہ ہونا چاہئے۔

(روزنامہ الفضل 18 جون 2011ء)

الفضل کے متعلق مختصر اور اہم معلومات

- 18 جون 1913ء ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں شائع ہوا۔آپ ہی اس کے پروپرائٹر پرنٹر اور پبلشر تھے۔
- الفضل کے ابتدائی دنوں میں بہت سی اہم شخصیات نے مالی قربانی پیش فرمائی،حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی حرم اوّل نے زیور عطا کئے۔ یہ زیور حضور نے خود لاہور جا کر پونے پانچ سو روپے میں فروخت کئے۔ یہ الفضل کا ابتدائی سرمایہ تھا۔الفضل کے لئے قربانی دینے والوں میں دوسرا وجود حضرت اماں جان کا تھا آپ نے اپنی زمین فروخت کر کے ایک ہزار روپے الفضل کے لئے عنایت کئے۔تیسرا وجود حضرت نواب محمد علی خان صاحب کا ہے جنہوں نے کچھ نقدی اور زمین دی جو 13 سو روپے میں فروخت ہوئی۔
- 28 مارچ 1914ء کو الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہونے لگا۔
- 8 مارچ 1935ء کو الفضل روزنامہ ہوگیا۔
- 26 مارچ 1935ء کو الفضل کے صفحات 8 کر دیئے گئے۔
- 1939ء آغاز سے آخر 1939ء تک الفضل پر 3 مقدمات بنائے گئے۔
- 15 ستمبر 1947ء کو لاہور سے روزنامہ الفضل کا اجرا ہوا۔اس دوران الفضل قادیان سے بھی جاری تھا۔
- 17 ستمبر 1947ء کو الفضل کا آخری پرچہ قادیان سے شائع ہوا۔
- 26 دسمبر 1950ء کو الفضل نے سالانہ نمبر شائع کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔
- 27 فروری 1953ء کو روزنامہ الفضل کو حکومت نے ایک سال کے لئے بند کر دیا۔
- 15 مارچ 1954ء کو الفضل ایک سال کے جبری تعطل کے بعد دوبارہ لاہور سے شروع ہوا۔
- 31 دسمبر 1954ء سے الفضل ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے شائع ہونے لگا۔الفضل کا دفتر دارالرحمت غربی ربوہ میں تھا۔
- 12 دسمبر 1984ء کو الفضل پر حکومت نے پابندی لگادی۔
- 28 نومبر 1988ء کو الفضل 3 سال 11 ماہ 9 دن کے بعد دوبارہ جاری ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خاص پیغام بھجوایا۔دفتر الفضل جدید پریس ربوہ کی عمارت میں منتقل ہوا۔
- 25 مارچ 1989ء کو الفضل نے احمدیہ صد سالہ جشن تشکر نمبر شائع کیا۔
- 1988ء تا 2005ء الفضل کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف 100 کے قریب مقدمات درج کئے گئے۔
- 21 جون تا 20/اگست 1990ء الفضل پر پھر پابندی لگادی گئی۔

7 جنوری 1994ء کو لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ آغاز ہوا۔مکرم چوہدری رشید احمد صاحب مرحوم اس کے پہلے ایڈیٹر تھے۔ مارچ 1994ء سے مکرم نصیر احمد قمر صاحب اس کے ایڈیٹر اور مینیجر کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے ہیں۔

- 7 فروری تا 8 مارچ 1994ء الفضل کے ایڈیٹر نسیم سیفی صاحب، پبلشر و مینیجر آغا سیف اللہ صاحب اور پرنٹر قاضی منیر احمد صاحب گرفتار رہے۔
- 3/اکتوبر 2002ء کو الفضل انٹرنیٹ پر میسر ہوگیا۔تازہ ترین شمارہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔
- 6 تا 10/اگست 2005ء ضیاء الاسلام پریس ربوہ حکومت پاکستان کی طرف سے بند ہونے کی وجہ سے الفضل شائع نہیں ہوا۔

روزنامہ الفضل کے ایڈیٹرز

(1) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی (18 جون 1913ء تا 20 مارچ 1914ء)

(2) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ (21 مارچ 1914ء تا 27/اگست 1914ء)

(3) حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحبؓ (28/اگست 1914ء سے)

(4) حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی (12 جنوری 1916ء تک)

(5) حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلال پوری (13/جنوری 1916ء سے)

(6) حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب (3 جولائی 1916ء تک)

(7) محترم خواجہ غلام نبی صاحب (4 جولائی 1916ء سے 17 نومبر 1946ء تک)

(8) محترم روشن دین تنویر صاحب (18 نومبر 1946ء سے 3 مئی 1971ء تک)

(9) محترم مسعود احمد صاحب دہلوی (4 مئی 1971ء سے 27 نومبر 1988ء تک)

(10) محترم نسیم سیفی صاحب (28 نومبر 1988ء سے 10 مارچ 1998ء تک)

(11) محترم عبدالسمیع خان صاحب (11 مارچ 1998ء تاحال)

روزنامہ الفضل کے مینیجرز

(1) حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب (8 جولائی 1913ء تک)

(2) محترم مرزا عبدالغفور بیگ صاحب (9 جولائی 1913ء سے)

(3) محترم خواجہ غلام نبی صاحب

(4) محترم رحمت اللہ شاکر صاحب ستمبر 1927ء تا 1950ء الفضل سے منسلک رہے۔

(5) محترم چوہدری عبدالواحد صاحب (48-1947ء)

(6) محترم عبداللہ اعجاز صاحب (1954ء تک)

(7) محترم ملک محمد عبداللہ صاحب (1954ء تا 1955ء)

(8) محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب (دسمبر 1955ء تا 1960ء)

(9) محترم گیانی عباد اللہ صاحب (1960ء تا 30 جون 1984ء)

(10) محترم آغا سیف اللہ صاحب (یکم جولائی 1984ء تا ستمبر 2006ء)

(11) محترم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب (اکتوبر 2006ء تا 31 مارچ 2010ء)

(12) محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب (یکم اپریل 2010ء تاحال)

روزنامہ الفضل کے پبلشر اور پرنٹرز

☆حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی ۔ پرنٹر و پبلشر (یکم جنوری 1947ء تا 4 جنوری 1950ء)

☆محترم مسعود احمد صاحب۔ پرنٹر (5 جنوری 1950ء تا 30 جون 1973ء)

☆محترم مسعود احمد صاحب۔ پبلشر (5 جنوری 1950ء تا 30 جولائی 1989ء)

☆محترم سید عبدالحی صاحب۔ پرنٹر (یکم جولائی 1973ء تا 10 جنوری 1989ء)

☆محترم قاضی منیر احمد صاحب۔ پرنٹر (11 جنوری 1989ء تا 9 مئی 2004ء)

☆محترم آغا سیف اللہ صاحب۔ پبلشر (یکم اگست 1989ء تا 2 دسمبر 2006ء)

☆محترم سلطان احمد ڈوگر صاحب ۔ پرنٹر (10 مئی 2004ء تا 3 دسمبر 2006ء)

☆محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب۔ پرنٹر و پبلشر (4 دسمبر 2006ء تا حال)

اے اللہ! لوگوں کے دلوں میں الہام کر

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے الفضل کے پہلے پرچہ میں اس کے مقاصد اور ان کی قبولیت کے لئے دعائیں تحریر فرمائیں اور فرمایا:

’’اے میرے مولا اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تُو آپ ہی رستہ دکھا۔ **لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔** اس سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو‘‘

(الفضل 18 جون 1913ء صفحہ 3)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ کینیڈا 2013ء

❁.....ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کی طالبات اور طلباء کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ الگ الگ نشستیں۔مختلف موضوعات پر طالبات اور طلباء کی Presentations اور حضور انور کے ساتھ الگ الگ مجالس سوال و جواب۔ ❁..... انفرادی و فیملی ملاقاتیں۔ ❁.....نماز جنازہ۔

(کینیڈا میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ مرتبہ: عبدالماجد طاہر۔ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

24 مئی بروز بدھ 2013ء (حصہ دوم)

ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کی طالبات کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نشست

پروگرام کے مطابق ساڑھے چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد بیت النور میں تشریف لائے جہاں ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پروگرام شروع ہوا۔

تلاوت قرآن کریم عزیزہ باسمہ طارق صاحبہ نے کی اور اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی پیش کیا۔

اس کے بعد عزیزہ سارہ چوہدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پیش کی جس کا انگریزی ترجمہ حرہ باسط صاحبہ نے پیش کیا۔

حدیث کا جو حوالہ دیا گیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا اس کا حوالہ غلط بیان ہوا ہے۔ اصل احادیث سے دیکھ کر وہاں سے حوالے لیا کریں۔ ’’حدیقۃ الصالحین‘‘ ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم نے مرتب کی ہے انہوں نے ایک ہی حدیث کے دو تین حوالے اصل حدیث کی کتابوں سے لے کر ساتھ ہی دیئے ہیں تو وہاں سے اصل حوالہ دیکھ کر بیان کیا کریں۔ ورنہ غیر از جماعت لوگوں کو یہ تاثر ملتا ہے کہ اپنے پاس سے ہی حدیث بنالی ہے۔ پس جب آپ نے یہ احادیث بیان کرنی ہوں، غیروں کو سنانی ہوں یا پیش کرنی ہوں تو ہمیشہ اس کا اصل حوالہ دیا کریں۔ جو اس حدیث کا بنیادی ماخذ ہے اس کا حوالہ ہونا چاہئے۔

بعد ازاں عزیزہ فریال جنود صاحبہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

خوش الحانی سے پیش کیا۔

❁.....اس کے بعد پروگرام کے مطابق عزیزہ حارثہ محمود نے Islam and Astronomy (اسلام اور نظام فلکیات) کے موضوع پر اپنی Presentation دی۔

موصوفہ نے بتایا کہ دنیا میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے اپنے پیروکاروں پر علم حاصل کرنا لازمی قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً

مسلمان سائنسدانوں نے درج ذیل علوم میں بہت تحقیق کی ہے۔

1۔قبلہ کا رُخ۔ 2۔نمازوں کے اوقات۔ 3۔رمضان اور حج کے مہینے۔

المامون کے زمانہ میں مسلمان سائنسدان سب سے پہلے تھے جنہوں نے زمین کے حدود اربعہ اور سائز کا حساب لگایا۔

دمشق کے قومی میوزیم میں ابن الشاطر کا بنایا ہوا سن ڈائل (Sundial) ابھی تک محفوظ ہے۔ وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے سب سے قبل نظام شمسی کے علم کو متعارف کروایا اور بتایا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ موصوفہ نے بتایا کہ علم فلکیات کا علم حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تا کہ قرآن کریم کی سچائی ثابت ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے نومبر 1885ء میں کثرت سے گرنے والے شہب ثاقب کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی شہاب ثاقب گرے تھے۔ اس کا تعلق بھی علم فلکیات سے ہے۔

❁.....بعد ازاں عزیزہ نائلہ چوہدری اور ان کی ایک ساتھی نے Allah's Commandments Regarding Parda (پردہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام) کے عنوان پر اپنی Presentation دی۔ جس میں سورۃ نور کی آیت 32 کی تلاوت کی گئی اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد بتایا گیا کہ پردہ ہماری کامیابی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا درج ذیل اقتباس پیش کیا گیا۔

’’یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفّت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔ مَردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذّات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مَردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔ اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 134-135 مطبوعہ لندن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ علم حاصل کرنا مرد اور عورت پر فرض ہے تو اس کو مدنظر رکھ کر تعلیم کے میدان میں احمدی خواتین کو مثالی نمونہ بننا چاہئے اور پردہ کی رعایت رکھتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور ریسرچ میں جانا چاہئے۔ **دو احمدی خواتین کی مثال دی گئی جن میں سے ایک ڈاکٹر انتان سوی (Dr. Intan Suci Nurhafi) ہیں جو Ph.D. ہیں اور انہوں نے سمندر کی زندگی پر تحقیق کی ہے۔ دوسری ڈاکٹر امۃ المجید صاحبہ ہیں جنہوں نے فزکس میں تحقیق کی ہے۔**

اس Presentation کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ جو سب طالبات یہاں بیٹھی ہیں وہ یونیورسٹی کی طالبات ہیں؟ حضور انور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کچھ گیارہ اور بارہ گریڈ کی ہیں، کچھ کالجز کی ہیں اور کچھ یونیورسٹیز کی ہیں۔

اس کے بعد حضور انور نے دریافت فرمایا کہ ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کی کتنی طالبات ہیں جو سکارف لیتی ہیں۔ اس پر سب طالبات نے اپنے ہاتھ کھڑے کئے۔ حضور انور نے فرمایا ٹھیک ہے سب لیتی ہیں۔ سکارف یا حجاب لینے میں کوئی روک تو نہیں ہے؟

اس پر طالبات نے عرض کیا کہ کوئی روک نہیں ہے۔ حضور انور نے فرمایا ایسے ہی سکارف لیتی ہو جیسے اب لیا ہوا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر میک اپ نہ کیا ہو تو اس طرح لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کیا سکولوں میں یونیفارم کے ساتھ سکارف پہن سکتے ہیں تو انتظامیہ نے بتایا کہ سکولوں میں تو یونیفارم نہیں ہوتے لیکن پرائیویٹ اور کیتھولک سکولوں میں یونیفارم ہوتے ہیں لیکن سکارف کی پابندی کہیں نہیں ہے۔

حضور انور کے استفسار پر بتایا گیا کہ آج اس پروگرام میں صرف کیلگری کی ہی نہیں بلکہ صوبہ برٹش کولمبیا، البرٹا، سسکاچوان اور مینی ٹوبا سے آنے والی طالبات شامل ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت ہر ایک طالبہ سے تعارف حاصل کیا اور پڑھائی کے بارہ میں دریافت فرمایا۔

طالبات کے ساتھ مجلس سوال جواب

❁.....**ایک طالبہ کے سوال پر حضور انور نے فرمایا** کہ اکاؤنٹنگ وغیرہ تو آسان مضمون ہے میڈیسن کر و یا کوئی اور مضمون اور جو وقف نو نہیں ہیں ریسرچ میں جا سکتی ہیں۔ ہماری ایک ڈاکٹر ہیں جو Big Bang کا سوئٹزرلینڈ میں تجربہ کر رہی ہیں اور وہ خاتون ہیں انہوں نے امریکہ میں Ph.D کیا ہوا ہے۔ وہ پردہ میں رہتی ہیں اور میرے خیال میں شاید وہاں نائب صدر لجنہ بھی ہیں اس لئے ظاہر ہے پردہ میں رہتی ہوں گی۔

❁.....**ایک طالبہ نے سوال کیا کہ میں نے ایک ڈاکومنٹری (Documentary) دیکھی تھی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ دماغ کے بہت سے حصے ہوتے ہیں اور ان کا کوئی نہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور کوئی نہ کوئی فنکشن ہوتا ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ دماغ کا مذہب سے کیا تعلق ہے؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مذہب تو ایک ایسی چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے وہ نیک فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے مگر اس کی فطرت کو اس کا ماحول، اس کا معاشرہ اس کا Atmosphere بدل رہا ہوتا ہے۔ جو مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اُس کو اسلام کی باتیں پہنچتی رہیں گی، جو ہندو کے گھر میں پیدا ہوا ہے اس کو ہندومت کی باتیں پہنچتی رہیں گی اور جو عیسائی ہے اس کو عیسائیت کی باتیں پہنچتی رہیں گی اور جو یہودی ہے اُس کو یہودیت کی باتیں پہنچتی رہیں گی اور جو لامذہب ہیں وہ اسے کچھ بھی نہیں پہنچائیں گے۔ جو دہریے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے رہیں گے۔ اب دنیا کی باون فیصد آبادی دہریہ ہو گئی ہے۔ اس لئے اکثریت جو تھی وہ عیسائی تھی اور عیسائیت نے اب دیکھ لیا ہے کہ دو ہزار سال ہو گئے ہیں ان کا خدا نیچے آ ہی نہیں رہا۔ تو آہستہ آہستہ مذہب کے بارہ میں اُن کا عقیدہ بدل گیا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اب پریکٹیکل یا اصل مذہب جو اپنی تعلیمات کے لحاظ سے رہ گیا ہے وہ اسلام ہے۔ لیکن اس میں بھی مُلّاں نے اتنا دخل دے دیا ہے کہ اس کو بالکل Distort کر کے، بدل کر رکھ دیا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے تھے تا کہ مذہب کی اور قرآن کریم کی صحیح تصویر دنیا کو بتائیں۔ مذہب یہ نہیں ہے کہ اسے دماغ کے کسی خانہ میں بچہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔(الذاریات:57) میں نے جنّ و انس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کو جاننا ہی عبادت ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ Psychologist یہ کہتے ہیں کہ اس خانہ میں مذہب ہے اور اس خانہ میں دنیا ہے۔ یہ کہنا کہ انہوں نے مذہب کا خانہ خالی کر دیا ہے اس لئے وہ دنیا دار ہو گئے درست نہیں ہے۔ باقی بچہ نیک فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کو مذہب کے ماحول میں رکھیں تو مذہبی بن جائے گا اور اگر غیر مذہب کے ماحول میں رکھیں تو غیر مذہبی بن جائے گا۔ زندگی کا بنیادی مقصد جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وہ عبادت ہے۔ اور عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب آدم پیدا ہوا تو شیطان نے کہا کہ میں ہر راستہ پر کھڑا ہو جاؤں گا اور دنیا کی اکثریت کو ورغلاؤں گا اور مذہب کے اور اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں آنے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ٹھیک ہے تم نے جو کرنا ہے کرو میں نے دونوں راستے کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ یہ مذہب کا راستہ ہے اور یہ

شیطان کا راستہ ہے اور کہا کہ اگر تم ورغلاؤ گے اور اکثریت تمہارے ساتھ جائے گی تو مذہب سے ہٹ جائے گی اور اپنی پیدائش کا مقصد پورا نہیں کرے گی جس کے لئے انسان کو بنایا گیا ہے۔تو اس پر اپنی ریسرچ کرو، پڑھو اور پھر ان Documentaries بنانے والوں کو چیلنج کرو۔

.....ایک طالبہ نے سوال کیا کہ میں Mathematics میں بی ایس سی کر رہی ہوں اور اسی میں ماسٹرز کا ارادہ ہے۔حضور کا اس بارہ میں کیا خیال ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ضرور کریں اور اتنا کریں کہ پھر یہ ثابت کریں کہ خدا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی ثابت کیا ہے کہ خدا ہے۔ اپنی ریسرچ Theoretical Physics میں کرو۔

.....پھر ایک طالبہ نے سوال کیا کہ میں نے Astrophysics میں بیچلر کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے کہ میں Space Physics میں اس کو آگے جاری رکھوں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے طالبہ سے دریافت فرمایا کہ کیا اس میں صرف یہی ایک مضمون ہے۔ تو بتایا گیا کہ فزکس، میتھ اور Astronomy تینوں ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: Astronomy پڑھو۔اب تو کہتے ہیں کہ Space بہت وسیع ہوگئی ہے اور اس میں لاکھوں Galaxies ہیں۔تو آپ اپنی ریسرچ میں جہاں تک پہنچ سکتی ہیں، پہنچ کر دکھائیں۔ Galaxies پر ریسرچ کریں۔

پھر طالبہ نے عرض کیا کہ حضور سورج کے بارہ میں ابھی مزید ریسرچ ہو رہی ہے۔ ہماری کیلگری کی یونیورسٹی میں اس کا ایک سپیشل سولر ڈیپارٹمنٹ ہے جو مکمل سٹڈی کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپ کے اپنے سولر سسٹم پر اس پر بہت سی ریسرچ ہو بھی چکی ہے اور مزید بھی ہو رہی ہے۔ ریسرچ کرنی ہے تو دوسرے Planets وغیرہ کو بھی دیکھیں۔

طالبات کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یہ کلاس ساڑھے سات بجے تک جاری رہی۔ کلاس کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت طالبات کو قلم عطا فرمائے۔

ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نشست

اس کے بعد پروگرام کے مطابق ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ پروگرام شروع ہوا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم قاسم چوہدری نے کی اور اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ عزیزم منیب علی نے پیش کیا۔

اس کے بعد عزیزم لبیب جنود نے حضرت اقدس مسیح موعود کا منظوم کلام ؎

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

خوش الحانی کے ساتھ پیش کیا۔

اس نظم کا انگریزی ترجمہ عزیزم ساجد محمود نے پیش کیا۔

بعد ازاں مکرم محسن کامران صاحب نے اس پروگرام کے حوالے سے ایک تعارفی ایڈریس پیش کیا۔

.....اس کے بعد پہلی Presentation عزیزم اکبر علی نے Evolution (مخلوق کا ارتقاء) کے عنوان پر دی اور قرآن کریم کی آیات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم نے ہمیں پندرہ سو سال قبل بتا دیا ہے کہ زندگی کی تخلیق میں اور زندگی کی بقا میں پانی کی کس قدر اہمیت ہے۔قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ زندگی کی ابتدا کھنکنے والی مٹی سے ہوئی اور موجودہ سائنسی تحقیقات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے تخلیق حیات کے ارتقائی دَور کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ مختلف مخلوقات کے بغور مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ یہ مخلوقات محض اتفاق کا نتیجہ ہیں بلکہ ان کی تخلیق اور رہن سہن میں کامل صناعی کا نمونہ نظر آتا ہے۔اس ضمن میں موصوف نے شہد کی مکھی کی مثال کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔

.....اس کے بعد عزیزم قاسم میاں نے OSM and Infection Response کے عنوان پر اپنی Presentation دی اور انسانی جسم میں پنہاں OSM کیمیکل کے بارہ میں بتایا۔موصوف نے بتایا کہ وہ انفیکشن اور سوجن کے پیچھے موجود مختلف کیمیکلز کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے خاص طور پر OSM نامی کیمیکل پر تحقیق کی ہے۔ان کی تحقیق کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ واقعی OSM کا انفیکشن اور انفلیمیشن میں خاص کردار ہوتا ہے۔

پریزنٹیشن کے بعد حضور انور نے دریافت فرمایا کہ OSM میں ''M'' کس چیز کا قائمقام ہے۔جس کے جواب میں موصوف نے عرض کیا کہ یہ غالباً جس وقت یہ کیمیکل دریافت ہوا تھا اس سے تعلق رکھتا ہے۔اس پر حضور انور نے فرمایا کہ یعنی ریسرچ اس وقت ابتدائی مراحل میں ہے۔

.....بعد ازاں ڈاکٹر کوکب امتیاز احمد اعوان صاحب نے Sleep Apnea یعنی رات کو سوتے ہوئے سانس لینے میں تکلیف کے موضوع پر پیش کی اور بتایا کہ Sleep Apnea ایک ایسی حالت ہے جس میں مریض رات کو ٹھیک سو نہیں سکتا اور بہت مشکل سے سانس لیتا ہے۔اس کی وجہ موٹاپا ہے اور جنوبی امریکہ میں تقریباً پندرہ ملین لوگ اس بیماری کا شکار ہیں۔اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ میں پندرہ ملین لوگ موٹاپے کا شکار ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے ڈاکٹر آجکل اسی فیلڈ میں تخصص کر رہے ہیں اور یہ بہت ہی فائدہ مند کاروبار بن گیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا اس بیماری کی وجہ کیا ہے؟ جس پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک موٹاپا بھی ہے۔

حضور انور نے دریافت فرمایا تو کیا اس بیماری میں ساری رات نیند ہی نہیں آتی۔ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جسم تو سو جاتا ہے مگر اس حالت میں دماغ نہیں سو سکتا۔جس کی وجہ سے سونے کے باوجود تھکاوٹ، ڈپریشن اور مزید مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔تو ایسے لوگوں کے ڈرائیونگ حادثات زیادہ ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے ایسے مریضوں پر ڈرائیونگ کی پابندی لگائی جاتی ہے۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کس طرح یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون اس بیماری میں گاڑی نہیں چلا سکتا۔اس پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جس کسی میں اس مرض کی تشخیص ہو جائے اسے گاڑی چلانے سے روکا جاتا ہے۔فی الحال یہ صوبائی درجہ پر ہو رہا ہے اور جس کسی میں اس مرض کی تشخیص ہو جائے تو حکومتی اداروں کو مطلع کر دیا جاتا ہے۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ جن کو یہ بیماری ہے کیا ان میں دل کی بیماری کے امکانات زیادہ ہیں۔ نیز حضور انور نے فرمایا کیا یہ بھی ریسرچ کی ہے کہ ان میں خدا کو ماننے والے کتنے ہیں اور نہ ماننے والے کتنے ہیں۔یعنی یہ دیکھا جائے کہ مذہب پر عمل کرنے والے کتنے ہیں اور دہریہ، مذہب پر نہ عمل کرنے والے کتنے ہیں۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ دہریوں میں یہ بیماری لمبی اور دیرپا ہوتی ہے۔اس پر حضور انور نے فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ ٹھیک ہے نا کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ بس نمازیں پڑھو اور اللہ کو یاد کرو۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپ خود بھی اپنے آپ کو پیش کریں۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ پر لیکچر دیں۔

حضور انور کے دریافت فرمانے پر ڈاکٹر کوکب اعوان صاحب نے بتایا کہ انہوں نے رومانیہ سے MBBS کیا ہوا ہے اور وہ امیر صاحب کینیڈا کی ہدایت پر ملک ایکواڈور اور بولیویا بھی گئے تھے تا کہ وہاں جائزہ لیا جا سکے کہ جماعت یہاں کیا طبی خدمات بجا لا سکتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ سپیشلائز کر لیں تو ربوہ میں طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ بھی جائیں۔

طلباء کے ساتھ مجلس سوال و جواب

اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

.....ایک طالب علم نے سوال کیا کہ آجکل دنیا کا مالی نظام سود پر چلتا ہے تو ہم اسلام کی تعلیم کو کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: بات یہ ہے کہ جو یہ سارا سسٹم ہے ایک لحاظ سے تو سود پر مبنی ہے کہ بینک کسی کو قرضہ دیتا ہے اور پھر جب واپس لیتا ہے تو اس میں سود رکھا ہوتا ہے۔لیکن یہ جو موجودہ اقتصادی نظام ہے، اس میں جب کاروبار خراب ہو جاتا ہے تو دیوالیہ کا اعلان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنا قرض واپس دینے کے ذمہ دار نہیں رہتے۔ اگر اثاثہ جات ہیں تو پیسہ واپس کر دیں گے۔ اگر اتنا سرمایہ نہیں ہے تو عدالت حکم دے دیتی ہے کہ قرضہ معاف ہو جائے۔اس لئے یہ وہ نظام نہیں ہے جس طرح سود کا نظام ہے۔اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ یہ جو بینکنگ کا نظام ہے اس میں کچھ چیزیں ایسی زیر و زبر ہو چکی ہیں اور سارا نظام ڈسٹرب ہو چکا ہے کہ اس کو کچھ کر نہیں سکتے۔ اس میں مزید اجتہاد کی ضرورت ہے۔اس اجتہاد کے لئے کچھ عرصہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ میں نے بھی اس میں مزید کچھ لوگ ڈالے جو فائنانس کے ماہر ہیں۔ وہ کمیٹی ابھی اس پر غور ہی کر رہی ہے۔ابھی تک ان کا جواب نہیں آیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پہلے یہ سارا نظام سود کا تھا کہ آپ نے قرضہ کسی سے لیا ہے اور قرضہ دینے والا اس کا سود کا ریٹ پہلے بڑھاتا ہے اور اس کی سمجھ ہی نہیں آتی کہ پہلے 10 فیصد سود ہے تو دو سال کے بعد 80 فیصد یا سو فیصد ہو جاتا ہے۔اور پھر اگر آپ نہیں دے رہے تو بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ جس نے قرض لیا ہوتا ہے اس کی استطاعت ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس کو واپس کر سکے۔اس لئے ایسا سود بالکل اور چیز ہے اور بینک کا سُود اور چیز ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آپ نے گھر کی بات کی ہے کہ گھر خریدنا ہے۔اگر آپ مارگیج [Mortgage] پر گھر لیتے ہیں اور اس گھر میں خود رہنا ہے تو وہ آپ کیلئے جائز ہے۔لیکن ویسے اگر آپ کرائے کا گھر لیتے ہیں اور کرایہ مارگیج کے برابر ہوتا ہے۔تو وہ آپ کے لئے اس لئے جائز ہے کہ اس گھر میں رہتے ہوئے یہی سمجھیں کہ آپ بینک کو کرایہ دے رہے ہیں اور ساتھ اس جائیداد کے مالک بھی بن رہے ہیں۔ کیونکہ ایک اس کا مخصوص حصہ آپ ڈاؤن پیمنٹ [down payment] کے طور پر آپ پہلے ہی دے چکے ہیں اور اپنی جائیداد بنتی چلی جا رہی ہے۔اس حد تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کاروبار کے لئے آپ real estate میں سرمایہ لگا رہے ہیں اور گھر بناتے ہیں اور کرایہ پر چڑھا دیتے ہیں تو یہ کاروبار ہے اور اس میں سود شامل ہے۔اور ابھی تک جماعت میں یہی تعامل ہے کہ وہ جائز نہیں۔اپنے رہنے کیلئے لے سکتے ہیں۔اس صورت میں قرضہ واپس کرنا کرایہ کے متبادل ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: باقی کاروباروں میں تو آج کل سود اتنا زیادہ ہے کہ پھر تو آپ کپڑے بھی نہیں پہنیں گے، ٹائی بھی نہیں لگائیں گے، کھانا بھی نہیں کھائیں گے کیونکہ ہر کاروبار میں سود شامل ہو چکا ہے۔تو ہر چیز میں بلا واسطہ سود شامل ہے۔ اسی لئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

.....ایک اور طالب علم نے سوال کیا کہ حضور جب اسکول میں تھے تو حضور کا پسندیدہ مضمون کون سا تھا؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میں تو پڑھائی میں اتنا اچھا نہیں تھا۔ بہرحال عملی طور پر مجھے زراعت پسند تھی، جو میں نے پڑھی تو نہیں لیکن آخر جب میں یونیورسٹی گیا تو میں نے deficiency courses کئے۔لیکن جتنا میں نے پڑھا تھا اس سے زیادہ میری عملی تعلیم تھی۔

.....ایک اور طالب علم نے سوال کیا کہ انسان نفسِ مطمئنہ کی حالت تک کیونکر پہنچ سکتا ہے اور اسے کیسے پتہ لگے گا کہ وہ اس مقام تک پہنچ چکا ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر آپ ہر وقت بے چین رہتے ہیں تو پتہ چل جائے گا کہ نفسِ مطمئنہ حاصل نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر آپ کی دعاؤں کی طرف توجہ رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہتی ہے۔ دنیاداری کی طرف توجہ زیادہ نہیں ہے اور اطمینان ہے تو سمجھیں آپ کا دل نفسِ مطمئنہ کی طرف جا رہا ہے۔اور اگر ہر چیز کی بے چینی ہے اور بے اطمینانی ہو رہی ہے تو پھر دعا کریں اور استغفار کریں۔

ایک اور طالب علم نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو فلم آئی تھی تو اس کا ہمیں کیا جواب دینا چاہئے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میں پہلے ایک کہانی سناتا ہوں۔کسی نے یوسف اور زلیخا کی لمبی چوڑی کہانی لکھی ہے۔ پوری ایک کتاب ہے۔جس زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی اس کی کہانی ہے۔اور ایک پنجابی میں لمبی چوڑی نظم کی صورت میں ہے۔کسی نے یہ کہانی اردو دان کے سامنے سنائی اور ساری رات وہ نظم پڑھتا رہا۔اور وہ بندہ بڑے غور سے ساری رات سنتا رہا۔تو جب صبح ہوئی تو وہ اردو دان نظم پڑھنے والے سے پوچھتا ہے کہ زلّے خان آدمی تھا کہ عورت تھی۔یعنی اس نے زلیخا کو زلّے خان بنا دیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تو آپ کو ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ کیا جواب دینا چاہئے۔ میں نے اس پر کئی خطبے دیئے، اس پر کئی پروگرام بنے، جماعت کو میں نے کہا کہ پمفلٹ تقسیم کریں، پیس کانفرنسز کریں، سیرت پر کانفرنسز کریں، سیمینارز کریں، AMSA (احمدیہ مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن) کو میں نے کہا کہ اپنی یونیورسٹیز میں سیمینار کریں، پچھلے دو سال سے میں بتا رہا ہوں۔ابھی تک آپ کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اپنے کالج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر پمفلٹ وغیرہ لے کر جائیں۔ وہاں طلباء کو دیں۔ پہلے خود بھی پڑھیں اور پھر جب کوئی بحث کرے تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق بتائیں۔

میں جتنے لیکچرز دیتا ہوں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا پہلو ضرور بیان کرتا ہوں۔ ابھی میں نے لاس اینجلیز امریکہ میں بھی ایڈریس کیا ہے اور میرا سارا لیکچر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وہ ہے جو امن اور محبت اور پیار کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے ان کو وہاں مثال دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ گزرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے صحابی نے کہا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ جا رہا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہودی انسان نہیں ہیں؟ تو یہ انسانیت کی خدمت ہے۔

امن قائم کرنے کے لئے، لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے، Service of humanity کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت سے پہلے میرا حلف الفضول کا ایک معاہدہ تھا جس میں لوگوں کی خدمت کیا کرتے تھے، غریبوں کی، ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔ اگر اب بھی مجھے نبوت کے دعوے کے بعد کوئی بلائے چاہے کافر ہی کوئی بلا رہا ہو یا کوئی بھی گروپ ہو تو میں اس میں ضرور شامل ہو جاؤں گا۔ پھر پرندوں پر آپ کا رحم ہے، انسانوں پر آپ کا رحم ہے، عورتوں پر رحم ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس لئے میں نے کہا تھا کہ Life of Muhammad جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ Introduction to the study of the Holy Quran کا جو آخری حصہ ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں بہت ساری چیزیں ہیں وہ پڑھیں۔ بہت بنیادی چیزیں ہیں، چھوٹی چھوٹی مختصر لکھی ہوئی ہیں۔ وہ انگریزی میں بھی لکھی ہوئی ہے اور اردو میں بھی۔ جس زبان میں پڑھ سکتے ہیں پڑھیں۔ اور لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر اسٹوڈنٹ کو پڑھنی چاہئے۔ اس کتاب کو آپ پڑھ لیں تو آپ کو سب سوالات کے جواب مل جائیں گے۔ اور پھر لوگوں سے debate کرتے ہوئے ان کو جواب بھی دیا کریں۔

۞.....ایک طالبِ علم نے سوال کیا کہ اسلام کا نام اس قدر بدنام ہو چکا ہے کہ ہم جب پمفلٹ بانٹنے جاتے ہیں تو وہ ہمارا نام سن کر کہ مسلمان اسلام کی تبلیغ کرنے آئے ہیں ہماری بات ہی نہیں سنتے۔

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: پہلے بتانے یا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہم کون لوگ ہیں۔ پمفلٹ کا ایسا جاذب قسم کا ٹائٹل بناؤ کہ وہ دیکھتے ہی آپ سے لے لیں۔ جب کھول کر اندر پڑھیں تو اسلام کی اصل تعلیم یعنی امن کے پیغام کا پتہ لگ جائے۔ یا اسی طرح مختلف قسم کے ٹائٹل بنا سکتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: امریکہ والوں نے خون کے عطیات جمع کرنے کی ایک مہم چلائی جس میں انہوں نے پچھلے سال میں دس ہزار خون کے بیگ اکٹھے کئے۔ اور اس سال اُن کا ٹارگٹ 25 ہزار کا ہے۔ اور وہ سارے امریکہ میں Muslim for Life کے نام سے بڑے اچھی طرح جانے جاتے ہیں اور کچھ لوگ انکار بھی کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: دوسرا آپ لوگوں کے تعلقات اچھے ہونے چاہئیں۔ آپ لوگوں کے میڈیا سے تعلقات اچھے ہونے چاہئیں۔ لوگوں سے بھی آپ کے تعلقات اچھے ہونے چاہئیں تا کہ جماعتی سطح پر آپ کو Coverage ملے۔ پھر اگر آپ یونیورسٹیز میں سیمینارز وغیرہ کر سکتے ہیں تو کریں۔ اپنا exposure زیادہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا بڑھائیں۔ انہیں اسلام کے بارے میں بتائیں۔

طالبِ علم نے عرض کی کہ ہم نے ایک پروگرام کیا تھا جس میں چھ سو کے قریب مہمان آئے تھے۔ اُن کو ہم نے کتاب Life of Muhammad دی تھی اور اس کے علاوہ سات World Peace Seminar منعقد کروائے تھے اور اُس میں مجموعی طور پر ٹوٹل آٹھ سو مہمان آئے تھے۔

حضور نے فرمایا کہ کینیڈا کی آبادی آٹھ سو تو نہیں بلکہ ملینز میں ہے۔ اس لئے وسیع پیمانہ پر فلائرز کی تقسیم کا کام ہونا چاہئے۔ پچھلے سال مختلف جگہوں پر خدام الاحمدیہ جرمنی نے تین لاکھ فلائرز تقسیم کئے ہیں۔ اس طرح آپ لوگ بھی اگر ہمت کرو تو ہو جائے گا۔

۞.....اسی طالبِ علم نے ایک اور سوال کیا کہ کس عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ مکمل ہو جانا چاہئے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب آپ میں اتنی عقل ہو کہ آپ اس کا احاطہ کر سکتے ہیں اور اسے سمجھ سکتے ہیں تو اس کو پڑھنا شروع کر دیں۔ اور آسان آسان کتابیں جو بعد کی ہیں وہ پہلے پڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو 1900ء سے پہلے کی کتابیں ہیں وہ ذرا مشکل ہیں۔ اردو تو آپ کو پڑھنی نہیں آتی۔ اور اگر اردو پڑھنی آتی ہے تب بھی وہ آپ کیلئے مشکل ہوں گی۔ ان ابتدائی کتب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا بعض دفعہ مشکل ہو جاتا ہے۔ تو جو 1900ء کے بعد کی کتابیں ہیں ان کو پڑھیں۔ مثلاً حقیقۃ الوحی ایک کتاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اس کو تین دفعہ پڑھو۔ ویسے تو ہر کتاب کا لکھا ہے کہ تین دفعہ پڑھو اگر پڑھ سکتے ہو لیکن حقیقۃ الوحی کے بارہ میں کہا ہے کہ اگر اس کو یاد کر لو تو آپ ہر ایک کو جواب دے دو گے۔

۞.....ایک اور طالب علم نے سوال کیا کہ میں نے کمپیوٹر سائنس میں ڈپلومہ کر لیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ جماعت کی خدمت کروں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ آپ جماعت کی باقاعدہ خدمت کرنا چاہتے ہیں؟ یا صرف پارٹ ٹائم خدمت کا وقت دینا چاہتے ہیں؟ تو اس طالبعلم نے عرض کیا کہ فی الحال پارٹ ٹائم، ٹریننگ کے لئے وقفِ عارضی کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ٹریننگ کے لئے تو آپ اپنے امیر صاحب کو لکھ کر دیں کہ اگر آپ سے کوئی کام لے سکتے ہیں تو لیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسی طالب علم سے فرمایا کہ آپ کی نظر بچپن سے کمزور ہے تو کمپیوٹر میں کس طرح کام کرتے ہیں۔ طالبِ علم نے عرض کی کہ اسکرین ریڈر ہے جو مدد کرتا ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر فی الحال جماعت کے پاس کام نہیں ہے تو آپ مزید تجربہ حاصل کریں۔ اور جب تعلیم فائنل ہو جائے تو بتائیں کہ مستقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۞.....ایک اور طالبِ علم نے سوال کیا کہ حضور اسلام میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں مگر مرد کو غیر مسلموں میں شادی کرنے کی اجازت ہے مگر عورت کو نہیں ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آپ تو مرد ہیں آپ کو کیا گلہ ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض ایسے مرد بھی ہوتے ہیں جو عورت کے اثر میں آ جاتے ہیں اور ہلتے نہیں۔ میں ایسے مردوں کو جانتا ہوں۔ مثلاً ایک مرد ہے اس نے ایک شیعہ عورت سے شادی کی۔ وہ پاکستان میں پولیس آفیسر ہیں۔ بڑے اچھے عہدہ پہ ہیں لیکن اس شیعہ عورت نے ان کو اتنا دبایا ہے کہ وہ احمدیت ہی چھوڑ گئے۔ تو اصل مقصد یہ ہے کہ اسلام نے جو اجازت دی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لکھا ہے کہ مرد عورت کو اپنے اثر میں لا سکتا ہے اور جو اولاد پیدا ہو گی اس کو اپنے زیرِ اثر رکھ کر احمدی رکھ سکتا ہے یا مسلمان رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اگر مسلمان مرد غیر مذہب سے شادی کر لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر عورت کرے گی تو دوسرے گھر میں جا کر اسی رنگ میں ہو جائے گی پھر اس مسلمان عورت کی جو اولاد اور نسل ہو گی وہ ضائع ہو جائے گی۔ یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے اجازت نہیں دی گئی۔

۞.....ایک اور طالبِ علم نے سوال کیا کہ جماعت کا شریعہ لاء (Sharia Law) کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: شریعہ لاء (Sharia Law) آپ نے کہاں نافذ کرنا ہے؟ سوال یہ ہے کہ یوکے کا جو ملک ہے وہ تو مسلمان ملک ہی نہیں ہے۔ جو مسلمان ملک نہیں ہے وہاں زبردستی شریعہ لاء آپ کس طرح ٹھونس سکتے ہیں؟ وہاں تو Impose نہیں کر سکتے۔ دوسرا جو اُن کا لاء ہے، human rights کے قوانین ہیں تو وہ ہر بندے کو اس کے حقوق مل رہے ہیں اور انصاف مل رہا ہے تو شریعہ لاء کے مسئلہ کو اُٹھانے کی ضرورت کیا ہے؟ باقی یہ کہنا کہ انگلستان کے اندر رہتے ہوئے شریعہ لاء نافذ کیا جائے، سزا دی جائے، چور کی سزا دی جائے یا قتل کی سزا دی جائے، تو ان کے ملکوں میں وہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں۔ ہاں، اسلامی ملکوں میں شریعہ لاء استعمال کرنا ہے تو کریں۔ لیکن وہاں پھر انصاف ہونا چاہئے۔ اب سعودی عرب میں کہتے ہیں کہ شریعہ لاء لاگو ہے۔ چور کے ہاتھ تو فوراً کاٹ دیتے ہیں۔ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ عورت سے انصاف کرو۔ غریبوں کے حق ادا کرو۔ اس کے باجود بھی وہاں سعودی عرب میں جو شاہ کا محل ہے اس کی ہر دیوار پر شاید ایک ایک فٹ کے اوپر، آدھا آدھا پاؤنڈ 24 کیرٹ کا سونا چڑھا ہو گا۔ لیکن بعض عورتیں جو slums میں رہتی ہیں ان کو کھانا بھی نہیں ملتا۔ ایک طرف تو شریعت کا شور مچاتے ہیں اور ایک طرف انسانیت کے بنیادی حقوق بھی ادا نہیں کرتے۔ شریعت لاء اگر نافذ کرنا چاہیں تو اسلامی ملک کر سکتے ہیں مگر اس شرط پر کہ وہ ہر جگہ انصاف بھی کر رہے ہوں۔ باقی ان ملکوں میں جہاں قانون ہر طرح کا انصاف کر رہا ہے اور کسی کے حقوق مارے نہیں جا رہے وہاں شریعہ لاء کا مسئلہ اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جہاں تک مولویوں کا تعلق ہے تو مولوی تو شور مچاتے رہتے ہیں۔ یہ کون سا شریعہ لاء ہے کہ اچھے بھلے ایک فوجی کو چاقو مار مار کے مار دو اور پھر اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ۔ وہ مارنے والا بعد میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک کے نعرے لگاتا رہا۔ تو اس بیچارے 25 سال کے لڑکے نے کس کا ناک کاٹا تھا یا کان کاٹا تھا؟ تو یہ لوگ شریعت کے نام پر شریعت کو بدنام کر رہے ہیں۔ یہ کونسی شریعت ہے؟ اس لئے ان ملکوں میں فی الحال کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب اسلامی حکومتیں آئیں گی، یا جب اسلامی حکومتیں انصاف پسند ہوں گی تو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اگر شریعت لاگو کرتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ ایک طرف جمہوریت کا شور مچاتے ہیں اور دوسری طرف شریعت لاء کا شور مچاتے ہیں۔ طالبان بھی تو شریعت لاء کے نام پر آئے تھے۔ وہاں افغانستان میں انہوں نے کیا کیا؟ عورتوں پر ظلم کیا، لوگوں پر ظلم کیا اور انہوں نے اپنے گھر مال سے بھر لئے۔ ایمان تو کہیں رہا نہیں۔

اس کے بعد حضورِ انور نے ازراہِ شفقت طلباء میں قلم تقسیم فرمائے اور طلباء سے مختلف امور کے بارے میں استفسار بھی فرماتے رہے۔

طلباء کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یہ پروگرام آٹھ بجکر پینتیس منٹ تک جاری رہا۔

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لے آئے اور پروگرام کے مطابق فیملی اور انفرادی ملاقاتوں کا پروگرام شروع ہوا۔

آج شام کے اس سیشن میں 16 فیملیز کے 86 افراد اور 19 احباب نے انفرادی طور پر یعنی کل 105 افراد نے اپنے پیارے آقا سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملاقات کرنے والی یہ فیملیز کیلگری کی جماعت کے علاوہ لائڈمنسٹر، سسکاٹون اور ٹورانٹو سے آئی تھیں۔

ان سبھی فیملیز اور احباب نے اپنے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت بھی پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت طلباء اور طالبات کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائے۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام نو بج کر 45 منٹ تک جاری رہا۔

نماز جنازہ

بعد ازاں نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے **مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالرب خان صاحب آف کیلگری کینیڈا کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔** مرحومہ نے 18 مئی 2013ء کو 84 سال کی عمر میں کیلگری میں وفات پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

نماز جنازہ حاضر کے علاوہ حضور انور نے درج ذیل سات مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی پڑھائی۔

1۔ **مکرم ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب ناصر درویش قادیان۔** مرحوم نے 13 مئی 2013ء کو 88 سال کی عمر میں وفات پائی۔ مرحوم صف اول کے درویشان میں سے تھے۔ 22 سال کی عمر میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر حفاظت مرکز کے لئے خدمت کی توفیق پائی۔

2۔ **مکرم ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آف مسی ساگا کینیڈا** ابن مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب گیمبیا۔ 16/اپریل 2013ء کو 93 سال کی عمر میں وفات پائی۔ مرحوم کی 1971ء میں نصرت جہاں سکیم کے تحت گیمبیا میں تقرری ہوئی۔ وہاں ان کو ہسپتال بنانے کی توفیق ملی۔ بڑا لمبا عرصہ محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس ہسپتال کو چلاتے رہے۔

3۔ **مکرم چوہدری محمد یوسف صاحب (لیہ)** 3 مئی 2013ء کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ آپ حضرت چوہدری نظام الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پوتے تھے۔ آپ کے دو بیٹے واقف زندگی ہیں جن میں سے ایک مکرم محمد عارف صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ میں بحیثیت استاد خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور دوسرے محمد زکریا باجوہ صاحب قائمقام پرنسپل شاہ تاج احمدیہ سکول لائبیریا ہیں۔

4۔ **مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ مکرم محمد یحییٰ سرساوی صاحب کراچی** آپ نے مسی ساگا کینیڈا میں

بقضائے الٰہی وفات پائی۔ مرحومہ مکرم یامین صاحب تاجر کتب قادیان کی بیٹی اور حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہو تھیں۔

5۔**عزیزم سید مسرور احمد (ابن مکرم سید منصور احمد عامل۔ قادیان)** 28؍اپریل 2013ء کو ایک ٹرک کے حادثہ میں شدید زخمی ہوئے۔ ہسپتال لے جایا گیا مگر راستہ میں ہی وفات پاگئے۔ عمر 21 سال تھی۔ آپ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے۔

6۔**مکرم شریف احمد صاحب آف کیلگری** (ابن مکرم امیر الدین صاحب آف نبی سر روڈ سندھ) 28؍اپریل 2013ء کو پاکستان سے کینیڈا واپسی سفر کے دوران ایئرپورٹ جاتے ہوئے ایک ٹریفک حادثہ میں پاکستان میں وفات پاگئے۔

7۔**مکرمہ بیگم امینہ عنایت صاحبہ** (اہلیہ مکرم چوہدری عنایت اللہ بنگوی صاحب آف امریکہ) 17 مئی 2013ء کو امریکہ میں وفات پائی۔ عمر 78 سال تھی۔ مرحومہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی بیٹی اور مکرم کریم احمد صاحب بنگوی (صدر جماعت رچمنڈ ہل) کی والدہ تھیں۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت النور میں تشریف لاکر نماز مغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ (باقی آئندہ)

خطبات امام کی اہمیت

اس نعمت کا شکر کرو

..... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں..... تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو کیونکہ شکر کرنے پر ازدیاد نعمت ہوتا ہے لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم (ابراھیم:8)۔‘‘ (خطبات نور، صفحہ 131)

جماعت کا ہر فرد پہلے شاگرد ہے پھر استاد

..... سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’ہر خطبہ جو میں پڑھتا ہوں، ہر تقریر جو میں کرتا ہوں اور ہر تحریر جو میں لکھتا ہوں اُسے ہر احمدی اس نظر سے دیکھے کہ وہ ایک ایسا طالب علم ہے جسے اِن باتوں کو یاد کر کے ان کا امتحان دینا ہے اور ان میں جو عمل کرنے کیلئے ہیں ان کا عملی امتحان اُس کے ذمہ ہے..... پھر جب پڑھ چکے تو سمجھے کہ اب میں استاد ہوں اور دوسروں کو سکھلانا میرا فرض ہے۔‘‘

(خطباتِ شوریٰ جلد 2، صفحہ 21)

خدا تعالیٰ کی رضا اور محبت

..... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’مختلف طبیعتیں ہیں مختلف تربیتی دوروں میں سے انسان گزرتا ہے اور خلیفہ وقت اور امام وقت کا یہ کام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت کو ترتیب کے مقامات میں سے درجہ بدرجہ آگے ہی آگے لئے جاتا چلا جائے تا کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضاء کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی محبت انہیں بہت زیادہ مل جائے۔‘‘ (خطباتِ ناصر جلد 2، صفحہ 133)

خلیفۂ وقت کی زبان کا غیر معمولی اثر

..... حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’خلافت کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ بظاہر نصیحت عمل نہیں کر رہی ہوتی لیکن جب خلیفۂ وقت کی زبان سے وہی نصیحت نکلتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ غیر معمولی اثر پیدا کر دیتا ہے۔‘‘ (خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 2)

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

..... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’عمومی طور پر ہر بات جو اس زمانے میں اپنے اپنے وقت میں خلفاء وقت کہتے رہے ہیں۔ جو خلیفۂ وقت آپ کے سامنے پیش کرتا ہے، جو تربیتی امور آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سب کی اطاعت کرنا اور خلیفۂ وقت کی ہر بات کو ماننا یہ اصل میں اطاعت ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 9 جون 2006 از خطبات مسرور جلد 4، صفحہ 288)

کلام الامام، امام الکلام

..... حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’خلیفہ کے مقابل پر کوئی شخص بھی چاہے وہ کتنا ہی عالم ہو کم حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جماعت کی رہنمائی اور بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ خلیفہ سے ایسے الفاظ نکلوا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ہوں۔‘‘ (خطبات مسرور جلد نمبر 3، صفحہ 320)

نسلوں کی بقاء کی ضمانت

..... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اگر خلیفہ وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔‘‘ (خطبات مسرور جلد 8 ص 191)

ہر احمدی مخاطب ہے

..... پھر فرمایا: ’’ہر خطبہ کا مخاطب ہر احمدی ہوتا ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتا ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 188، 189)

بسلسلہ الفضل کے سو سال

ہمارا پیارا الفضل

خالد سیف اللہ خان (آسٹریلیا)

الفضل مجھے پیارا ہے کیونکہ میرا اس کا ستّر سال کا ساتھ ہے۔ میں تقریباً بارہ سال کا تھا جب سے اس کا قاری ہوں۔ الفضل اب سو سال کا جوان ہو گیا ہے۔ یہ جوان ہے اس لئے کہ کلمہ طیبہ یعنی حق کہنے والے کبھی بوڑھے نہیں ہوتے وہ اس پاک درخت کی مثل ہوتے ہیں جس کی جڑیں زمین میں مضبوطی سے پیوستہ ہوں اور شاخیں آسمان میں ہوں اور وہ زمین و آسمان دونوں سے غذا پاتا ہو۔ جیسے خدا نے فرمایا: ’’کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمہ طیبہ کی ایک شجرہ طیبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے وہ ہر گھڑی اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔‘‘ (ابراھیم:26-25) کلمہ حق کہنے والے اس شجرہ طیبہ کو گرانے اور مٹانے کے لئے طوفانوں نے کئی بار اس پر حملے کئے لیکن جس شجر کی جڑ مضبوطی سے زمین میں پیوستہ ہو اور چوٹی آسمان میں ہو اور وہ ہر آن اپنے رب کے حکم سے تازہ پھل دیتا ہو تو پھر خدا خود اس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔

الفضل ہر سطح کے صاحبِ علم کے لئے لکھتا ہے۔ بچے بڑے سبھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کے علم و معرفت میں ترقی ہوتی ہے۔ خلیفۂ وقت کے تازہ ارشادات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جماعتی حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ افراد جماعت کی تربیت کا یہ مفید ذریعہ ہے۔ یہ باہمی محبت اور تعارف پیدا کرتا ہے۔ جماعت کے خلاف عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں ان کو دور کرتا ہے۔ بے شمار شریف الطبع غیر از جماعت افراد جو جماعت کے بارہ میں صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے ان کا مدّعا الفضل کے ذریعہ پورا ہوا اور وہ جماعت کے نہ صرف قریب آگئے بلکہ ان میں سے اکثر احمدی ہو گئے۔ الحمدللہ۔

الفضل کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جماعت کو ایک خاندان بنا دیا ہے گویا افراد خاندان اپنے بزرگ (خلیفۂ وقت) کے اردگرد اکٹھے ہو کر ان کی باتوں پر ہمہ تن گوش ہوں۔ گزشتہ صدی کے الفضل کے شماروں میں مستقل نوعیت کے بے شمار علمی تربیتی اور تبلیغی مضامین کا خزانہ موجود ہے۔ خدا کرے کسی ادارہ کو یہ توفیق ملے کہ ان کو جمع کر کے شائع کر سکے۔

الفضل ربوہ بڑی کڑی آزمائش سے کئی بار گزرا ہے اور آج بھی اس سے دوچار ہے۔ اب تو یہ حال ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ذکر کرنا بھی قابل تعزیر جرم بن چکا ہے۔ قرآن کی آیات اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور بلاسفمی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ الفضل ربوہ کی آزادی اس ملک میں سلب کی گئی ہے جو دنیا میں بار بار یہ ڈھنڈورا پیٹتا ہے کہ ہمارے ہاں میڈیا اور عدلیہ آزاد ہے۔ واہ کیا کہنے ایسی آزادی کے! جب ناروا پابندیوں کی وجہ سے الفضل ربوہ آزادی سے اپنا کام نہ کر سکا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفضل انٹرنیشنل لندن کا اجراء فرمایا اور دونوں اداروں کی مساعی سے الفضل اپنی خصوصیات سے پھر مزیّن ہو گیا۔

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

لیکن ’’امتناع قادیانیت آرڈیننس‘‘ کے ہتھیار کو بے دریغ احمدیوں کے خلاف استعمال کرنے والے اپنے ظلموں اور ان کے نتائج پر کیوں غور نہیں کرتے؟ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَشِیْدٌ! (کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے؟) کبھی انہوں نے سوچا کہ اپنے ان کاموں سے احمدیوں کو کن کے مشابہ بنا رہے ہیں اور خود اپنے آپ کو کن کا مثیل بنا رہے ہیں؟ وہ کون تھے جو ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو نماز پڑھنے۔ تلاوت قرآن کرنے اور نیکی و تقویٰ کی باتیں کرنے سے روکتے اور کرنے پر سزائیں دیا کرتے تھے؟ الفضل ربوہ ان باتوں کے علاوہ اور کیا لکھا کرتا تھا؟ خدا کفّارِ مکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ’’(اے مخاطب) تو (مجھے) اس (شخص) کی (حالت کی) خبر دے جو ایک (عبادت گزار) بندے کو جب وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے (نماز سے) روکتا ہے۔ (اے مخاطب!) تو (مجھے) بتا تو سہی کہ اگر وہ (نماز پڑھنے والا) بندہ ہدایت پر ہو یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو اور اس کو روکنے والا (ہدایت) کا منکر ہو اور (اس سے) منہ پھیرتا ہو (تو پھر اس روکنے والے کا کیا انجام ہوگا)۔ کیا وہ (اتنا بھی) نہیں جانتا کہ اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے (اس لئے وہ کان کھول کر سن لے کہ وہ غلطی کر رہا ہے) جس طرح وہ چاہتا ہے اس طرح نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ (اپنے اس کام سے) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر زور سے گھسیٹیں گے۔‘‘ (العلق:10-16)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین انہیں نمازیں پڑھنے اور تقویٰ کی باتیں کرنے یعنی قرآن، جو ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن ہے، پڑھنے سے روکا کرتے تھے یعنی اپنے دین پر عمل کرنے سے جبراً روکتے تھے۔ کیا یہ ہو بہو وہی باتیں نہیں جو 1984ء کے آرڈیننس نمبر 20 میں احمدیوں کی بابت درج ہیں۔ لگتا ہے آرڈیننس بنانے والوں نے اپنا آئیڈیا اسی آیت سے اخذ کیا ہے۔ وہ اُس زمانہ کا آرڈیننس تھا اور یہ اِس زمانہ کا آرڈیننس ہے۔ اس کا انجام بھی بتا دیا کہ ذلّت ہے کیونکہ عربوں میں پیشانی کے بال گھسیٹنا ذلیل کرنے کی علامت ہوتا ہے۔ آرڈیننس جاری کرنے والے اگر کبھی فرصت ملے تو پاکستان کے موجودہ حالات کی ذمہ وار روحانی وجوہات پر بھی غور فرمائیں۔

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ الفضل ربوہ میں جو کمی اس آرڈیننس کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی وہ خدا کے فضل سے الفضل انٹرنیشنل کے ذریعہ پوری ہو گئی ہے۔ اور خوب پوری ہوئی ہے، مَاشَاءَ اللّٰہ لَا قُوَّۃَ اِلَّا باللّٰہ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے الفضل (ربوہ و لندن) اور اس کے قاریوں کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ان کی مساعی کے نتیجہ میں جماعت ہمیشہ ایک خاندان بنی رہے اور چشم تصور یہی دیکھے کہ گویا ساری جماعت بچوں کی طرح خلیفۂ وقت کے اردگرد بیٹھی محبت سے آپ کے چہرہ پر نظریں جمائے آپ کی باتیں سن رہی ہو۔ آمین۔

بسلسلہ الفضل کے سو سال

الفضل اور الفضل انٹرنیشنل

(الفضل کی جاری 100 سالہ آب زلال کی نہر جواب الفضل انٹرنیشنل بن چکی ہے)

لَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ہوالناصر۔

اس کے ساتھ اس کا فضل ہوگا۔

احمد طاہر مرزا (ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ)

بیسویں اور اکیسویں صدی کے جدید وتیز ترین ذرائع ابلاغ نے نوع بشر کو اس کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے کہ کیا پڑھے اور کیا نہ پڑھے۔ جب آپ کی فنگر ٹپس (fingertips) اور ایک لمس سے حسب منشاء سب کچھ آپ کی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ ومطالعہ کے لئے بوتل کے جن سے باہر نکل حاضر ہوجاتا ہے تو آپ کے لئے ترجیحات کا تعین کرنا بھی بالعموم مشکل ہوجاتا ہے۔ دنیا کے چوٹی کے اخبارات ورسائل اور ڈائجسٹوں کا اپنا مقام ہے اور بعض کا لوگ بڑی بے چینی اور ذوق سے انتظار بھی کرتے ہیں مگر ہوتا یہ ہے کہ ایک دن، ایک ہفتہ، ایک ماہ یا چند ماہ بعد وہ اخبار، رسالہ یا میگزین اپنی اہمیت کھو دیتا ہے اس لئے کہ اس میں دلچسپی کا سامان تو ضرور ہوتا ہے مگر ان کی تمام دلچسپیوں کا محور ظاہری علوم، وقتی دلچسپیاں یا حالات حاضرہ کی دلچسپیوں سے متعلق ہوتا ہے۔ آپ عالمی افق پر موجود چوٹی کے سینکڑوں اخبارات وجرائد کا جائزہ لے کر دیکھ لیں، اِی رسائل وجرائد پڑھ لیں یا کتب خانوں میں جا کر مطالعہ کر کے دیکھ لیں دنیا کے تمام رسائل وجرائد اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔ جہاں تک دینی اور مذہبی اداروں کے جرائد کا تعلق ہے ان کی اپنی اہمیت ہے مگر وہ بھی ایک خاص نہج سے آگے نہیں بڑھتے اور اپنے محور کے گرد ہی گھومتے ہیں۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ 19 جون 1913ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی دعاؤں اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی بصیرت افروز سوچ کے ساتھ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے منظور شدہ نام ''الفضل'' کے ساتھ ''بسم اللہ مجریھا و مرسھا'' کے تاریخی اداریے کے عنوان سے قادیان دارالامان سے ہفتہ وار اخبار کی صورت میں مشتمل بر سولہ صفحات الفضل کا آغاز ہوتا ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ اخبار شہرت کی بلندیوں تک جا پہنچتا ہے۔ ایسا ہونا اس لئے بھی ضروری تھا کہ الفضل کے ایڈیٹر وہ ہستی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بعدہ ''مصلح موعود'' کے منصبِ جلیلہ پر فائز فرمانا تھا اور اس کے ساتھ اس کا فضل آنا تھا جس کی ایک صورت ''الفضل'' کی صورت میں ابتدا سے ہی اس کے شامل حال ہوگئی۔ یہ اخبار ہفت روزہ سے تین روزہ اور پھر بعد میں روزنامہ کے طور پر ماسوائے چند سالوں کے توقف کے باقاعدگی سے شائع ہونے لگا۔ 53ء کے چند ماہ اور پھر 84ء تا 88ء کے چند سال نام نہاد دینی غیرت کے نام پر حکومت پاکستان کی طرف سے الفضل کی بندش بھی کی گئی مگر ہر دفعہ ''دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہوگیا'' کی نئی شان لئے ہوئے ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہوالناصر'' دوبارہ شائع ہونے لگا۔ جو آج بفضلہٖ تعالیٰ اپنی دوسری صدی میں داخل ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی منادی کر رہا ہے۔

جس طرح سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں کئی نازک اور پُرآزمائش ادوار آئے اسی طرح الفضل نے بھی موقع ومحل کے مطابق ہر دور میں ضرورت حقہ کے تحت اپنا بھرپور کردار ادا کر کے احباب جماعت کو اپنی دینی، علمی، ملّی، قومی اور سماجی ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ اور مفوضہ امور کو فرض شناسی سے نبھانے کے احساس کو ہمیشہ زندہ رکھا۔

گزشتہ صد سالہ شماروں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس اخبار نے ہر دور میں حسب حالات غیر معمولی خدمات سرانجام دی ہیں۔ گو یہ جماعتی اخبار ہے تاہم سلسلہ احمدیہ میں ہر فردِ جماعت خلیفۂ وقت سے اطاعت ومحبت کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ الفضل کے ہر دور کے مدیر اپنی اپنی فہم وفراست کے مطابق الفضل شائع کرنے میں آزاد رہے۔ اور غالباً دنیا میں یہ وہ واحد اخبار ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہے۔

جب 1974ء کی اسمبلی میں اٹارنی جنرل نے ایک مرتبہ یہ مسئلہ اٹھایا کہ کیا الفضل جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے؟ تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جواب دیا کہ جس طرح آپ ترجمان سمجھتے ہیں اس طرح ترجمان نہیں ہے۔ ہماری جماعت میں محبت کا نظام ہے اور اخبار کا ایڈیٹر آزاد ہوتا ہے اور خلیفۂ وقت کی آواز کو احباب تک پہنچاتا ہے لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے۔ لیکن یہ اطاعت ومحبت کی ایسی روح ہے کہ مدیر جماعت کے منشاء کے خلاف کچھ لکھ ہی نہیں سکتا۔ دنیا کے کسی اخبار کے مدیر کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔

اخبار الفضل کے 1913ء سے 1914ء کے سالوں میں سیرت النبی ﷺ، تصدیق المہدی والمسیح،، مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ملفوظات (علاوہ الحکم و بدر قادیان) جن میں سے بیشتر مضامین بانیٔ الفضل کے قلم سے اور بعد میں دوسرے ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کے قلم سے نکلے، کثیر تعداد میں شائع ہوئے۔ ان میں سے چند ایک سلسلے بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے جیسے تصدیق المہدی والمسیح از حضرت قمر الانبیاء۔ اسی طرح اس دور میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض حالات بھی شائع ہوتے رہے۔

1914ء سے 1933ء تک کے دور میں ظہورِ قدرت ثانیہ کے بعد بعض فتنوں کے رد میں الفضل کی عظیم الشان خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ اہل پیغام کی تردید میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد وتحریرات بھرپور انداز میں پیش کئے جاتے رہے اور اس سلسلہ میں جید صحابہ کرامؓ کے کئی تحقیقی مضامین الفضل کی زینت بنتے رہے۔ الحکم، بدر، فاروق اور رسالہ احمدی جیسے جرائد کے ساتھ ساتھ الفضل نے بھی جناب مولوی ثناء اللہ امرتسری، پیغامیت اور بہائیت کی تردید میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اور یہ سلسلہ کئی سال تک جاری وساری رہا۔ اس اہم دور میں قدرت ثانیہ پر مشتمل بشارات ربانیہ اور احباب کے رؤیا اور خوابیں بھی الفضل کی زینت بنیں جس سے احباب جماعت کا ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' پر ایمان، یقین محکم اور حق الیقین میں بدل گیا۔ اور دائمی قدرتِ ثانیہ کے بارہ میں ان بشارات ربانیہ کی اشاعت کا سلسلہ تو آج بھی جاری وساری ہے۔

اس موعود بیٹے کے عہد سعادت میں جو زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا مربیان کرام کا سلسلہ زمین کے کناروں تک جا پہنچا۔ اس دور میں الفضل کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ ودعوۃ الی اللہ کی کاوشوں کی رپورٹیں، اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن کریم زمین کے کناروں تک پہنچا دی گئیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے 52 سالہ سنہری دور کا تاریخی ریکارڈ اور ابتدائی ماخذ میں الفضل کو کلیدی اہمیت حاصل ہے اور اس بابرکت عہد سعادت کی کوئی بھی مہتم بالشان تاریخی کتاب الفضل کی اعانت وتعاون کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

یہاں 1944ء سے 1947 تک قیام پاکستان کیلئے سنہری کاوشیں کرنے میں الفضل کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ 1947ء اور 1948ء کے سالوں میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے بصیرت افروز خطبات، مضامین، خطابات اور پیغامات جو الفضل کی زینت بنتے رہے وہ پاکستان کے تابناک مستقبل کے لئے قیمتی مشوروں اور تجاویز سے پُر مغز تھے مگر افسوس کہ سیاستدانوں نے ان پر عمل نہ کیا اور آج 66 سال گزرنے کے بعد پاکستان ابھی اپنی سمت کی تعیین کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

الفضل وہ بابرکت اخبار ہے جس کی بنیاد میں خواتین مبارکہ کے زیوارت سے آبیاری کی گئی اور کئی صحابہ کی قیمتی متاع اس میں شامل ہوئیں۔

سیرت وشمائل نبوی ﷺ مسلمانان عالم کا محبوب ترین موضوع ہے۔ سرزمین ہند میں برطانوی راج میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں اشتعال انگیز لٹریچر شائع کیا گیا۔ وہ دور جبکہ ابھی الفضل کا اجراء بھی نہیں ہوا تھا تو 1880ء کے ابتدائی سالوں میں عاشق رسولؐ وحامیٔ دین متین حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے تین سو سے زائد ناقابل تردید دلائلِ حقہ وقاطعہ ساطعہ سے شان دین اسلام، شان قرآن اور شان رسول عربی ﷺ تحریر فرمائی جس میں اس دور کے تمام مخالفین دین اسلام کا دلائل بیّنہ سے رد کیا اور آپ کے بعد سلسلہ احمدیہ میں دفاع اسلام کا سلسلہ رکا نہیں بلکہ امام آخرالزمان کی اقتدا میں خلافت اولیٰ میں الفضل کے اجراء کے بعد مزید آگے بڑھا۔ 1920ء اور 1930ء کے عشروں میں چند معاندین اسلام نے اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کے بارہ میں نفرت انگیز اور روح ایمانی کو مجروح کرنے والا لٹریچر شائع کیا جس کے نتیجہ میں مسلمانان ہند کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جذبات کو برانگیختہ کیا گیا۔ اس وقت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کی اقتدا میں الفضل میں شان رسالت ﷺ کا مضبوط اور بھرپور دفاع کیا گیا اور کئی پُر مغز مضامین ومقالات الفضل میں شائع کئے گئے۔ اس سلسلہ میں چند سالوں کے اندر اندر الفضل کے کئی خصوصی شمارے سیرت واخلاق نبوی نمبر کے طور پر شائع کئے گئے۔ جن میں سلسلہ کے منجھے ہوئے اہل قلم احباب و خواتین نے منثور ومنظوم کلام پیش کئے۔

پھر 1928ء میں جب بعض شر پسند اور پست ذہنیت کے مالکوں نے رسالہ ورتمان، رنگیلا رسول اور اس قماش کا زہر اگلا تو اس کے دفاع میں ہمارا الفضل ہراول دستہ کے طور پر آگے بڑھا اور نہ صرف ہندوستان بلکہ امریکہ، یورپ افریقہ اور آسٹریلیا تک میں منعقدہ سیرت النبیؐ اور اخلاق النبیؐ کے بارہ میں جلسہ ہائے عظیمہ کی روئیدادوں کو مسلسل شائع کرتا رہا۔ جس سے مسلمانوں کو دفاع اسلام کرنے کے نت نئے زاویے ملے، نئی سوچ پیدا ہوئی کہ جذباتی ردعمل کے ساتھ ساتھ محبت رسولؐ کے اظہار کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور سیرت طیبہ کا پرچار گل عالم میں کیا جائے۔ اور قلمی جہاد سے دشمنان اسلام کو تہ تیغ کیا جائے۔ وہ نظارے کتنے ہی حسین اور قابل دید ہوں گے جب ایک طرف بدوملہی میں جلسہ سیرت النبیؐ (جس میں کثیر مکتبہ ہائے فکر کے لوگ شامل ہوئے اور فرقہ واریت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے درود وسلام کا ورد کرتے تھے۔) دوسری طرف اڑیسہ اور بنگال میں جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی روئیداد میں شائع کی جارہی تھیں۔ پھر مشرقی افریقہ، لندن اور جماعت احمدیہ کینیا کے جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی کارروائیاں اخبار کی زینت بن رہی تھیں اور سیلون اور حیدر آباد دکن میں سیرت النبیؐ کے پروگراموں کی روئیدادیں الفضل کے صفحات کے حسن میں اضافہ کرتی رہتیں۔ اور یہ سلسلہ کئی مہینوں پر محیط رہا۔

اور 1930ء کے عشرہ میں تو ہندوستان کیا دنیا کا کونہ کونہ سیرت واخلاق النبی ﷺ کے جلسوں اور سیمیناروں سے گونج اٹھا اور ہر طرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔

چنانچہ خلافت کی برکت سے آج بھی وہی روح جماعت احمدیہ میں عشق رسول اور دفاع محمد ﷺ کیلئے کارفرما ہے۔ اور الفضل جواب الفضل انٹرنیشنل کا روپ دھار چکا ہے ماضی کے طرح حال میں بھی اس میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ 2005ء سے 2013ء تک متعدد بار معاندین دین اسلام کی طرف سے کئی کتب، لٹریچر، کارٹون اور الیکٹرانک میڈیا میں بیہودگیوں کا مظاہرہ کیا گیا۔ اور ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت واقتدا میں الفضل انٹرنیشنل نے بروقت عملی طور پر اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں حضور انور کے خطابات وخطبات سبیل الرشاد ثابت ہوئے۔ ان معارفِ سیدنا مسرور کے ساتھ ساتھ کئی ٹھوس علمی مضامین بھی الفضل نے پیش کئے۔ اسی طرح حضور انور کے ارشاد پر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ''دیباچہ تفسیر القرآن'' جس میں سیرت وسوانح النبی ﷺ کو نہایت خوبصورت انداز میں تحریر کیا گیا ہے سلسلہ وار شائع کیا گیا۔ پھر ''سیرت النبیؐ'' اور کئی دیگر اہم مضامین حضور ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے بارہ میں الفضل کی زینت بنتے رہے۔ 2012ء میں خصوصاً اس سلسلہ میں کاوش کی گئی اور ابھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق قیامت تک جس طرح الحکم کے بغیر تاریخ سلسلہ احمدیہ کا کوئی مہتم بالشان ذکر مکمل نہیں ہوسکتا اسی طرح تاریخ احمدیہ، تاریخ وسوانح صحابہ مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ، تعلیم وتبشیر، احمدی یادرفتگان، ریکارڈ وصایا، شہدائے احمدیت، مناظروں ومباحثوں کی تاریخ، مجالس سوال وجواب ومجالس عرفان، احمدیہ منظومات وشاعری، فتن کبیرہ وصغیرہ کی تاریخ وتدارک، تاریخ احمدیت، براعظم ایشیا وافریقہ ویورپ وامریکہ اور آسٹریلیا، الفضل والفضل انٹرنیشنل کی خوشہ چینی کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

20/اگست 1941ء کو جب حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کا وصال ہوا تو سیدنا حضرت فضل عمر

رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کی روایات اور حالات زندگی محفوظ کرنے کے بارہ میں فرمایا:

’’وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں۔ ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے کے لئے تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں۔..... یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانات کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نہ معلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے مگر بہرحال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے.....ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کی زبان، اور آپ کے کان، اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئے.....ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے.....اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ از الفضل قادیان 28/اگست 1941)

اگرچہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کی روایات وحالات زندگی محفوظ کرنے کی تحریک اس سے قبل حضور متعدد مواقع پر فرما چکے تھے۔ جیسے 1935ء میں تحریک فرمائی۔ حضور کی تحریک پر صحابہؓ کی روایات جمع کرنے کیلئے باقاعدہ کام کا آغاز کیا گیا اور سینکڑوں اصحابِ احمد علیہ السلام کے حالات و ایمان افروز واقعات جمع کئے گئے اور اس سلسلہ میں 15 رجسٹر روایات صحابہ تیار ہوئے۔ چنانچہ 1938ء سے 1947ء کے الفضل کی فائلوں میں ’’ذکر حبیب‘‘ کے عنوان سے ان رجسٹروں میں سے متعدد روایات شائع کردی گئیں۔ جن میں سینکڑوں روایات صحابہ و حالات زندگی محفوظ ہیں۔ یہ مقدس تحفہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے ہمیشہ تعلیم وتربیت کیلئے روح پرور ثابت ہوگا۔ اس سلسلہ میں ابتدائی بزرگان و علماء کے بعد حضرت مہاشہ فضل حسین صاحب، مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب اور بعض دیگر احباب کی کاوشیں خاص طور پر قابل قدر ہیں جنہوں نے یہ خزانے مرتب کر کے الفضل میں شائع کردیئے۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ آج 2012ء اور 2013ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبات جمعہ میں صحابہ کرام کی روایات احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کیلئے مسلسل بیان فرما رہے ہیں اور انہیں الفضل انٹرنیشنل اور روزنامہ الفضل محفوظ کرتے چلے جارہے ہیں۔

ہمارے ابتدائی بزرگان، بیرونی ممالک میں کام کرنے والے مبلغین سلسلہ نے بڑے بڑے مہتم بالشان اور دنیا کے نقشے بدلنے والے کام کئے ہیں۔ موجودہ اور آئندہ نسلیں جب گہرائی میں جا کر سیرت وسوانح پر کام کریں گی تو ان کیلئے روزنامہ الفضل اور ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کلیدی ماخذ کی حیثیت سے غیر معمولی معین و مددگار ثابت ہوں گے اور معلومات عامہ اور اعداد وشمار اور خطوط اور ریکارڈز کے انبار لگا دیں گے۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ، حضرت قاضی محمد عبد اللہؓ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ، حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھیروی، حضرت صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی، حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ مبلغ ماریشس، حضرت حافظ عبید اللہ صاحب، حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر، حضرت مولانا نذیر احمد علی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر، مجاہد جاوا وسماٹرا حضرت مولانا رحمت علی صاحب، حضرت مولانا محمد صادق سماٹری صاحب، حضرت مولانا غلام احمد بدوملہوی، حضرت مولانا محمد صدیق امرتسری، مکرم مولانا ملک عطاء الرحمٰن صاحب، مکرم مولانا ملک احسان اللہ صاحب، مکرم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب، مجاہد آسٹریلیا حضرت موسیٰ حسن خان صاحب اور دیگر کئی ابتدائی بزرگان کے سوانح وتبلیغی کارناموں سے الفضل کے صفحات مزین ومعطر ہیں اور ان کے سوانح لکھنے والے جب الفضل اور الفضل انٹرنیشنل سے استفادہ کرتے ہیں یا کریں گے تو یقیناً ان کے مونہہ سے الفضل کیلئے دائمی دعائیں نکلیں گی۔

الفضل قیامِ پاکستان سے موجودہ دور تک

قارئین کو جب موقعہ ملے تو الفضل کے 1945ء سے 1949ء کی فائلوں کا ضرور مطالعہ کریں۔ برصغیر پر یہ نازک دور جب خدائی تقدیر کے ماتحت یہ سرزمین دو حصوں میں تقسیم ہونے جارہی تھی حضرت قائداعظمؒ کی قیامت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جماعت احمدیہ قیام پاکستان کے لئے بھرپور تعاون کررہی تھی اور سیدنا حضرت مصلح موعودؓ دُوربین نگاہوں کے تحت مسلم لیگ کا شانہ بشانہ ساتھ دے رہی تھی۔ دوسری طرف کئی مذہبی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں۔ تاریخ پاکستان کا یہ باب موجودہ نصابی وغیر نصابی کتب میں سیاسی طور پر خاصی حد تک دھندلا کر دیا گیا ہے۔ نہ جانے آئندہ مؤرخین پر کیا گزرے جب وہ صحیح واقعات کی کھوج لگانے بیٹھیں گے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دَور کے الفضل نے سچی تاریخ ریکارڈ کرنے میں اپنا ملی، قومی، اور صحافتی فریضہ خوب نبھایا۔ موافقین ومخالفین پاکستان کے تبصرے، آراء اور خیالات محفوظ کئے۔ اور سب سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کے پیغامات، ارشادات، خطوط اور خطبات وتحریرات ریکارڈ کیں جن میں قیام پاکستان کی کاوشوں میں بھرپور اور غیر مشروط تعاون کا نہ صرف اظہار ہے بلکہ عملی اقدامات کی بھی تاریخ محفوظ کی۔

قیام پاکستان کے بعد بھوک، افلاس، روٹی کپڑا مکان، اجناس، لائیوسٹاک، آبادکاری اور دیگر جن طبعی مسائل نے جنم لیا انہیں حل کرنے میں حکومت پاکستان کا بھرپور ساتھ دیا یہاں تک کہ حکومتِ مغربی ومشرقی پاکستان کی طرف سے جاری کردہ اشتہارات، (جیسے ذخیرہ اندوزی کے خلاف مہم، چینی کی بجائے گڑ شکر کا استعمال، شلوار کی بجائے پاجامہ کا استعمال تا کپڑے کی بچت کی جاسکے، اور اسی طرح امراء کو تحریک کہ وہ سادہ زندگی گزاریں تا کہ وہ اپنے محروم، ضرورتمند اور نوآبادکاروں کی مدد کرسکیں) بالفاظ دیگر 1934ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید میں جن سادہ طرز زندگی مطالبات کی احباب کرام کو تحریک فرمائی تھی، عملاً قیام پاکستان کے وقت ان کے بعض حصوں پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت محسوس کی گئی اور ان مطالبات پر عمل بھی کیا گیا۔

خلافت ثالثہ میں مکرم مولانا مسعود احمد دہلوی کی ادارت میں طویل عرصہ تک الفضل شائع ہوتا رہا۔ ٹھوس علمی مواد پر مشتمل مدیر الفضل کی ذاتی کاوشیں بھی اس دور کی ان کی عرق ریزی اور مستقل محنت شاقہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہ وہ دور تھا جب جلسہ سالانہ ربوہ میں کی جانے والی علماء سلسلہ کی تقاریر بھی الفضل میں قسط وار شائع ہوتی رہیں اور محترم مسعود دہلوی صاحب مرحوم نے ان عظیم الشان علمی خزائن کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر کے ہم پر احسان عظیم کیا۔ آپ 60ء، 70ء اور پھر 80ء کے ابتدائی سالوں کی الفضل کی فائلوں کا کبھی خلافت لائبریری یا جامعہ احمدیہ ربوہ کی لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ کر کے تو دیکھیں بالخصوص الفضل کے دسمبر جنوری کے شمارے، آپ کو جلسہ گاہ میں پہنچا دیں گے۔

الفضل کے موجودہ دور ادارت سے قبل یعنی اکتوبر 1988ء سے مارچ 1999ء سے قبل کا دور مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب کا دور ادارت ہے۔ اس وقت الفضل کا جاری رکھنا ایک غیر معمولی کارنامہ تھا جو اس جوانمرد شخصیت نے بڑی جرأتمندی سے گزارا۔ چونکہ آرڈیننس کی وجہ سے کئی مسائل کا سامنا تھا اس لئے اس دور میں آپ نے کئی طور پر سلسلہ کی تاریخ محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ ایڈیٹر صاحب نے ’کاغذی ہے پیرہن‘ میں سلسلہ احمدیہ کی افریقہ کی تاریخ محفوظ کی اور بیسیوں دیگر احباب سے بیرونی ممالک میں سلسلہ احمدیہ کا ریکارڈ مکمل کرانے میں کئی مضامین تحریک کر کے لکھوائے اور الفضل کی زینت بنائے۔ اس دور میں ایک اہم یادگار ’’میرے خاندان میں احمدیت‘‘ ہے جس کی بدولت کئی خاندانوں کے حالات زندگی محفوظ ہوئے جن سے تاقیامت آئندہ نسلیں مستفید ہوتی رہیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں کئی نئے قلمکار اور مضمون نگار نیز شعراء بھی پیدا ہوئے جن کی نشوونما میں ایڈیٹر صاحب کی حوصلہ افزائی کا بھاری کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جب 1984ء کے ظالمانہ آرڈیننس کی جہ سے اپریل 1984ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لندن ہجرت کر گئے اور الفضل بھی 88ء تک بند رہا، تو اس نازک ترین دور میں بشدت ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک انٹرنیشنل الفضل بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ منشاء الٰہی کے مطابق جنوری 1994ء میں مکرم رشید احمد چوہدری صاحب پریس سیکرٹری انگلستان کی ادارت میں ہفتہ وار کے طور پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہد سعادت میں الفضل انٹرنیشنل کا اجراء ہوگیا۔ مکرم چوہدری صاحب نے خوب محنت، اخلاص ووفا اور ایک لائق ایڈیٹر کے طور پر الفضل کی ادارت کا فریضہ بہت عمدگی سے نبھایا۔ آپ کی ادارت کے چند ماہ بعد سے الفضل کے موجودہ مدیر محترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب کی ادارت میں آج اگست 2013ء میں جاری و ساری ہے۔ گزشتہ قریباً 20 سالوں میں اللہ تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کو لاکھوں سے کروڑوں میں داخل کردیا۔ ان بیس سالوں میں خلافت احمدیہ زمین کے کناروں تک شہرت پا چکی ہے اور دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے بڑے بڑے ایوانوں میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کے نظارے کُل عالم کو دکھا رہی ہے۔ ان عدیم المثال تاریخی نظاروں کے بارہ میں تمام رپورٹیں، روئیدادیں، مضامین ومقالات، خطبات و خطابات اور نمائش وسیمینارز وغیرہ کے بارہ میں خبریں ہمیں الفضل انٹرنیشنل سے ملتی ہیں۔

الفضل انٹرنیشنل نے گزشتہ چار پانچ سال سے ایک جدّت یہ بھی دکھائی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ جات، عالمی شخصیات سے ملاقاتوں، عالمی ایوانوں میں تقاریر و خطابات اور مساجد وتبلیغی مراکز کی افتتاحی تقاریب کی باتصویر روئیدادیں شائع کر کے قارئین کرام کیلئے مزید روحانی کشش اور دلچسپی کے سامان پیدا کردیئے۔ اور جب دنیا کے پسماندہ ممالک کے کناروں تک الفضل کے پرچے پہنچتے ہیں تو دُور کے قارئین جیتی جاگتی تقاریب کی باتصویر روئیدادیں پڑھ کر خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔

جہاں تک خاکسار نے مشاہدہ کیا ہے عصر حاضر کے سلسلہ احمدیہ کے کثیر اخبارات وجرائد جیسے روزنامہ الفضل، ماہنامہ انصاراللہ پاکستان، النور امریکہ، احمدیہ گزٹ کینیڈا، انصارالدین برطانیہ، احمدی بنگلہ، بدر قادیان، مشکوٰۃ قادیان، اخبار احمدیہ جرمنی، اخبار احمدیہ یوکے، ربوہ سویڈن، خالد، تشحیذ الاذہان، خدیجہ جرمنی اور بعض دوسرے جرائدِ سلسلہ کے لئے ایک کلیدی ماخذ الفضل انٹرنیشنل ہی بنتا ہے۔ ذیلی تنظیموں سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات، مجالس عرفان، لجنہ، اطفال اور وقف نو سے ملاقاتوں کی رپورٹس اور سب سے بڑھ کر حضور انور کے خطبات جمعہ، خطابات، اور اہم پیغامات کا بیشتر ماخذ الفضل انٹرنیشنل ہی ٹھہرتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ آج سلسلہ احمدیہ کے بارہ میں معلومات کا ایک نہایت اہم Source اخبار الفضل انٹرنیشنل ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اور پھر حضور انور کی روزانہ کی مصروفیات کی کسی حد تک عکاسی یہی اخبار کر رہا ہے۔ وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

گزشتہ بیس سالوں میں الفضل میں متنوع سلسلہ ہائے مضامین شروع ہوئے جن میں بعض مکمل ہوئے، بعض کی جگہ نئے سلسلوں نے جگہ لی۔ اور بعض پانچ سال سے بھی زیادہ عرصہ پر محیط ہیں جیسے مکرم محمد طاہر ندیم صاحب کا **مصالح العرب**۔ پھر ماضی کے سلسلوں میں حاصل مطالعہ میں کئی نامور علماء نے مضامین لکھے جن میں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح تقابل ادیان اور موازنہ مذاہب پر ٹھوس علمی مضامین جو مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر کے منجھے ہوئے قلم سے نکلے الفضل کی زینت ہیں اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے الحمدللہ جاری و ساری ہے۔ پھر مکرم سیف اللہ خاں صاحب کا مکتوب آسٹریلیا بھی دلچسپ مضامین کی کڑیوں میں سے ایک کڑی رہا۔ پرانے بزرگان کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین میں حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کے مضامین اپنی مثال آپ تھے۔

گزشتہ بیس سالوں میں کئی جدید شعرائے احمدیت کی الفضل نے نہ صرف پذیرائی وحوصلہ افزائی کی بلکہ ان جدید شعراء کو احمدیت کی پہچان بنادیا۔ جیسے مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، مبارک احمد ظفر صاحب، جمیل الرحمٰن صاحب، فاروق محمود صاحب، طاہر عدیم صاحب، ارشاد عرشی صاحبہ، خواجہ عبدالمومن صاحب، مظفر منصور صاحب اور کئی دیگر نوخیز شعراء۔ یہ محبت، یہ پذیرائی دنیاوی اخبارات میں بڑی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔

اسی طرح ہمارے بزرگ شعراء جیسے چوہدری محمد علی مضطر صاحب، صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ، مکرم عبدالکریم قدسی صاحب، مبارک احمد عابد صاحب اور جناب عبیداللہ علیم صاحب مرحوم کے سخن بھی ہمارے اس عالمی شہرت یافتہ اخبار کی زینت بنے اور ان کا روح پرور کلام قارئین الفضل کے قلوب میں خصوصی جگہ بنانے میں کامیاب ہوا۔

اگر آپ الفضل کے بیس سالہ اشاریہ کا جائزہ لیں تو چند منٹوں میں اس کی محنت شاقہ، مستقل مزاجی، معیار کی رعایت، قدیم و جدید روایات سلسلہ کی پاسداری اور روادارانہ پالیسی نظر آئے گی۔ عالمی الفضل کے جو مستقل قاری ہیں وہ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہ بہت سے نئے قلم کاروں کی حوصلہ افزائی کرنا اور خوبصورت ایڈیٹنگ کر کے مضمون میں بعض اہم نکات شامل کر کے مضمون کو جاندار بنانا بھی الفضل کے لائق ایڈیٹر کا کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعرفان میں مزید وسعت دے اور طلب علم کی جستجو میں مزید وسعت عطا فرمائے کہ یہ **فریضۃ المسلم** ہے۔

الفضل کے سولہ صفحات میں سے، اور بعد میں کچھ عرصہ سے بیس صفحات کے، ہر صفحہ کو اس کے معیار وتقاضوں کے مطابق ایک مستقل پہچان دینے میں مدیر الفضل خاصے کامیاب رہے ہیں۔ اگرچہ روزنامہ الفضل کی طرح مستقل مزاجی سے ہفت روزہ نکالنا بھی مشکل امر ہے لیکن اب یہ لگ رہا ہے کہ الفضل کے 20 صفحات میں شائد کم پڑ گئے ہیں اسے 24 صفحات تک لے جانا پڑے گا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ عالمگیر کے کونے کونے کی باتصویر رپورٹوں

باقی صفحہ نمبر 27 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ جرمنی 2013ء

- ..... جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ کا خطبہ جمعہ سے افتتاح ۔
- ..... یونیورسٹیز کے طلباء کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نشست ۔
- ..... مختلف موضوعات پر طلباء کی Presentations اور حضور انور کے ساتھ ایک دلچسپ مجلس سوال و جواب ۔

(جرمنی میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

28 جون بروز جمعۃ المبارک 2013ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح سوا چار بجے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف نوعیت کے دفتری امور سرانجام دیئے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کے 38ویں جلسہ سالانہ کا پہلا روز تھا اور یہ تیسرا ایسا جلسہ تھا جو ایک نئی جگہ "Karlsruhe Messe Kongrene" میں منعقد ہو رہا تھا۔

دوپہر ایک بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور پرچم کشائی کی تقریب کے لئے جلسہ گاہ کے چاروں ہالوں کے درمیان ایک کھلے لان میں تشریف لے گئے۔ Karlsruhe شہر کے میئر Mr. Frank Mentrup جلسہ گاہ میں آئے ہوئے تھے۔موصوف نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کی سعادت پائی۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لوائے احمدیت لہرایا جب کہ امیر صاحب جرمنی نے جرمنی کا قومی پرچم لہرایا۔ لوائے احمدیت لہرانے کے دوران احبابِ جماعت **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم** کی دعا پڑھتے رہے۔

خطبہ جمعہ

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مردانہ جلسہ گاہ تشریف لائے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس کے ساتھ اس جلسہ کا افتتاح ہوا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کو آج سے اپنے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی توفیق مل رہی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تین دن تک جاری رہے گا۔ دنیا کے بعض اور ممالک کے بھی جلسے ان دنوں میں ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر امریکہ اور کبابیر وغیرہ۔ کیونکہ ان کے امراء نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہی دنوں میں ہمارا بھی جلسہ ہو رہا ہے، اس لئے ہمارا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اس وقت امریکہ میں تو بہت صبح ہوگی۔ کبابیر میں بھی جمعہ کا وقت شاید گزر چکا ہو۔ امریکہ کا جمعہ تو اس وقت شاید پانچ یا چھ گھنٹے کے بعد شروع ہوگا۔ تاہم آخری دن یعنی اتوار کو تقریباً اُن کا اختتام کا وقت بھی یہی ہے جب یہاں انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ کا اختتام ہو رہا ہو گا۔ تو اس لحاظ سے وہ بھی جلسہ کے اختتامی خطاب اور دعا میں شامل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایک ہی دنوں میں مختلف ممالک کے جلسوں کا انعقاد اس لحاظ سے فائدہ مند بھی ہو جاتا ہے کہ لائیو (live) خطبات سے مختلف ممالک کے لوگ جو اپنے ملکوں کے جلسوں کے لئے جمع ہوتے ہیں، استفادہ کر لیتے ہیں۔ ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جماعت کی ایک بڑی تعداد تک خلیفہ وقت کی بات پہنچ جاتی ہے۔ بیشک دنیا میں جماعت کا ایک خاصہ حصہ جلسوں کے لائیو پروگرام کو سنتا ہے لیکن پھر بھی میرے اندازے کے مطابق ایک بہت بڑی تعداد ہے جو نہیں سن رہی ہوتی۔ پس جیسا کہ میں نے کہا امریکہ والے یا بعض اور جگہوں کے احمدی جن کے ہاں ان دنوں میں جلسے ہو رہے ہیں آخری دن کے اختتامی خطاب میں شامل ہو جائیں گے لیکن آج جمعہ پر بھی بہت سوں کی توجہ ہو گی۔ بیشک اُن ممالک کے وقت سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن کیونکہ جلسہ کی نیت سے اکثر لوگ آئے ہوتے ہیں بلکہ شامل ہی جلسے کی نیت سے ہوتے ہیں اس لئے اپنے اپنے وقتوں کے مطابق جہاں بھی ہوں، خطبہ یا تقریریں سن لیتے ہیں۔ یعنی عام حالات کی نسبت زیادہ بڑی تعداد یہ سن لیتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کے خطبہ میں مَیں جلسہ سالانہ کے حوالے سے جلسہ کے مقاصد کے بارے میں یاددہانی کروانا چاہتا ہوں یعنی وہ مقاصد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے بیان فرمائے ہیں۔ یاددہانی کی ضرورت رہتی ہے تا کہ جلسے کے دنوں میں خاص توجہ رہے اور بعد میں بھی ان باتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت کے مطابق ان کا اظہار ہر احمدی کے عمل سے ہوتا رہے۔ اس بات کا انحصار بھی انسان کی اپنی توجہ پر ہے کہ کتنی دیر توجہ قائم رہتی ہے۔ کیونکہ آجکل انسان دنیا کے دوسرے کاموں اور بکھیڑوں میں بھی پڑا ہوا ہے۔ اس لئے اکثر دنیا داری غالب آ جاتی ہے جس سے فرائض اور نوافل کی ادائیگی میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ جلسوں میں شامل ہونے کے بعد بعض احمدی مجھے لکھتے ہیں کہ جلسے کے تین دنوں میں ہماری کایا پلٹ گئی۔ یہ تین دن تو یوں گزرے جیسے ہم کسی اور ہی دنیا میں تھے۔ ایک خاص روحانی ماحول تھا۔ دعا کریں کہ بعد میں بھی یہ حالت قائم رہے۔ تو بہرحال یہ حالت ہے جو جلسے کے دنوں میں غالب ہوتی ہے اور اس کا اثر ہر شامل ہونے والے پر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایمانی حالت کے مطابق یہ اثر رہتا ہے۔ بعض تو جلسہ کے فوراً بعد بھول جاتے ہیں کہ جلسے کی تقریریں سننے کے دوران ہم نے اپنے آپ سے کیا کیا عہد کئے تھے، اپنے خدا سے عہد کئے تھے کہ ان نیکیوں کو جاری رکھیں گے۔ بعض تو چند دن اس اثر کو قائم رکھیں گے۔ بعض چند ہفتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو چند مہینے تک یہ اثر قائم رکھیں گے۔ یہ حقائق ہیں جن سے ہم آنکھیں نہیں پھیر سکتے۔ اور چند ایک ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر اس نیک ماحول کا اثر سالوں رہتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس اکثریت کیونکہ تھوڑا عرصہ اثر رکھتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بار بار نصیحت کرنے کا بھی فرمایا ہے۔ بار بار ایسے ماحول کے پیدا کرنے کا کہا ہے جو مومنوں کو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا رہے، اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا رہے، اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا رہے، اُن کو اپنے عملوں کی خودنگرانی کرنے کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر بہت بڑا احسان جلسوں کا اجراء فرما کر فرمایا ہے کہ جس سے ہمیں اپنی اصلاح کا ایک اجتماعی موقع مل جاتا ہے۔ روحانی غذا کے حصول کا موقع مل جاتا ہے۔ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا، اب میں اس وقت جلسہ کے مقاصد اور اس کی غرض و غایت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں ہی کچھ کہوں گا۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جلسہ پر آنے والوں کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں، ایک احمدی کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

> ''دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں۔ اور انکسار اور تواضع اور راستبازی اُن میں پیدا ہو۔ اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کرے۔''

ان چند فقرات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حقیقی احمدی کے لئے زندگی کا پورا لائحہ عمل بیان فرما دیا ہے۔ فرمایا کہ جلسہ میں شامل ہونے والوں میں ایسی تبدیلی ہو کہ وہ زُہد میں ایک نمونہ ہوں۔ انسان اگر غور کرے تو اس ایک لفظ میں ہی اتنی بڑی نصیحت ہے کہ برائیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو دنیاوی تسکین کے سامان سے روکنا، دنیاوی خواہشات سے روکنا۔ اپنے غلط جذبات کو ابھرنے سے روکنا۔ اس طرح روکنا کہ تمام دروازے ان خواہشات کے بند ہو جائیں تا کہ خواہش پیدا ہی نہ ہو۔ اب اگر دیکھا جائے تو انسان دنیا میں جو خدا تعالیٰ نے چیزیں پیدا کی ہیں ان سے مکمل طور پر قطع تعلق تو نہیں کر سکتا۔ تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس طرح روک لو کہ دنیا سے کٹ جاؤ۔ زُہد یہ ہے کہ دنیا کی ان چیزوں کی جو ناجائز خواہشات ہیں اُن سے اپنے آپ کو روک لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی تحدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ان سے فائدہ نہ اُٹھانا بھی خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ نے یہ عہد کیا کہ ہم روزے ہی رکھتے رہیں گے۔ روزانہ روزے رکھیں گے، شادی نہیں کریں گے، عورت کے قریب نہیں جائیں گے اور ساری ساری رات نمازیں پڑھتے رہیں گے۔ جب آپؐ کے علم میں یہ بات آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں۔ نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ دوسرے دنیاوی کام اور گھر کے کام کاج بھی کر لیتا ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے۔ پس جو شخص مجھ سے منہ موڑے گا، وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو کہ میں تم لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اپنی خواہشات کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع رکھتا ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی زُہد یہ ہے کہ صرف دنیاوی خواہشات اور ان کی تسکین مطمح نظر نہ ہو بلکہ جو ان میں سے بہترین ہے، وہ لو اور اعتدال کے اندر رہتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتے ہوئے ان دنیاوی چیزوں سے فائدہ اُٹھاؤ گے تو یہ زہد ہے۔ اگر یہاں آ کر ان مغربی ممالک کی آزادی کی وجہ سے یہاں کی ہر چیز میں خواہشات کی تسکین کا لالچ تمہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو پھر تمہارا جلسوں پر آنا بے فائدہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا بھی بے فائدہ ہے۔ پس فرمایا اپنے اندر زہد پیدا کرو۔ کیونکہ یہ پیدا کرو گے تو تقویٰ کی حقیقی روح کی بھی پہچان ہوگی۔ تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہی ہے کہ ہر وقت یہ خوف دل میں رکھنا کہ میرے سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف سزا کے ڈر سے نہ ہو بلکہ اس طرح ہو جس طرح ایک بہت قریبی دوست کی یا قریبی عزیز کی ناراضگی کا خوف ہوتا ہے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے۔ اور ایسی محبت کی حالت بھی اُس وقت طاری ہو سکتی ہے جب خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق ہو اور اس کا عرفان ہو۔ جب محور خدا تعالیٰ کی ذات ہو۔ پس یہ وہ معیار ہے جسے ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس اپنی سچائیوں کے معیاروں کو بلند کرو تا کہ جس مقصد کے لئے تم جمع ہوئے ہو، اُس کو حاصل کر سکو۔ اور جب ہر احمدی کے راستبازی کے معیار بلند ہوں گے تو بات میں بھی اثر ہو گا اور جب باتوں میں اثر ہو گا تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصد اور مشن کو آگے بڑھانے والوں میں شامل ہو سکیں گے۔ اور جو مشن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے وہ دو اہم کام ہیں۔ ایک تو بندے کو خدا کی پہچان کروا کر خدا تعالیٰ سے ملانا، اور دوسرے بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی کرنا۔ اور یہ دونوں کام ایسے ہیں جو ہمارے سے تقویٰ اور قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں، جو ہماری عملی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دنیا کو ہم خدا تعالیٰ سے اُس وقت تک نہیں ملا سکتے جب تک ہمارا اپنا خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم نہ ہو۔ دوسرے بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی ہے، تو یہ ہم اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک ہم عاجزی، انکساری، سچائی، محبت، اخوت اور قربانی کا جذبہ اپنے اندر نہ رکھتے ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس ان تین دنوں میں ہم نے اپنے اس تعلق اور جذبے کا جائزہ لینا ہے اور بڑھانا ہے انشاء اللہ تعالیٰ، تا کہ جلسہ پر آنے کے مقصد کو بھی حاصل کرنے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنے والے بھی ہوں۔ پس ان تین دنوں میں اپنے تقویٰ کے معیار کو

بڑھانے اور عملی حالتوں کو درست کرنے کی ہر احمدی کو، ہر شامل ہونے والے کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ ہم حقیقت میں اس جلسے کے مقصد کو پانے والے ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطبہ جمعہ کا مکمل متن ہفت روزہ الفضل کے 19 جولائی 2013ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطبہ جمعہ دوپہر دو بجکر پچاس منٹ تک جاری رہا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نمازِ جمعہ کے ساتھ نمازِ عصر جمع کر کے پڑھائی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطبہ جمعہ MTA انٹرنیشنل پر Live نشر ہوا اور مقامی طور پر درج ذیل گیارہ زبانوں میں اس کا رواں ترجمہ ہوا۔

انگریزی، عربی، فرنچ، بنگلہ، جرمن، فارسی، ترکی، بلغارین، بوزنین، البانین اور رشین۔

علاوہ ازیں عربی، فرنچ اور بنگلہ کے تراجم یہاں سے براہ راست MTA پر Live نشر ہوئے۔

علاوہ ازیں ریڈیو پر بھی جلسہ کی کارروائی اردو اور جرمن زبان میں نشر ہوتی رہی۔

یونیورسٹیز کے طلباء کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نشست

آج پروگرام کے مطابق جرمنی کی مختلف یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ایک پروگرام رکھا گیا تھا۔

ساڑھے آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ مجموعی طور پر تین صد سے زائد طلباء اس پروگرام میں شامل ہوئے۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم توقیر سہیل صاحب نے کی اور اس کا اردو ترجمہ سلمان محمود صاحب اور جرمن ترجمہ طارق کمال صاحب نے پیش کیا۔

.....بعد ازاں پروگرام کے مطابق ڈاکٹر اویس باجوہ صاحب نے اپنے ایک میڈیکل تھیسس (thesis) پر presentation دی۔ ان کے اس تھیسس کا عنوان "Establishing a Method of Sodium Imaging after Blood-Brain Barrier Disruption" تھا۔

انہوں نے بتایا کہ انسانی جسم میں سوڈیم آئن (Sodium Ion) کی مقدار ہائیڈروجن آئن کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ اس کی اہمیت سارے خلیوں میں ہی ہے تاہم نیوران (Neuron) دماغی خلیہ کے باہر اور اندر اس کی کم اور زیادہ مقدار میں موجودگی کے باعث الیکٹرک پوٹینشل پیدا ہوتا ہے۔

اس تحقیقاتی مطالعہ میں ہم نے سوڈیم کی تقسیم کا ایک چوہے کے دماغ میں مشاہدہ کیا۔ کیمیکل شفٹ اِمجنگ (Chemical Shif Imaging or CSI) کا طریقہ جو ہم نے استعمال کیا وہ X-Nucleus طریقہ کہلاتا ہے جو عام طور پر استعمال کئے جانے والے MRI یعنی Magnetic Resonace Imaging سے مختلف ہے جس میں عموماً پروٹان کی شفٹ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ CSI طریقہ میں سوڈیم کی مقدار میں سیل کے اندر اور باہر والے سوڈیم آئن میں تفریق نہیں کی جاتی اور ٹوٹل سوڈیم کی مقدار ہی معلوم ہوتی ہے جبکہ ہم صرف سیل کے باہر موجود سوڈیم کی مقدار معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ سیل کے اندر اور باہر کے خانوں میں موجود سوڈیم میں فرق کرنے کیلئے ہم نے ایک کیمیکل شفٹ ایجنٹ کا استعمال کیا جسے TMDOTP کہا جاتا ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ اس سوڈیم آئن سے مل جاتا ہے جو سیل کے باہر موجود ہوتی ہے اور اس طرح سے ان کی مقناطیسی طاقت میں فرق آجاتا ہے جس کا عکس Spectroscopic Analysis یعنی 'رنگین تصویر' کی شکل میں کیا جاسکتا ہے اور جیسے جیسے اس کیمیکل کی مقدار بڑھائی جائے باقاعدہ سوڈیم کی شفٹ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ سوڈیم سارے جسم میں اس کیمیکل کے ساتھ سیل کے اندر اور باہر جاسکتا ہے لیکن دماغ میں ایک رکاوٹ موجود ہوتی ہے جس کے باعث یہ کیمیکل دماغ کے خلیوں کے باہر موجود جگہ پر شریانوں سے نکل کر نہیں جاسکتا۔ یہ رکاوٹ آپس میں جڑے ہوئے خلیوں کے باعث ہوتی ہے جو دماغ کی شریانوں میں پائی جاتی ہے جس کے باعث یہ کیمیکل باہر نہیں جا پاتے۔ باقی جسم میں ایسی رکاوٹ نہیں پائی جاتی ہے۔

ہم نے سوڈیم کی زیادہ مقدار والے محلول کو دماغ کو جانے والی بڑی شریان (Internal Carotid Artery) کے ذریعہ براہِ راست داخل کیا۔ اپنے تجربہ کیلئے چوہے کو استعمال کرتے ہوئے ہم نے خوردبینی طریقہ سے یہ محلول براہِ راست دماغ تک پہنچایا تا کہ باقی جسم میں جانے کے باعث اس کی مقدار کم نہ ہو جائے۔ اس سے قبل ہم نے یہی تجربہ ایک نسبتاً سستے محلول سوڈیم فلوروسین کے ذریعہ بھی کیا۔

اس تجزیہ کے بعد ہم نے اپنے تجرباتی جانور کو برین Scanner میں ٹرانسفر کیا اور کیمیکل شفٹ امیجنگ (CSI) کی تصویر حاصل کی۔ وہ جانور جن میں تجربہ سے پہلے زیادہ سوڈیم والا محلول inject کیا گیا تھا وہاں واضح کیمیکل شفٹ نظر آئی جبکہ کنٹرول والے جانوروں میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھی گئی۔

اس تحقیق کا مقصد یہ تھا کہ دماغ میں CSA کیمیکل شفٹ ایجنٹ کے ذریعہ رسائی کی جاسکتی ہے اور ہم اس تجربہ میں کامیاب رہے۔ اس کیمیکل شفٹ ایجنٹ کے باعث واضح طور پر دماغ میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم جو کیمیکل TMDOPT ہم نے چوہوں میں استعمال کیا چونکہ اس کے زہریلے اثرات انسانوں میں ہوسکتے ہیں لہٰذا انسان میں استعمال کئے جاسکنے والے کیمیل ایجنٹ کا ابھی انتظار کرنا ہوگا۔

.....اس کے بعد بلال اسلم صاحب نے دنیا کے سب سے بڑے سائنسی ادارہ "CERN" اور جرمنی کے 25 خدام کا اس دارے کا وزٹ پر اپنی presentation دیتے ہوئے بتایا کہ شعبہ تعلیم جرمنی کا یہ مقصد رہا ہے کہ سٹوڈنٹس کو بہترین علم سے نوازا جائے۔ اسی ضمن میں ایک پروگرام 2009ء میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارہ میں کیا گیا تھا جس میں دنیا بھر سے نامور سائنس دانوں نے شمولیت کی۔ پھر اسی طرح 2010ء میں CERN کے بارہ ایک پروگرام کیا جس میں ایک سائنسدان جو CERN میں کام کرتا تھا شامل ہوا۔ پھر 2011ء میں 25 خدام نے Cern جو کہ سوئٹزرلینڈ میں ہے اس کا دورہ بھی کیا۔

2013ء میں CERN میں جو ایک ذرہ دریافت ہوا اس کے بارے میں دنیا بھر سے نامور سائنس دان آئے اور ہمارے اسٹوڈنٹس کو لیکچر دیا۔

موصوف نے بتایا کہ CERN دنیا کا سب سے بڑا سائنسی ادارہ ہے جس میں تخلیقات کی پیدائش وغیرہ پر ریسرچ ہوتی ہے۔ یہ ادارہ 1954ء میں بنا اور 20 ممالک نے مل کر اس ادارہ کا آغاز کیا۔ اب 10000 (دس ہزار) کے قریب سائنسدان یہاں کام کرتے ہیں۔ اس ادارے میں تین سائنس دانوں کو نوبل انعام ملا ہوا ہے۔

اس دارے کا خاص کام ایٹم کے ذروں کو آپس میں ٹکرانے اور ان سے نئے ذرات پیدا کرنا ہے۔ اس کام کیلئے وہاں دنیا کی سب سے طاقتور مشین بنائی گئی ہے۔ جس کا نام Large Hadrom Accelerator ہے۔ یہ ذرات کو روشنی کی رفتار تک لے جاتا ہے اور ٹکراتا ہے۔ اس طرح توانائی سے ذرات پیدا ہوتے ہیں جس کی سٹڈی کر کے یہ کائنات کی پیدائش وغیرہ کا اندازہ لگاتے ہیں۔ بعض طاقتیں ہیں جو ہر چیز کو جوڑے رکھتی ہیں جیسا کہ weak force، electromagn، gravity اور strong force ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے weak force جو ایٹم کے اندر ہوتی ہے کو electro magnents طاقت کے ساتھ ملا کر پیدا ہونے والی ایک طاقت دریافت کی۔ کیونکہ جب کائنات بنی تو سب طاقتیں ایک تھیں۔ اس لئے یہاں یہ چیز تلاش کی جاتی ہے کہ وہ ایک طاقت کونسی تھی۔

2013ء میں جو Higg ذرہ دریافت ہوا اس کا تعلق بھی ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی theory کے ساتھ تھا۔ اس نئی تھیوری کے مطابق سب ذرات کو ایک فیلڈ وزن دیتی ہے۔ اس فیلڈ کا نام ہگز فیلڈ ہے۔ اس ذرہ (Higgs) کو 2013ء میں CERN میں دیکھا گیا۔ اس طرح ایک تھیوری ثابت ہوئی ہے اور انسان کے علم میں اضافہ ہوا ہے۔

قرآن کریم کا قریباً آٹھواں حصہ علم بڑھانے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو یہ علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہم اللہ کی پیدا کردہ کائنات پر غور و فکر کر سکتے ہیں اور ثابت کر سکتے ہیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی قرآن کا علم حاصل کر کے اپنی theories پیش کیں۔

طلباء کی حضور انور کے ساتھ مجلس سوال و جواب

.....ایک طالبعلم نے اسی presentation کے حوالہ سے سوال کیا کہ **ایسی دنیا میں جہاں آدھے سے زیادہ لوگوں کو دو وقت کا کھانا بھی میسر نہیں ہے وہاں اتنے زیادہ basic science کو resources ریسرچ پر خرچ کر دینے کو کس طرح justify کیا جاسکتا ہے؟**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ جو میں نے کائنات بنائی ہے اور جو میں نے سارا زمین و آسمان کا نظام بنایا ہے اس پر غور کرو۔ اور جو لوگ بھوکے مر رہے ہیں وہ اس لئے نہیں مر رہے کہ اس تحقیق میں پیسے خرچ ہو رہے ہیں بلکہ وہ تو اس لئے مر رہے ہیں کہ بڑے ملکوں کے ذاتی مفادات ہیں۔ ہزاروں ٹن خوراک گندم یا کسی اور شکل میں بڑے ملکوں میں امریکہ، کینیڈا اور دیگر ویسٹرن ممالک میں سٹوریج میں پڑے پڑے خراب ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ ہزاروں ٹن دودھ، مکھن اور گھی ہالینڈ میں اور ان ملکوں میں خراب ہو جاتا ہے۔ اگر آپ اس کو استعمال کریں تو غریبوں کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ اور پھر جن ملکوں کو آپ غریب کہتے ہیں وہاں اتنا پوٹینشل ہے کہ اگر وہ ایمانداری سے کام کریں تو خود ہی خوراک پیدا کر سکتے ہیں۔ پاکستان جہاں سے آپ آئے ہیں ایک غریب ملک ہے لیکن اس کے پاس اتنے زیادہ natural resources ہیں کہ اگر وہ ایماندار ہوں اور ملک کے حکام سوئس بینکوں میں پیسہ لے کر نہ جائیں تو وہ ملک نہ صرف خود غریبوں کو کھلا سکتا ہے بلکہ اور بھی چار غریب ملکوں کو کھلا سکتا ہے۔

اس غربت کا جواب یہ نہیں ہے کہ ریسرچ کیوں کر رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو بڑے لوگ ہیں، سیاستدان ہیں، جن کے ہاتھوں میں حکومتیں ہیں وہ بجائے اس کے کہ باقاعدہ پلاننگ کریں اپنے آپ کو selfish بنا رہے ہیں۔ وہ صرف اُن کو فِیڈ کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کے مفادات جڑے ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ مفادات نہیں ہوتے ان کو وہ فیڈ نہیں کرتے۔ اگر proper planning ہو تو دنیا میں کوئی بھی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ ابھی بھی زمین دنیا کی دیکھ لیں۔ اتنی وسیع زمین ہے جو بالکل unutilised ہے۔ اگر اس کو استعمال کیا جائے تو میرے نزدیک بلکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ اگر ایمانداری پیدا کریں تو پاکستان کے پاس اتنے sources ہیں کہ اپنے آپ کو فیڈ کرنے کے بعد بھی چار ملکوں کو فیڈ کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کا کام ہے کہ خود بھی ایماندار ہوں اور تبلیغ کر کے احمدیت کا پیغام بھی پہنچائیں اور دنیا میں انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں اور قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ اس طرح سارے لوگ بھوکے مرنا بند ہو جائیں گے۔

.....پھر ایک طالبعلم نے سوال کیا کہ جینیٹک تھراپی کی اسلام کس قدر اجازت دیتا ہے۔ یہاں جرمنی میں جس وقت جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو DNA ٹیسٹ کروا سکتے ہیں کہ کس قسم کی بیماریاں ہیں وغیرہ۔ اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ جب بچہ develope ہو رہا ہو تو ان بیماریوں کا علاج بھی کر لیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس طالبعلم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اگر وہ علاج کر سکتے ہیں تو اچھی بات ہے۔ بچہ جب پیدا ہوگا تو وہ صحت مند پیدا ہوگا۔ اس میں ایک جینیٹک تھراپی ہے اور stem cell تھراپی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر اچھی چیز ہے اور اس سے فائدہ ہو رہا ہے تو پھر پادری جو مرضی کہتے رہیں۔ اگر ایک انسانی جان بچ رہی ہے اور اس کے بعد ایک فائدہ مند وجود پیدا ہونا ہے تو اس میں حرج کیا ہے؟

.....اس پر طالبعلم نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت میں دخل اندازی ہے۔

اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پھر تو جو بعض epidemic بیماریاں آتی ہیں ان کا علاج بھی نہ کروایا کریں۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ جب بیماریاں آتی ہیں تو میں شفا بھی دیتا ہوں۔ تو شفا دینا بھی خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔

.....پھر طالبعلم نے کہا کہ بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ والدین کہیں گے کہ ہمارے بچے کی آنکھیں نیلی ہونی چاہئیں یا اس کے اندر یہ خواص ہونے چاہئیں۔

اس کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اس طرح کرنے سے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں تبدیلیاں کرنے سے آہستہ آہستہ کلوننگ کی طرف چلے جائیں گے۔ اور یہ چیز غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کر تو سکتے ہو لیکن اس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔ وہ پھر صرف blue eyes تک نہیں رہے گا بلکہ بہت کچھ ہو جائے گا۔ کہیں گے کہ میرے دو کی بجائے تین ہاتھ ہونے چاہئیں۔ ایک ہاتھ کی دس انگلیاں ہونی چاہئیں۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے اسی میں خوبصورتی ہے۔ اسی میں حسن ہے اور اسی میں perfection

ہے۔اللہ تعالیٰ کی خلقت میں دخل اندازی نقصان دہ ہوتی ہے۔

.....پھر ایک طالبعلم نے سوال کیا کہ حضورانور نے فرمایا تھا کہ روحانیت کا تعلق دل سے ہے۔اور ایک جاپانی سائنسدان کا حوالہ بھی دیا تھا۔تو کیا اس سارے process کو اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ہر چیز پہلے کانشش میں جاتی ہے اور پھر وہاں سے دل میں جاتی ہے۔

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اب تو میں نے ایک اور آرٹیکل بھی پڑھ لیا ہے۔اب وہ اس طرف آرہے ہیں کہ آرڈرز پہلے دل کو جاتے ہیں اور پھر وہاں سے دماغ کو جاتے ہیں اور پھر body کو جاتے ہیں۔اب صرف جاپانی نہیں باقی سائنسدان بھی اس طرف ریسرچ کرنے لگ گئے ہیں۔تو جس طرح آپ کہہ رہے ہیں اس طرح تو دماغ پہلے آگیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وحی دل پر آتی ہے اور پھر دل سے دماغ پر جاتی ہے اور پھر زبان پر یا جسم کے کسی دوسرے حصہ پر اس کا اثر ہوتا ہے۔روحانیت پر ابھی سائنسدان ریسرچ نہیں کرسکتے۔ وہ تو کسی روحانی آدمی سے ہی پوچھا جاسکتا ہے۔اس لئے الہامی کیفیت بہرحال دل کے اوپر پہلے ہوتی ہے۔ یہ ایک حالت ہے، ایک کیفیت ہے جو دل پر طاری ہوتی ہے ۔ انبیاء کی حالت کے بارے میں بھی آتا ہے ۔بعض صحابہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی کیفیت کا بھی ذکر کیا ہے کہ جب الہامی کیفیت طاری ہوتی تھی تو بالکل مختلف صورت ہو جاتی تھی۔تو اس وقت جو صورتحال ہوتی ہے وہ اس دنیا کی صورت سے باہر ہوتی ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بعض ایسی چیزیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم ان کے متعلق نہ سوچو تو زیادہ بہتر ہے۔

.....پھر اکنامک کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے ایک خادم نے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کو اپنے اس شعبہ میں زیادہ کس فیلڈ کی طرف فوکس کرنا چاہئے؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس بات پر زیادہ فوکس کرنا چاہئے کہ interest free بینکنگ کو کس طرح develope کرسکتے ہیں۔موجودہ فنانشل سسٹم میں interest free بینکنگ کس طرح ہو سکتی ہے۔دنیا کا بہت بڑا حصہ جن کے ہاتھ میں تجارت ہے اور پیسہ ہے وہ سارے interest کے اوپر چل رہے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ:

مجھے کسی نے ایک آرٹیکل بھیجا تھا۔کسی یورپین کا ہی آرٹیکل تھا اس نے انٹرسٹ فری بینکنگ پر لکھا ہے ۔ وہ چھوٹی سی کتاب جو اس نے لکھی ہے وہ انٹرنیٹ پر بھی available ہے۔اس کے علاوہ جماعت نے بھی ایک رپورٹ تیار کرلی ہے۔ جماعت کے مختلف اکانومی کے ایکسپرٹ اور فنانشل ایکسپرٹ ہیں جنہوں نے یہ رپورٹ تیار کی ہے ۔ وہ رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔

اسی طرح بعض اسلامی بینک بھی ہیں لیکن وہ بھی sugar-coated ہی ہیں۔اصل میں وہ بھی انٹرسٹ کے اوپر ہی ہیں۔لیکن میرے پاس کچھ مواد ہے جو میں نے اپنے احمدی experts سے تیار کروایا ہے وہ اگر چاہئے تو میں آپ کو بھیج دوں گا۔

.....پھر ایک طالبعلم نے homosexuality کے بارہ میں سوال کیا کہ سائنسدانوں نے ریسرچ کی ہے کہ انسان کے اندر کوئی gene ہے جو انسان کے اندر homosexuality کی وجہ بنتا ہے۔

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: اگر کوئی ایسا پیدائشی طور پر تھا بھی تو اس کو legalize کرکے، قانون کا حصہ بنا کر، اس کی پبلسٹی کرکے اس بے حیائی کو پھیلانا شروع کردیا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

میں پانچ چھ سال پہلے جب کینیڈا میں گیا تو وہاں میری ان کے پرائم منسٹر صاحب سے بات ہورہی تھی اور اس زمانہ میں انہوں نے پارلیمنٹ میں اس حوالہ سے قانون پاس کیا تھا یا کرنے کی کوشش ہورہی تھی۔اس وقت debate ہورہی تھی اور سارے اس کی favour میں جارہے تھے۔ ان کو میں نے کہا کہ آپ لوگوں کو مسئلہ کیا ہے؟ اگر کوئی ایسا چھپا ہوا ہے تو اسے چھپا ہوا رہنے دیں۔ضروری تو نہیں کہ اس کی اشتہار بازی کرکے باقیوں کو بھی encourage کیا جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ کے پاس ڈیٹا موجود ہے؟ آپ کے ملک میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی وجہ سے آپ یہ homosexuality کا قانون پاس کررہے ہیں؟ تو وہاں ان کا سیکرٹری بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ ہماری معلومات کے مطابق یہاں اس طرح کے کیسز کی تعداد پانچ سو ہے۔اب پانچ سو کی خاطر قانون پاس کرکے پورے ملک کو اس طرف لگا دیا ہے اور اس کے بعد سے جس طرح فیشن کی بھیڑ چال چلتی ہے اس طرح یہ اب ایک فیشن بھی ہوگیا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تو ہمیں یہ کہتا ہے کہ لوط کی قوم میں ایسی باتیں تھیں جو تباہ ہوگئی۔قرآن شریف میں لکھا ہے کہ یہ ایک بے حیائی ہے ۔ اگر تم کسی کو اس بے حیائی میں دیکھو تو اس کو سزا دو۔ مذہبی لحاظ سے تو بہرحال یہ ایسی چیز ہے جو اسلام میں منع ہے اور سختی سے منع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اتنی ناپسند ہے کہ ایک قوم کو بھی تباہ کردیا۔تو یہ لوگ بہت ساری برائیوں میں تو آگے بڑھ رہے ہیں تو اس برائی میں بھی آگے چلتے چلے جائیں گے۔اور بے حیائی کو ہوا دیتے چلے جائیں گے اور اس کو قانونی حیثیت دے دیں گے۔قانونی حیثیت دے کر پوری قوم اس برائی میں شامل ہورہی ہے۔تو پھر قوموں کی تباہی اس طرح ہی آیا کرتی ہے۔اور اس کا بھی انجام یہی ہوگا۔وہاں بھی میں نے ان کو بڑا کھل کر کہہ دیا تھا وزیر اعظم صاحب کو کہ آپ لوگ اس قانون کو پاس کرکے اپنی قوم کی تباہی نہ کروائیں۔خیر قوم کی تباہی تو نہیں ہوئی ۔ نیک بھی ہوں گے جو بچے ہوئے ہیں۔لیکن اس کی پارٹی سیاست میں سے ایسے غائب ہوئی ہے حالانکہ وہ رولنگ پارٹی (ruling party) تھی کہ اس کو اب کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

باقی احمدیوں میں سے اگر کسی کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں تو اس کو استغفار کرنا چاہئے ۔اپنے آپ کو اس چیز سے دور کریں۔اپنے اندر نفرت پیدا کریں۔ پھر آہستہ آہستہ دل سے خیالات نکل جاتے ہیں لیکن اگر اس کی طرف توجہ ہی رہے گی تو پھر بہرحال خیالات بڑھتے چلے جائیں گے۔باقی جو سائنسدان ریسرچ کررہے ہیں، دیکھتے ہیں وہ اس میں سے کیا نکالتے ہیں۔

.....اسی طالبعلم نے پوچھا کہ **homosexuality کو ایک بیماری کے طور پر بھی کہا جاسکتا ہے؟**

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اس کو disease کے طور پر نہیں کہہ سکتے۔شاید اِکّا دُکّا کسی میں بیماری کے طور پر بھی ہو۔لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسی چیز ہے کہ میں اس کی وجہ سے قوموں کو تباہ کردیتا ہوں تو یہ بیماری تو نہیں ہے۔ یہ خود ماحول کی پیدا کردہ چیز ہے۔بعض لوگ اس مخصوص ماحول میں رہتے ہیں کہ نفسیاتی اثر ایسا پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک دوسرے کی طرف attraction پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ نفسیاتی اثر ہے۔ لیکن جب اس کو آپ قومی character بنالیتے ہیں تو وہی چیز تباہی لے آتی ہے۔

.....پھر ایک طالبعلم نے سوال کیا کہ وہ سیاسی پارٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق حضورانور کیا خیال ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

ملک میں جو نظام چل رہا ہے وہ democratic نظام ہے اور اس میں پولیٹیکل پارٹیز ہیں۔ اب ہر پارٹی کا ایک manifesto ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنی پارٹی کو چلاتے ہیں اور لوگوں کو توجہ دلاتے ہیں۔اگر کسی کو پسند آتا ہے وہ manifesto تو وہ ملک کی خدمت کیلئے، انسانیت کی خدمت کے لئے اچھی چیز ہے۔تو انفرادی طور پر اگر آپ اس میں شامل ہوجائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جماعت احمدیہ ایک پارٹی کو سپورٹ کرلے تو یہ نہیں ہوتا اور نہ ہوگا کبھی۔ ہر ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اپنی اپنی پسند کی پارٹی کو ووٹ دے سکتا ہے۔ لیکن ایک احمدی کو یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ ہر اس شخص کو ووٹ دیں چاہے وہ کسی بھی پارٹی کا ہو جو پڑھا لکھا ہے، broad-minded ہے، ملک کے لئے فائدہ مند ہے۔اس کی بیک گراؤنڈ اس لحاظ سے اچھی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ ملک کو فائدہ دے گا۔اس کے اپنے خیالات اچھے ہیں کہ آپ ذاتی طور پر جانتے ہیں اور اپنے ملک کے علاوہ مجموعی طور پر انسانیت کیلئے فائدہ مند ہے۔ دنیا کے امن کیلئے فائدہ مند ہے، غریب ملکوں کی امداد کیلئے فائدہ مند ہے تو ایسے لوگوں سے تعلق بڑھانے چاہئیں اور ان کی پارٹی میں شامل ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور ان کو ووٹ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن یہ ہر ایک کا اپنا انفرادی فعل ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ:

بیس، پچیس آدمی ایک شہر میں رہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں وہاں پارٹی کا فلاں ممبر جماعت کیلئے بھی اور ملک کیلئے، دنیا کیلئے بھی اور انسانیت کیلئے بھی فائدہ مند ہے یا اس پارٹی کا منشور فائدہ مند ہے تو اس کو اکٹھے بھی ووٹ دے سکتے ہیں لیکن کسی کو کوئی پابند نہیں کیا جاسکتا کہ ضرور تم نے فلاں جگہ جانا ہے یا نہیں جانا۔تو آپ اگر کسی پارٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو بے شک ہوں۔اچھی بات ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

افریقہ میں اور بالخصوص غانا میں کیونکہ وہاں احمدیوں کی تعداد بھی زیادہ ہے، وہاں دو تین پارٹیاں ہیں اور ہمارے احمدی اپنی پسند کے لحاظ سے مختلف پارٹیوں میں شامل ہیں اور وہ لوگ اس لیول کے ہیں کہ ان میں سے ممبر آف پارلیمنٹ تو بنتے ہی ہیں لیکن وہ منسٹرز بھی بن جاتے ہیں۔ ایک گورنمنٹ آتی ہے تو اس میں بھی ہمارے احمدی منسٹرز ہوتے ہیں، دوسری گورنمنٹ آتی ہے تو اس میں ہمارے احمدی ہوتے ہیں۔لیکن یہی لوگ جب مسجد میں آتے ہیں تو وہاں پولیٹیکل rivalry نہیں چل رہی ہوتی بلکہ وہ ایک احمدی ہوتے ہیں۔

طلباء کا حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یہ پروگرام نو بجکر پچاس منٹ پر اختتام کو پہنچا۔

بعد ازاں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ میں تشریف لاکر نماز مغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں۔نماز کی ادائیگی کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: الفضل اور الفضل انٹرنیشنل از صفحہ 24

کے ساتھ ساتھ نئے علمی مضامین کیلئے شائد جگہ کم ہوتی جارہی ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔اس لئے اس کے صفحات میں 8 نہیں تو 4 کا مزید اضافہ کرنا ہی پڑے گا۔

موجودہ ایڈیٹر صاحب کا دور ادارت اللہ کرے کہ خلافت کی رہنمائی میں اور خلیفۂ وقت کی توجہ اور دعاؤں کے فیض سے جدت پسندی کے ساتھ اسی طرح جاری و ساری رہے۔اس میں کئی دلکش، دلچسپ اور ہر طبقۂ عمر کے لئے کئی سلسلہ ہائے تحریر جاری وساری ہیں۔

بعض احباب الفضل کا پہلا صفحہ بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی جدت لائی گئی۔ملفوظات حضرت مسیح موعود کے علاوہ اخلاق عالیہ، سیرت النبی ﷺ، اخلاق صحابہ کرامؓ، حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی پُرمغز تحریرات، حدیث وعلوم حدیث کے سلسلے، چھوٹی چھوٹی سرخیوں کے ساتھ نئے حوالہ جات اور کئی اور سلسلہ در سلسلہ تحریریں۔ بعض لوگ اطلاعات و اعلانات والا صفحہ اور بعض قارئین آخری صفحہ (خبروں والا) پسند کرتے ہیں۔تاہم قارئین کا ایک بھاری طبقہ وہ بھی ہے جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبات و خطابات اور خطبہ جمعہ کے خلاصہ کا بیتابی سے منتظر رہتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ تعلیم و تربیت اور اصلاح نفس کا خزانہ پیارے آقا کے ارشادات میں ہی ہوتا ہے۔

28 مئی 2010ء کو شر پسندوں نے ہمارے 86 بھائی راہ مولیٰ میں قربان کردیئے جن کا ذکر خیر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلسل کئی خطبات میں فرمایا۔جس سے بعد میں کئی احباب نے اہم مضامین و مقالہ جات بھی لکھے۔اسی طرح شہدائے احمدیت کے بارہ میں کئی اہم مضامین میں شہدائے احمدیت کا ذکر خیر الفضل کے صفحات کی زینت بنا۔اور شہدائے احمدیت کا تذکرہ الفضل نے ہمیشہ کیلئے آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کردیا۔

حقیقت یہ ہے کہ الفضل انٹرنیشنل کے بیس سالہ بدلتے معیار ومزاج کے لئے ایک مقالہ کی ضرورت ہے اور ممکن ہے جامعہ لندن کا کوئی طالب علم اس پر مقالہ بھی لکھ ڈالے۔کیونکہ اس کی ضرورت بھی ہے۔یہ مضمون تو بہرحال اس کا احاطہ کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔

آخر پر خاکسار خصوصاً مکرم عبدالماجد طاہر صاحب کے منجھے ہوئے قلم، نہایت اعلیٰ حافظے، لیاقت وقابلیت اور روئیداد اور وقائع نگاری کی مہارت کا ذکر کرنے میں قلبی خوشی محسوس کرے گا جو گزشتہ پندرہ سال سے نمایاں طور پر الفضل انٹرنیشنل اور الفضل کے لئے اپنے قلم کے جوہر دکھا رہے ہیں اور گزشتہ دس سالوں میں بالخصوص سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیسیوں ممالک کے متعدد دورہ جات، تقاریب، جلسہ ہائے سالانہ و اجتماعات میں شمولیت کی روئیدادیں، دنیا کی سرکردہ شخصیات سے میٹنگز، ذیلی تنظیموں کو ہدایات، مختلف طبقات سلسلہ ہائے احمدیہ سے نشستوں اور انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں کی تدوین وتحریر کے سلسلہ میں طویل سلسلہ ہائے مضامین میں ایمان افروز تذکرہ کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور دلکش زورِ قلم میں مزید جاودانی، روانی اور آسمانی روشنائی بھر دے۔آمین۔

اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ کی خوبیوں کے حامل اخبار نے گزشتہ ڈیڑھ سال سے سیرت واخلاق النبی ﷺ کا پرچار کرنے میں اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائی اور نبھا رہے ہیں۔اور سلسلہ میں مستقل کتب ومضامین کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔اطاعت امام اور صدق ووفا کے پیکر مدیران کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کے طفیل نوجوان رکھے اور الفضل میں مزید نکھار پیدا کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین۔

☆.....☆.....☆

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
September 6, 2013 – September 19, 2013

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday September 6, 2013

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:15 Huzoor's Address To German Guests
02:15 The Real Concept Of Jihad & Japanese Service
03:05 Tarjamatul Quran Class
04:10 Kasre Saleeb & Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
06:45 Toronto And Niagara
07:15 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
08:15 Friday Sermon: Rec. September 30, 2013.
09:15 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
12:00 Live Friday Sermon
13:15 Tilawat & Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
16:20 Friday Sermon & Yassarnal Quran
17:45 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
21:00 Friday Sermon [R]
22:15 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1 & Tilawat

Saturday September 7, 2013

00:05 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
02:10 Friday Sermon: Recorded on August 23, 2013.
03:20 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 1
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel
07:05 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 2
11:05 Friday Sermon: Recorded on September 6, 2013.
12:20 Tilawat & Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Seminar Seerat-un-Nabi
16:00 Live Rah-E-Huda & Al-Tarteel & World News
18:30 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 2
22:35 Story Time & Friday Sermon [R]

Sunday September 8, 2013

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel
01:20 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 2
03:30 Story Time & Friday Sermon: Rec. 09/06/2013
05:10 Seminar Seerat-un-Nabi, Tilawat & Dars
06:35 Yassarnal Quran
07:00 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 3
12:00 Tilawat & Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 3
18:45 Bustan-e-Waqf-e-Nau & Real Talk
21:00 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 3

Monday September 9, 2013

00:45 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:35 Repeat Jalsa Salana UK 2013 Day 3
06:00 Tilawat, Dars & Al-Tarteel
07:00 Waqfe Nau Ijtema 2011: Rec. May 1, 2011.
08:00 International Jama'at News & Husn-e-Biyan
09:00 Rencontre Avec Les Francophones
10:05 Friday Sermon: Indonesian translation of the Friday sermon delivered on June 21, 2013.
11:00 Tamil Service & Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
12:00 Tilawat, Dars & Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Rec. November 16, 2007.
14:00 Bangla Shomprochar & Tamil Service
15:45 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
16:00 Rah-e-Huda, Al-Tarteel & World News
18:25 Waqfe Nau Ijtema 2011 [R]
19:30 Real Talk, Rah-e-Huda & Friday Sermon [R]
23:05 Tamil Service & Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood

Tuesday September 10, 2013

00:00 World News, Tilawat, Dars & Al-Tarteel
01:20 Waqfe Nau Ijtema 2011 & Kids Time
02:55 Friday Sermon: Rec. November 16, 2007.
03:50 Tamil Service & Husn-e-Biyan
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 264
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
07:00 Jalsa Salana UK Address: Rec. August 31, 2013.
08:00 Our Birds & Question And Answer Session
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday sermon: Sindhi translation of the Friday sermon delivered on September 6, 2013.
12:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
13:00 Real Talk & Bangla Schrompochar
15:05 Spanish Service, Ghazwat-e-Nabi, Noor-e-Mustafwi & Ilmul Abdaan
17:30 Yassarnal Quran & World News
18:30 Jalsa Salana UK Address [R]
19:35 Friday Sermon: Arabic translation of the Friday sermon delivered on September 6, 2013.
20:45 Ghazwat-e-Nabi & Noor-e-Mustafwi
22:15 Ilmul Abdaan & Question And Answer Session

Wednesday September 11, 2013

00:05 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:15 Jalsa Salana UK Address
02:15 Noor-e-Mustafwi, Our Birds & Ghazwat-e-Nabi
04:20 Ilmul Abdaan & Liqa Maal Arab: Session no. 265
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al Tarteel
06:55 Jalsa Salana Canada Address: Rec. 06/29/2008
08:00 Real Talk & Question And Answer Session
10:10 Indonesian Service & Swahili Service
12:15 Tilawat & Al Tarteel
13:00 Friday Sermon: Rec. 11/30/2007
14:00 Bangla Shomprochar & Deeni-O-Fiqahi Masail
15:35 Maidane Amal Ki Kahani
16:30 Faith Matters, Al Tarteel & World News
18:30 Jalsa Salana Canada Address [R]
19:30 Real Talk & Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 Maidane Amal Ki Kahani
21:55 Friday Sermon & Intikhab-e-Sukhan

Thursday September 12, 2013

00:05 World News, Tilawat, Dars & Al Tarteel
01:20 Jalsa Salana Canada Address
02:35 Deeni-O-Fiqahi Masail & Quranic Archeology
03:55 Faith Matters & Liqa Maal Arab: Session no. 266
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
07:00 Jalsa Salana UK Address: Rec. September 1, 2013
08:00 Beacon of Truth & Tarjamatul Quran Class
10:10 Indonesian Service & Pushto Muzakarah
12:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
12:55 Beacon of Truth
14:00 Friday Sermon: Bengali translation of the Friday sermon delivered on September 6, 2013.
15:05 Kasre Saleeb & Maseer-E-Shahindgan
16:35 Tarjamatul Quran Class & Yassarnal Quran
18:00 World News & Jalsa Salana UK Address
19:30 Faith Matters & Homeopathy And Its Miracles
21:10 Tarjamatul Quran Class & Kasre Saleeb
23:00 Beacon of Truth

Friday September 13, 2013

00:05 World News
00:25 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:20 Jalsa Salana UK Address
02:20 Homeopathy And Its Miracles
02:50 Japanese Service, Tarjamatul Quran Class, Kasre Saleeb & Liqa Maal Arab: Session no. 267
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
06:55 Baitul Mujeeb Mosque: Rec. October 15, 2011
07:45 Siraiki Service, Rah-E-Huda & Indonesian Service
11:00 Deeni-O-Fiqahi Masail & Dars-e-Hadith
12:00 Live Friday Sermon
13:15 Ghazwat-e-Nabi, Tilawat & Yassarnal Quran
14:35 Bengali Reply to Allegations & Marhum-e-Isa
16:20 Friday Sermon & Yassarnal Quran
18:00 World News
18:25 Baitul Mujeeb Mosque [R]
19:20 Real Talk & Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 Friday Sermon & Rah-E-Huda

Saturday September 14, 2013

00:00 World News, Tilawat & Yassarnal Quran
00:55 Baitul Mujeeb Mosque & Friday Sermon
03:20 Rah-E-Huda & Liqa Maal Arab: Session no. 268
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel
06:55 Jalsa Salana UK Address: Rec. July 25, 2008
08:00 International Jama'at News & Story Time
08:45 Question And Answer Session: Rec. 05/20/1995
10:05 Indonesian Service & Friday Sermon
12:15 Tilawat& Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan
14:00 Bangla Shomprochar & Seminar Seerat-un-Nabi
16:00 Live Rah-E-Huda
17:35 Al-Tarteel & World News
18:30 Jalsa Salana UK Address [R]
19:35 Faith Matters & International Jama'at News
21:00 Rah-E-Huda, Story Time & Friday Sermon [R]

Sunday September 15, 2013

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al-Tarteel
01:20 Jalsa Salana UK Address & Story Time
02:50 Friday Sermon & Seminar Seerat-un-Nabi
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 269
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
06:55 Bustan-e-Waqf-e-Nau: Rec. March 13, 2011
08:05 Faith Matters & Question And Answer Session
10:00 Indonesian Service & Friday Sermon: Indonesian translation of the Friday sermon delivered on September 21, 2012.
12:10 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
13:00 Friday Sermon: Rec. September 13, 2013.
14:10 Shotter Shondhane & Bustan-e-Waqf-e-Nau [R]
16:15 Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham & Kids Time
17:35 Yassarnal Quran, World News
18:20 Bustan-e-Waqf-e-Nau & Beacon of Truth
20:40 Discover Alaska & Friday Sermon [R]
23:00 Question And Answer Session [R]

Monday September 16, 2013

00:00 World News
00:15 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:05 Bustan-e-Waqf-e-Nau & Discover Alaska
02:50 Friday Sermon, Real Talk & Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat, Dars & Al-Tarteel
07:00 Pan African Dinner 2011
07:55 International Jama'at News & Husn-e-Biyan
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on January 25, 1999.
10:05 Friday Sermon: Indonesian translation of the Friday sermon delivered on June 28, 2013.
11:00 Tamil Service & Seerat Hazrat Masih-e-Maood
12:00 Tilawat, Dars & Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on November 23, 2007
14:00 Bangla Shomprochar & Tamil Service
15:40 Seerat Hazrat Masih-e-Maood
16:00 Rah-e-Huda, Al-Tarteel & World News
18:25 Pan African Dinner 2011 & Real Talk
20:30 Rah-e-Huda & Friday Sermon [R]
23:05 Tamil Service & Seerat Hazrat Masih-e-Maood

Tuesday September 17, 2013

00:00 World News, Tilawat, Dars & Al-Tarteel
01:20 Pan African Dinner 2011 & Kids Time
02:50 Friday Sermon, Tamil Service & Husn-e-Biyan
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 271
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
07:00 Jalsa Salana UK Address: Rec. July 25, 2008
08:00 Medical Matters & Our Birds
09:00 Question And Answer Session: Rec. 08/15/1999
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Sindhi translation of the Friday sermon delivered on September 13, 2013.
12:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
13:00 Real Talk, Bangla Shomprochar, Spanish Service & Noor-e-Mustafwi
16:00 Ghazwat-e-Nabi, Ilmul Abdaan
17:30 Yassarnal Quran, World News
18:30 Jalsa Salana UK Address [R]
19:30 Friday Sermon: Arabic translation of the Friday sermon delivered on September 13, 2013.
20:30 Medical Matters, Noor-e-Mustafwi & Our Birds
21:45 Ilmul Abdaan & Ghazwat-e-Nabi
23:00 Question And Answer Session [R]

Wednesday September 18, 2013

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
01:15 Jalsa Salana UK Address & Our Birds
02:45 Noor-e-Mustafwi, Ilmul Abdaan
03:30 Ghazwat-e-Nabi & Medical Matters
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 272
06:00 Tilawat & Al-Tarteel
06:40 Jalsa Salana UK Address: Rec. July 26, 2008
07:45 Real Talk & Question And Answer Session
10:15 Indonesian Service & Swahili Service
12:20 Tilawat & Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on December 7, 2007.
14:00 Bangla Shomprochar & Deeni-O-Fiqahi Masail
15:40 Quranic Archeology, Faith Matters & Al-Tarteel
18:00 World News & Jalsa Salana UK Address [R]
19:20 Real Talk & Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 An Introduction of Ahmadiyyat & Friday Sermon
23:05 Intikhab-e-Sukhan

Thursday September 19, 2013

00:10 World News
00:30 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Al Tarteel
01:25 Jalsa Salana UK Address
02:30 Deeni-O-Fiqahi Masail & Quranic Archeology
03:55 Faith Matters & Liqa Maal Arab: Session no. 273
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
06:45 Inauguration of Tahir Mosque
08:00 Beacon of Truth & Tarjamatul Quran Class
10:00 Indonesian Service & Pushto Muzakarah
12:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
12:55 Beacon of Truth
14:00 Friday Sermon: Bengali translation of the Friday sermon delivered on September 13, 2013.
15:05 Kasre Saleeb & Maseer-E-Shahindgan
16:35 Tarjamatul Quran Class & Yassarnal Quran
18:00 World News Inauguration of Tahir Mosque
19:40 Faith Matters & Homeopathy And Its Miracles
21:20 Tarjamatul Quran Class & Beacon Of Truth

Please note MTA2 will be showing French & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2013ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

طارق حیات (مربی سلسلہ)

(قسط نمبر100)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اِسوقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ خوش ہو دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

(درثمین، صفحہ:128)

قارئین الفضل کے لئے Persecution Report بابت ماہ جون 2013ء سے چند واقعات کا خلاصہ درج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے آقا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر اپنے مظلوم بہن بھائیوں کے لئے بکثرت دعائیں کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

شیخوپورہ، 26 جون: مرکزی احمدیہ مسجد میں دو پولیس اہلکار اور ایک سادہ کپڑوں میں ملبوس شخص آیا اور انتظامیہ کو بتایا کہ مولوی منظور وٹو نے مسجد پر درج کلمہ طیبہ کے خلاف درخواست جمع کروائی ہے پس آپ لوگ یہ کلمہ خود ہی مٹا دیں۔ موقع پر موجود احمدیوں نے پولیس والوں کو گوش گزار کیا کہ ہم تو گزشتہ سوا سو سال سے کلمہ طیبہ کی سربلندی کا کام کر رہے ہیں، کلمہ مٹانا ہمارا کام نہیں ہے اور نہ ہی ہم کسی ایرے غیرے کو کلمہ مٹانے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہاں اگر حکومت وقت یہ بدبختی اپنے اوپر سہیڑنا چاہتی ہے تو ہم مجبور ہیں۔

بعد ازاں شام ڈھلنے پر سی آئی ڈی کے چار اہلکار مسجد آئے اور مولوی کی اطاعت کا درس دیا۔ لیکن احمدیوں کا سابقہ جواب سن کر مایوس لوٹے۔

مگر رات ساڑھے دس بجے مقامی ڈی ایس پی کی قیادت میں سپاہیوں سے بھری پولیس کی دو ویگنیں مولوی کی اطاعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئیں۔ ایک انسپکٹر اور چار کانسٹیبل سیڑھی لگا کر مسجد کے اندر اترے اور کلمہ مٹاڈالا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

لاہور: گزشتہ اقساط میں ہم اپنے قارئین تک ہفت روزہ رسالہ لاہور کو درپیش مشکلات کی اطلاع پہنچا چکے ہیں۔ مولوی محمد یعقوب نے اندراج مقدمہ کی پولیس کو درخواست دی اور پھر عدالت کی طرف رجوع کیا۔ تحریک ختم نبوت کے مولوی دفتر رسالہ لاہور کے اردگرد منڈلاتے رہے۔

13 جون کی رات کو اندھیرے میں پولیس کے مسلح اہلکار تین مولویوں کی معیت میں رسالہ لاہور کے دفتر آئے۔ نصف شب کے وقت یہ لوگ اندر گھسے، دفتر سے کتب اور مطبوعات جمع کیں اور چلتے بنے۔

قارئین کرام! احمدیوں کے خلاف ہر کارروائی میں پولیس اہلکاروں کے ساتھ مولویوں کی موجودگی انتہائی تشویش ناک امر ہے اور یہ خطرناک وطیرہ برسراقتدار لوگوں کی طرز حکمرانی کی اصلیت کی بھی چغلی کھا رہا ہے۔

اطلاعات کے مطابق ایڈیشنل سیشن جج حامد حسین نے پولیس کو احمدیوں کے لئے مخصوص دفعات PPC 298C کا مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا اور تھانہ مزنگ لاہور میں ایف آئی آر نمبر 282/2013 کے تحت مقدمہ درج بھی کرلیا گیا ہے۔

یوں احمدیوں کو میسر صحافتی آزادی کا ایک اور نمونہ تیار ہوگیا۔ یوں تو آرڈیننس XX کے اجراء کو 29 برس گزر چکے ہیں اور اس کے خالق کے پرزوں کو 25 خزائیں مزید ہوا برد کر چکی ہیں لیکن وطن عزیز میں مذہبی منافرت کی دلدل گہری ہی ہوتی جارہی ہے۔ یاران وطن کو اب اپنے مردمومن پر مزید نوحہ خوانی ترک کر کے اس مہلک دلدل کی گہرائی کا جائزہ لینے کی فوری ضرورت ہے۔ کیونکہ جلنے والا تو جل چکا ہے لیکن اپنی نئی نسلوں کو تو محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔

لاہور: چوہدری منور علی صاحب لاہور جماعت کے دیرینہ عہدیدار ہیں اور متعدد شعبوں میں خدمات کی توفیق پا رہے ہیں، آپ کو تحریک ختم نبوت کی طرف سے گزشتہ کچھ عرصہ سے دھمکیوں والے خطوط مل رہے تھے۔ اب آپ کو مولوی عزیز الرحمٰن کی طرف سے خط ملا ہے جو اپنا تعلق تحریک ختم نبوت سے بتلاتا ہے۔ اس مولوی نے دھمکی دی ہے کہ تمہارا احتیاط کرنا تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ہے۔ ہم تمہارے بیٹے کے تنہا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں اور جب بھی ممکن ہوا ہم اسے اغوا کر کے قتل کر دیں گے۔ اور اسی طرح تم سب لوگ قتل کئے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم مسلمان ہونے کا فیصلہ کرو اور سچے دل سے توبہ کرلو تو بے خوف ہو کر ہم سے عائشہ مسجد میں قائم ختم نبوت سنٹر میں آکر مل لو۔ ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ اور اگر تم نے پولیس کو اطلاع دی تو ہم کسی پولیس سے نہیں ڈرتے ہیں کیونکہ پولیس ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یا مسلمان ہو جاؤ یا مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

نظام جماعت کی طرف سے مکرم چوہدری منور علی صاحب کو اضافی احتیاط کرنے کا کہا گیا ہے۔

لاہور: جامعہ مسجد بلال جو اپنے اکلوتے مینار کی وجہ سے معروف ہے، میں جماعت احمدیہ کے خلاف ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ مہمان خصوصی مولوی غیاث الدین تھا جو اہل سنت سے متعلق ہے اور نارووال سے الیکشن لڑ کر ایم پی اے بن گیا ہے۔

اپنی تقریر میں اس مولوی نے بیہودہ الزامات لگائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف شدید بدزبانی کی، غیر شریفانہ الفاظ استعمال کر کے اس مولوی نے سامعین کو احمدیوں کے خلاف بہت زیادہ مشتعل کیا۔

رپورٹ میں ذکر ہو چکا ہے کہ گرین ٹاؤن میں ایک احمدی نوجوان کو گھر میں گھس کر شہید کر دیا گیا تھا۔ لیکن سرکار پاکستان اپنی طاقت کے نشے میں مست ہے۔ جب قاتلوں کی کوئی گرفت نہیں تو ایسی اشتعال انگیز تقاریر اور احمدیوں کو ملنے والی تحریری دھمکیوں پر کیسی کارروائی!!

کراچی۔ بلدیہ ٹاؤن، یکم جون: نامعلوم شرپسندوں نے احمدیوں کے دو گھروں پر سنگ باری کی۔ علاقہ میں جابجا احمدیوں کے خلاف دیواروں پر نازیبا اور جھوٹی باتیں تحریر ہیں۔ لیکن انتظامیہ خاموش ہے۔

کراچی۔ سٹیل ٹاؤن: مقامی احمدیہ مسجد میں ایک شخص آیا اور اپنا نام انور حسین بتایا۔ اس نے کہا کہ اپنی مسجد کا نام چار دن کے اندر اندر تبدیل کرلو۔ اطلاعات کے مطابق یہ شخص مولوی فضل الرحمٰن گروپ سے متعلق ہے۔ اس دھمکی کی اطلاع انتظامیہ کو پہنچا دی گئی ہے۔

راجہ بازار ضلع راولپنڈی، 29 مئی: یہاں نمک منڈی میں مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب الرحمٰن ٹریڈرز کے نام سے کاروبار کرتے ہیں۔ دوکان کے باہر بورڈ پر دوکان کا نام، احمدی مالک کا نام اور ایک قرآنی آیت درج تھی۔ چند شرپسندوں نے مارکیٹ کمیٹی کے ممبران سے ساز باز کر کے دن ساڑھے چار بجے سب کے سامنے بورڈ پر سے آیت قرآنی اور الفاظ الرحمٰن اور محمد ختم کروا دیئے۔

احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور، 10 مئی: معاندین نے احمدیہ مسجد کے عین سامنے ایک بینر آویزاں کر دیا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہایت نازیبا اور غلیظ الفاظ میں تحریر درج تھی۔

احمدیوں نے ڈی ایس پی سے ملاقات کر کے اس بے حرمتی اور گستاخی کی اطلاع دی تو ڈی ایس پی نے ایس ایچ او کو حکم دیکر مذکورہ بالا شرانگیز بینر اتروا دیا۔

ٹاہلی، ضلع عمرکوٹ، 29 مئی: تین مولوی ایک احمدی دوکان دار کے پاس آئے اور زبردستی آیات قرآنی والے سٹیکر اتروا دیئے۔ اس موقع پر دوکان پر کام کرنے والا ہندو لڑکا بھی موجود تھا جو پاکستانی مولوی کی عدم رواداری اور مذہبی کوتاہ نظری کا عینی شاہد بن گیا۔

ان مولویوں نے دوکان سے اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء ختم کرنے کا بھی حکم دیا اور عدم تعمیل کی صورت میں شدید نتائج کی دھمکیاں دیں۔

احمدیوں نے علاقہ کے بااثر شرفاء سے رابطہ کر کے صورت حال سے اطلاع دی تو مقامی ایم این اے نے فوری طور پر اپنے آدمیوں کو مولویوں کی طرف روانہ کیا اور ان مولویوں نے اطاعت کرتے ہوئے رات کو سٹیکرز واپس لگا دیئے۔

پابند سلاسل: پولیس نے 22 فروری کو چھاپہ مار کر جلد ساز مکرم سید الطاف حسین کو بیٹے اور چار ملازمین سمیت گرفتار کر لیا تھا اور ان پر الزام تھا کہ انہوں نے احمدیوں کی مطبوعات کی جلد بندی کا کام کیا ہے۔ یاد رہے کہ سید الطاف حسین صاحب احمدی نہیں ہیں۔ دو دن اپنی حوالات میں رکھنے کے بعد پولیس نے الطاف صاحب کے بیٹے اور چاروں ملازمین کو تو چھوڑ دیا لیکن الطاف صاحب کو تھانہ پرانی انارکلی میں قید رکھا۔

مکرم عصمت اللہ صاحب جو ایک احمدی ہیں، کو بلیک ایرو پرنٹنگ پریس کے مقدمہ میں پھنسایا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں تو عدالت نے ان کی ضمانت منظور کر لی لیکن جلد ساز والے مقدمہ میں نامزد کر کے آپ کو پھر بھی رہا نہ کیا گیا۔ مکرم عصمت اللہ صاحب اوائل جنوری 2013 سے اسیری کاٹ رہے ہیں۔

پولیس نے 10 اپریل کو روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر مکرمی عبدالسمیع خان صاحب، پرنٹر مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد اور چار دیگر احمدیوں کے خلاف انسداد دہشت گردی کی دفعات اور احمدیوں کے لئے مخصوص قوانین آرڈیننس XX کے تحت مقدمہ درج کیا تھا۔ موخر الذکر چار احمدی احباب کے اسماء درج ذیل ہیں۔ مکرم خالد اشفاق صاحب، مکرم طاہر احمد صاحب، مکرم فیصل احمد صاحب اور مکرم اظہر ظریف صاحب۔ ان چاروں کو اسلام پورہ پولیس نے گرفتار کر لیا تھا۔

مورخہ 7 مئی کو جج نے دو احمدیوں مکرم اظہر ظریف صاحب اور مکرم فیصل احمد طاہر صاحب کی درخواست ضمانت تو منظور کر لی لیکن باقی دونوں احمدیوں کی ضمانت منظور نہ کی۔ لاہور ہائی کورٹ نے بھی 6 جون کو ان دونوں احمدیوں کی درخواست ضمانت کی سماعت تو کی لیکن رہائی منظور نہ کی۔

احمدیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص اخبار پڑھنے کے جرم میں مقید، ان احمدیوں کو اسلامی جمہوریہ کی عدالتیں تو رہا کرنے کی ہمت نہیں جمع کر سکی ہیں۔ اقوام متحدہ میں بھی آزادی اظہار رائے کی حفاظت کے لئے محکمہ قائم ہے لیکن شائد یہ ظلم ان کے علم میں ہی نہ ہو۔ ہاں خدائے خبیر سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

(باقی آئندہ)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد مُلّاؤں اور ان کے سرپرستوں اور ہمنواؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعائیں بکثرت پڑھیں

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔
اے اللہ ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔
اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں
اور ہم ان کے تمام شر اور مضر اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا
اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

بقیہ: الفضل کی تاریخ۔ از صفحہ 10

خدمت کے لئے وقف اخبار

الفضل کو وقف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ذاتی روپیہ سے اخبار جاری کیا اور پھر 1917ء میں اسے جماعت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور یہی اس کی لمبی زندگی کی علامت بن گیا۔ وقف کی تفصیل اس طرح ہے کہ

حضرت مصلح موعودؓ نے تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1917ء میں علم حاصل کرنے کے طریق بیان فرمائے۔

1۔ مرکز سلسلہ قادیان میں بار بار آنا اور حضور سے علم سیکھنا۔

2۔ دوسرے مقامات پر درس قرآن میں شرکت

3۔ اسباق القرآن (تحریری مواد جو ڈاک کے ذریعے ملے گا)۔

4۔ جتنا علم آتا ہے دوسروں کو سکھایا جائے۔

5۔ کتب حضرت مسیح موعود کا مطالعہ۔

6۔ اخبارات اور رسائل سلسلہ کا مطالعہ۔

7۔ رمضان میں حضور کا درس قرآن

چھٹے طریق کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

’’چھٹا طریق ایسا ہے جس کی طرف متوجہ کرنے کا مجھے ایک مدت سے خیال ہے لیکن ایک مجبوری کی وجہ سے اسے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجبوری یہ ہے کہ یہاں کے اخباروں میں سے ایک کے ساتھ میں بھی تعلق رکھتا ہوں چونکہ مجھ میں بڑی غیرت ہے اس لئے یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ اخبارات کے ذریعہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے اخبارات اور رسالے خریدنے کی طرف توجہ نہیں دلائی کیونکہ ایک اخبار سے مجھے بھی تعلق ہے اس کے لئے میں نے سوچا کہ اس اخبار کو کسی اور کے سپرد کر دوں اور موجودہ تعلق کو ہٹا کر تحریک کروں مگر اس وجہ سے کہ ابھی تک وہ اخبار گزشتہ گھاٹے میں ہے کسی کے سپرد نہیں کر سکا۔ اب ایک اور طریق خیال میں آیا ہے اور وہ یہ کہ اس اخبار کو وقف کر دوں، اس کے سرمایہ میں ایک اور صاحب کا بھی روپیہ ہے لیکن ان کی طرف سے بھی مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنا روپیہ چھوڑ دیں گے۔ پس میں آج سے اس اخبار کو بلحاظ اس کے مالی نفع کے وقف (اس تقریر کے بعد گورداسپور جا کر میں نے باقاعدہ طور پر ’’الفضل‘‘ کو انجمن ترقی اسلام کی ملکیت میں دیئے جانے کی درخواست دے دی اور اب وہ انجمن ترقی اسلام کی ملکیت میں ہے۔ خاکسار مرزا محمود احمد) کرتا ہوں۔ ہاں اگر خدانخواستہ نقصان ہوا تو اس کے پورا کرنے کی میں انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ ہم اس کی کمی کے پورا کرنے کی تو کوشش کریں گے لیکن جو نفع ہوگا اسے نہ میں لوں گا اور نہ وہ۔ بلکہ اشاعت اسلام میں خرچ کیا جائے گا۔

’’اس اعلان کے بعد چونکہ مالی منافع کے لحاظ سے کسی اخبار کے ساتھ میرا تعلق نہیں رہا اس لئے اب **میں تحریک کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اخبارات کو خریدیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اس زمانہ میں اخبارات قوموں کی زندگی کی علامت ہیں کیونکہ ان کے بغیر ان میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جا سکتی۔** گزشتہ زمانہ میں مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوتے تھے وہ ایک محدود دائرہ کے اندر گھرے ہوئے تھے اس لئے ان کے جوابات کتابوں میں دے دیئے جاتے تھے اور ان کتابوں کا ہی پاس رکھنا کافی ہوتا تھا مگر اس زمانہ میں روزانہ نئے نئے اعتراضات اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے جواب دینے کے لئے اخباروں ہی کی ضرورت ہے اور اسی لئے ہمارے سلسلہ کے اخبار جاری کئے گئے ہیں لیکن اکثر لوگ ان کی خریداری کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے وہ دین کا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ **ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے تکلیف اٹھا کر بھی ان کو خریدیں۔ ..... پس جہاں تک ہو سکے اخباروں کی اشاعت بڑھاؤ، انہیں خریدو اور ان کے ذریعہ علوم حاصل کرو۔** اس وقت الفضل، فاروق، نور، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ جاری ہیں ان کے خریدار بنو۔‘‘ (انوار العلوم جلد 4 ص 141)

حضور نے فرمایا:

’’الفضل میرے ذاتی روپے سے جاری ہوا اور 1920ء تک میں نے اس کو چلا کے اس کی خریداری بڑھائی۔ جب چل گیا اور ایک بڑا اخبار بن گیا تو میں نے مفت بغیر معاوضہ کے وہ انجمن کو تحفہ دے دیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 68)

الفضل کا سائز

مختلف وقتوں میں الفضل کا سائز کاغذ کی دستیابی، قومی ضرورتوں اور مالی وسائل کے مطابق بدلتا رہا۔ مثلاً 7 جون 1914ء سے 22x18/4۔ جولائی 1924ء سے 26x20/4 رہا۔ قریباً 1947ء سے 30x20/4 سائز پر شائع ہو رہا ہے۔

ہفتہ وار سے روزنامہ تک

الفضل کو شروع میں ہفت روزہ تھا لیکن آغاز سے ہی جماعت کی خواہش تھی کہ یہ روزانہ ہو جائے مگر یہ ایک لمبا تکلیف دہ سفر تھا اور منزل تک پہنچنے کے لئے لمبی مسافت طے کرنی پڑی۔ جس میں سب سے زیادہ مالی مسائل حائل رہے تاہم اس سفر کے چند نمایاں نشان یہ ہیں۔

26 تا 28 دسمبر 1913ء۔ الفضل کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔

28 مارچ 1914ء۔ الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہونے لگا۔

10 نومبر 1915ء۔ ہفتہ میں دو بار

8 تا 28 دسمبر 1915ء۔ ہفتہ میں 3 بار

جنوری تا جون 1916ء۔ ہفتہ میں دو بار

31 جولائی 1924ء تا 8 دسمبر 1925ء۔ حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ کی رپورٹنگ کے لئے ہفتہ میں 3 بار۔

11 دسمبر 1925ء۔ ہفتہ میں دو بار

15/اپریل 1930ء۔ فتنہ مستریاں کی سرکوبی کے لئے ہفتہ میں 4 بار

30 مئی 1930ء۔ ہفتہ میں بار بار شائع ہوتا رہا۔

الفضل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احباب جماعت کی روزانہ الفضل کی خواہش 1920ء تک شدت اختیار کر چکی تھی۔ چنانچہ 12 جولائی 1920ء کے الفضل میں اداریہ میں حافظ عبدالعزیز صاحب صدر جماعت سیالکوٹ کا خط شائع ہوا ہے جس میں الفضل کو روزانہ کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ لاہور سے ایک الگ روزنامہ نکالنے کا بھی خیال رکھتے تھے۔

19 مارچ 1931ء کو حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مدیران انقلاب مولانا غلام رسول صاحب مہر اور مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے اخبار الفضل کے کام کی تعریف کی اور کہا۔ اس میں حالات حاضرہ اور مسلمانوں کی ضروریات کے مطابق بروقت اور موزوں مضامین شائع ہوتے ہیں اور کوئی امر جس پر لکھنے کی ضرورت ہو رہ نہیں جاتا۔ جماعت احمدیہ کو سرمایہ کی مشکلات بھی نہیں۔ پھر الفضل کو روزانہ کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ ضروری سامان اور اسباب میسر نہ ہونے کی وجہ سے قادیان سے روزانہ اخبار چل نہیں سکتا تو انہوں نے کہا اسے پھر لاہور لے آنا چاہئے۔ کہا گیا قادیان میں جو کام الفضل کر رہا ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایات کے ماتحت ہے۔ لاہور میں یہ راہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعلق انہوں نے کہا۔ پریس ٹیلیگرام کے ذریعہ روزانہ ہدایات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

حضور نے یہ ساری گفتگو سن کر فرمایا۔ الفضل تو ہمارا مذہبی اخبار ہے۔ مجبوراً اس سے سیاسی کام لیا جاتا ہے۔ اسے کسی صورت میں بھی مرکز سے باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔ ہاں مسلمانوں کا پریس چونکہ بہت کمزور ہے۔ اس لئے لاہور سے ایک روزانہ اخبار جاری کرانے کا سوال میرے زیر غور ہے۔ (الفضل 31 مارچ 1931ء)

26 جنوری 1935ء کو جماعت احمدیہ چھاؤنی لاہور کے غیر معمولی اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ حضور کی خدمت میں الفضل کو روزنامہ بنانے کی درخواست کی جائے۔ (الفضل 3 فروری 1935ء)

اس کے بعد دیگر جماعتوں نے بھی حضور کی خدمت میں بار بار درخواستیں کیں۔

5 فروری 1935ء کے الفضل کی رپورٹ ہے کہ احباب جماعت کی کثرت سے درخواستوں پر حضور نے فیصلہ فرمایا ہے کہ الفضل کو فی الحال 6 ماہ کے لئے روزانہ کر دیا جائے اور اشاعت کی صورت یہ ہو کہ ہفتہ میں 3 پرچے حسب معمول 12 صفحات کے اور باقی 3 دن 4 صفحے کا پرچہ شائع ہو۔

الفضل نے درخواست کی کہ فوراً ہر جگہ الفضل کی ایجنسیاں قائم کر کے زیادہ سے زیادہ پرچے اکٹھے منگانے کا انتظام کیا جائے۔ مکمل پرچہ کی قیمت ایک آنہ اور چار صفحہ کے پرچہ کی قیمت ایک پیسہ ہوگی۔ ایجنسیوں کو 10 پرچوں تک ساڑھے 12 فیصدی 19 تک 20 فیصدی اس سے زیادہ 25 فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

5 مارچ 1935ء کے الفضل کی رپورٹ کے مطابق الفضل روزانہ شائع کرنے کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی طرف سے اطلاع پہنچ گئی ہے اب محکمہ ڈاک کی اطلاع کا انتظار ہے۔

چنانچہ 8 مارچ 1935ء وہ مبارک دن تھا جب الفضل روزنامہ ہو گیا اور 6 ماہ کی بجائے ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ یہ احباب کے لئے انتہائی خوشی کا موجب تھا۔ حضور انور نے اس موقع پر خاص پیغام بھی عنایت فرمایا۔

اخبار کی خریداری کی تحریک

حضرت اقدس کے ذہن میں الفضل کی اشاعت بڑھانے، الفضل کو جلد از جلد جماعت تک پہنچانے اور اس میں مذہبی علوم کے علاوہ عام سیاسی و دنیاوی خبریں اور معلومات شائع کرنے کا جو وسیع نقشہ تھا اس کو حضور نے متعدد بار بیان فرمایا۔ اس کا ایک نمونہ حضور کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے۔ 27 دسمبر 1951ء حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’سالہا سال سے اس کی اشاعت 20 اور 25 سو کے درمیان ہی گھوم رہی ہے۔ حالانکہ جماعت پھیل رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزانہ اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا چندہ زیادہ ہے۔ مگر کمزور جماعتیں مل کر خرید سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر افراد بھی اکیلے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تو دو دو تین تین چار چار مل کر خرید سکتے ہیں۔ پس میں احباب کو تحریک کرتا ہوں کہ الفضل کی اشاعت کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش کرو۔‘‘

(الفضل 31 دسمبر 1952ء صفحہ 3)

نصرت الٰہی کی مثال

الفضل کی زندگی ابتداء سے ایک معجزہ ہے اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی جو نصرت اور خلافت کی دعائیں ہیں اس کے لئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

’’لیکن ہمارا جس کے ساتھ تعلق ہے وہ ہستی خدا تعالیٰ ہے۔ 1913ء میں جب میں نے الفضل نکالا تو سید انعام اللہ شاہ صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مسجد کانپور کے متعلق مضمون لکھ دیا ہے۔ مولوی ظفر علی کہتا ہے کہ میں قلم کی ایک جنبش سے احمدیت کو تباہ کر دوں گا۔ میں نے جواب دیا احمدیت تو خدا کی چیز ہے اسے کون تباہ کر سکتا ہے اس واقعہ کو پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ ظفر علی کا پریس گورنمنٹ نے ضبط کر لیا۔ اس نے پھر ہمارے خلاف لکھنے کی کوشش کی مگر دوبارہ ضبط کر لیا گیا۔‘‘

(خطبات محمود 1931ء جلد 13 صفحہ 277 نیز الفضل 9/اگست 1934ء صفحہ 7)

1935ء میں الفضل نے مولوی ظفر علی خان صاحب کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مالی مدد کی تحریک کی۔

’’مولوی ظفر علی صاحب کا جماعت احمدیہ کے متعلق جو رویہ رہا ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے لیکن باوجود اس کے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان مولوی صاحب کی اس وقت جبکہ وہ

Cheap airtickets worldwide!

Shaheen

Authorised Travel Agency

آپ ہمیشہ اپنی قابلِ اعتماد شاہین ٹریول سروس سے دُنیا بھر کے کسی بھی مُلک سے سفر کرنے والوں کے لئے جدید الیکٹرونک طریقہ کار سے ہوائی ٹکٹ آپ اپنے گھر بیٹھے ہی فوراً حاصل کریں۔ نیز UK سے بذریعہ کار DOVER سے CALAIS آنے والوں کے لئے FERRY کی بکنگ کروائیں مذید معلومات کے لیئے ٹیلی فون نمبر نوٹ فرمالیں۔ شُکریہ

Arshad Ahmad Shahbaz

-Chief Executive-

Fon: 06151 - 36 88 525

Fax: 06151 - 36 88 526

info@shaheenreisen.de/www.shaheenreisen.de/Adresse: Martinstr. 87, 64285 Darmstadt

-Bankverbindung-Shaheen Reisen -Konto 584 625 606 -BLZ 500 100 60 - Postbank Frankfurt-Germany-

بے حد مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں دل کھول کر مدد کریں۔‘‘ (الفضل 2 جنوری 1935ء صفحہ 4)

ڈاکخانہ کا عدم تعاون

الفضل کو مقامی ڈاکخانہ کی طرف سے متعدد اوقات میں مشکلات کا سامنا رہا۔ خصوصاً ڈاکخانہ کے عملہ نے کئی دفعہ جماعت کے دفاتر کو دق کیا جس میں الفضل بھی شامل تھا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

قادیان سے لاہور منتقلی

1947ء میں فسادات اور نامساعد حالات کے باوجود الفضل بڑی شان سے نکلتا رہا اور فتنہ کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا۔ لیکن ہجرت مقدر تھی اور ہو کر رہی۔ تقسیم کے اولین منصوبے میں ضلع گورداسپور (اور قادیان) پاکستان میں شامل تھا مگر بعد میں اسے بھارت میں شامل کر دیا گیا اور جماعت کا ایک حصہ اپنے امام کے ساتھ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔

حضرت مصلح موعود نے لاہور میں مرکز قائم کیا اور فوری طور پر الفضل کے پاکستان سے باقاعدہ اجراء کی کوششیں شروع کر دیں جو 2 ہفتوں کے اندر نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور حکومت نے روزنامہ الفضل کی منظوری دے دی اور 15 ستمبر 1947ء سے اسے مکرم روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں جاری کر دیا گیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس دوران الفضل قادیان سے مسلسل شائع ہو رہا تھا اور 17 ستمبر 1947ء کو اس کا آخری پرچہ قادیان سے شائع ہوا تھا۔ اس طرح 3 دن ایسے تھے جب الفضل پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں سے شائع ہو رہا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولانا تنویر صاحب، جناب شیخ خورشید احمد صاحب اور مکرم احمد حسین صاحب کاتب 9 ستمبر 1947ء کو قادیان سے لاہور پہنچے۔ ان دنوں الفضل کے مینیجر چوہدری عبدالواحد صاحب (سابق مدیر اصلاح سرینگر) تھے اور طابع و ناشر قاضی عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے۔ طباعت گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں ہوتی تھی۔ اخبار کا ابتدائی کام مسجد لاڈو کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔ بعدازاں دفتر پہلے رتن باغ میں پھر 21/اکتوبر 1947ء کو پنجاب نیشنل بینک (فلیٹ نمبر 3) میں منتقل ہو گیا۔ 1949ء سے مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب کو طابع و ناشر مقرر کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 54)

الفضل ہندوستان میں اہل حق کا قدیم ترین زندہ اخبار ہے۔ یہی وہ واحد اخبار ہے جو قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے پاکستان منتقل ہوا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:۔

’’اتنے غیر مسلم اخباروں کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلم روزنامہ لاہور نہ آیا البتہ جماعت احمدیہ کا روزنامہ الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا..... اب یہ ربوہ سے نکلتا ہے۔‘‘

(داستان صحافت صفحہ 126 مطبع مکتبہ کارواں لاہور)

الفضل کی اشاعت کا مقصد

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں الفضل نے جو نئے مقاصد سامنے رکھے۔ اس کی تفصیل اس کے پہلے شمارہ میں بایں الفاظ درج تھی۔

روزنامہ الفضل کا کیا مقصد ہے اور وہ کن عزائم کا علمبردار ہے اس کا جواب الفضل کی 35 سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق دے رہا ہے۔

اسلام کے خوبصورت اور حسین چہرہ پر بیگانوں کی عداوت اور اپنوں کی غفلت کی وجہ سے شکوک وشبہات کے جو تاریک پردے پڑ چکے تھے انہیں دور کر کے دنیا کو حقیقی اسلام سے روشناس کرانا اور اسلام کو اس کی عملی شکل میں قائم کرنا یہ وہ عظیم الشان مقدس فریضہ ہے جسے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود نے جماعت احمدیہ کا مقصد وحید قرار دیا ہے اور اسی مقصد کی تکمیل میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لینا الفضل کا پہلا اور آخری فرض ہے۔ اس فرض کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات اور ہدایات کی روشنی میں سرانجام دینے کی کوشش کی جائے گی۔ الفضل لاہور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دنیا پر ظاہر کرنے اور اسے اپنی عملی صورت میں دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ الفضل لاہور جماعت احمدیہ اور اس کے اندرونی نظام کو حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت کی روشنی میں مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کرے گا اور احباب جماعت کو سلسلہ کی اہم ضروریات سے آگاہ کرے گا۔ کیونکہ یہی نظام دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بننے والا ہے۔

اس وقت مسلمان جس نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اور ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کے لئے جو اہم اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو چکے ہیں ان کے سلسلے میں الفضل حضرت امام جماعت احمدیہ کے اہم اور گرانقدر ارشادات اور ہدایات کو جلد سے جلد اپنے قارئین تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرے گا۔ اس وقت ملک میں جو ہولناک فسادات شروع ہیں۔ الفضل انہیں دور کرنے اور امن و امان کی فضا پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ جماعت احمدیہ کے مسلمہ اصول کے مطابق الفضل قیام امن کے لئے اور دیگر اہم امور کے سلسلہ میں حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گا اور اس سلسلہ میں حکومت کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ احباب سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ الفضل ملک و قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکے اور اپنے اغراض و مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین

الفضل میں شذرات کا دلچسپ سلسلہ

غیروں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے اور الفضل کو پہلے سے زیادہ مفید بنانے کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خصوصی ہدایت پر شذرات کا ایک دلچسپ علمی سلسلہ شروع کیا گیا جو 20/اگست 1952ء سے لے کر 27 فروری 1953ء تک جاری رہا۔

اس نئے کالم کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ حضور نہایت باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے۔ حضور کے ملاحظہ کے بعد اس کا مسودہ روزانہ لاہور بھجوا دیا جاتا تھا جہاں سے ان دنوں اخبار الفضل کی طباعت و اشاعت ہوتی تھی۔

اس تعلق میں حضرت مصلح موعودؓ نے 22/اگست 1952ء کو ایک ضروری مکتوب رقم فرمایا جس سے اس کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے۔ حضور نے ایڈیٹر صاحب الفضل کو لکھا۔

’’آپ کو ہدایت جا چکی ہے کہ ایڈیٹوریل چھوٹا لکھا کریں اور موجودہ فتنوں کے متعلق اور قومی مسائل پر زیادہ لکھا کریں اور ایڈیٹوریل کے بعد مولوی دوست محمد صاحب کے لکھے ہوئے شذرات شائع کیا کریں۔..... الفضل کے متعلق عام شکایت آ رہی ہے کہ اس کا سٹینڈرڈ گر رہا ہے سوائے خاتم النبیّین نمبر کے کہ اس کی بیشک بہت تعریف آئی ہے۔ کثرت سے اعتراض ہوتے ہیں جن کے کوئی جواب نہیں دیئے جاتے اور اسی لئے ہم نے شذرات لکھوانے شروع کئے ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 412)

الفضل کی نگرانی اور رہنمائی

حضرت مصلح موعودؓ نہ صرف الفضل کے بانی تھے بلکہ ایک مقدس اور دُور بین نظر رکھنے والے روحانی لیڈر بھی تھے اس لئے الفضل پر ہمیشہ آپ کی کڑی نگاہ رہی۔ اچھے مضامین پر حوصلہ افزائی فرماتے اور غلط باتوں پر مدلل تنقید کر کے جماعت کی راہنمائی فرماتے۔

الفضل کی بندش 1953ء

1953ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات میں ایک ظالمانہ فعل یہ بھی کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے 27 فروری 1953ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کے واحد روزنامہ الفضل کی اشاعت ایک سال کے لئے جبراً بند کر دی۔

الفضل کی بندش پر لاہور ہی سے ہفت روزہ فاروق مکرم مولوی شفیع صاحب اشرف کی ادارت میں جاری کیا گیا تھا۔ یہ اخبار بھی 4 مارچ و 11 مارچ 1953ء کی دو اشاعتوں کے بعد بند کر دینا پڑا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 489)

حضور نے خدا تعالیٰ کی تحریک خاص سے 3 مارچ 1953ء کو جماعت احمدیہ کے نام پُرشوکت پیغام دیا۔ جو 4 مارچ کو ہفت روزہ فاروق کے صفحہ اول پر جلی قلم سے شائع ہوا اور ملک بھر میں پہنچ گیا۔ فرمایا:

’’الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اس میں سب طاقت ہے۔ ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آ رہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا‘‘۔

(خاکسار مرزا محمود احمد 53-3-3)

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے 15 جولائی 1950ء سے پندرہ روزہ اخبار المصلح جاری کیا تھا۔ الفضل لاہور کی بندش کے بعد المصلح کراچی کو روزنامہ کی شکل دینے کی کوشش شروع ہوئی جو 29 مارچ 1953ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 30 مارچ 1953ء کو اس اخبار کی روزانہ اشاعت کا آغاز ہو گیا۔ اب المصلح کراچی عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا۔ اس کی اشاعت اور ادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔ اس کا دفتر احمدیہ ہال میگزین لین کراچی میں تھا۔ ابتداء میں یہ کلیم پریس لارنس روڈ، بعدازاں علی پرنٹنگ پریس اور پھر آرمی پریس میں چھپتا رہا اور 31 مارچ 1954ء تک یعنی الفضل کے دوبارہ اجراء تک نہایت باقاعدگی سے روزنامہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا۔

(تاریخ احمدیت کراچی جلد 2 صفحہ 169)

اس کے علاوہ بھی الفضل کو متعدد بار بندش اور دیگر ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔ چنانچہ 1984ء میں 4 سال، 1990ء میں 2 ماہ 2005ء اور 2006ء میں بھی ایسے ہی اقدامات کئے گئے۔

الفضل جسے ایک ملک میں پابندیوں کا نشانہ بنایا گیا اسے خدا نے عالمی شہرت عطا کی اور 1994ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجراء کیا۔

الفضل انٹرنیٹ پر

الفضل کی تاریخ میں ایک نہایت اہم موڑ اس وقت آیا جب اسے انٹرنیٹ سے منسلک کیا گیا۔ چنانچہ 3/اکتوبر 2002ء سے الفضل کے تمام شمارے جماعت کی مرکزی ویب سائٹ اور الفضل کی اپنی ویب سائٹ www.alfazl.org پر میسر ہے اور یہ روحانی نہر تمام دنیا کو سیراب کرتی ہے۔ ساری دنیا میں بیک وقت الفضل پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس طرح حضرت مصلح موعود کا خواب، آپ کے خیالات اور امنگوں کا ترجمان اور خلافت احمدیہ کی آواز آج اپنے 100 ویں سال میں رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کا یہ سفر اور خدمات سدا جاری رکھے۔ آمین۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے بھی آغاز سے لے کر تمام شمارے جماعت کی ویب سائٹ www.alislam.org پر موجود ہیں۔)

آپ پڑھ سکتے ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی اسے
صفحۂ برقی پہ ہر پل ضوفشاں ہے الفضل

رؤیا میں الفضل

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں:۔

’’تین چار روز ہوئے میں نے رؤیا میں ایک کاغذ بصورت اخبار دیکھا جو ہمارے دروازے پر آویزاں ہے اور اس پر جلی قلم سے الفضل لکھا ہے۔ خاکسار نے شکریہ میں ایک سال کے لئے الفضل کا مبارک اور پُراز فضل پرچہ اپنی طرف سے کسی غیر مستطیع کے نام جاری کرنے کے لئے لکھ دیا ہے‘‘۔

(الفضل 30/اکتوبر 1917ء صفحہ 1)

R & R
CAR SERVICES LTD
Abdul Rashid
Diesel & Petrol Car Specialist
Unit-15 Summerstown, SW17 0BQ
Tel: 020 8877 9336
Mob: 07782333760

بسلسلہ الفضل کے سو سال

الفضل سے احباب جماعت کی محبت

ہر شمارہ کا انتظار۔ ہر صفحہ سے خوشہ چینی۔ سطر سطر دعائیں۔

عبدالقدیر قمر (مربی سلسلہ)

نہر سویز اور پانامہ کے ذریعہ تو محض دو، دو سمندروں کو ملایا گیا تھا مگر الفضل وہ عظیم الشان نہر ہے جس کے ذریعہ سات براعظموں کے رہنے والے ہر رنگ و نسل اور مختلف اقوام کے لوگوں کو بنیان مرصوص میں پرو دیا گیا ہے۔ یہ روحانیت کی وہ نہر ہے جو دلوں کی بنجر زمین کو سیراب اور سرسبز و شاداب کرتی ہے۔ ہر احمدی کو اس سے بے پناہ محبت ہے جس کا کچھ اندازہ ان واقعات سے ہو سکے گا جو یہاں تحریر کئے جا رہے ہیں۔

الفضل کا احسان

..... ایک دوست منصور صاحب سے کہنے لگے کہ الفضل کے مضامین وغیرہ کا حسن تو اپنی جگہ مگر اس کا ہم پر، ہمارے خاندان پر، بہت بڑا احسان ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کے ذریعہ ہم نور احمدیت سے منور ہوئے۔ تفصیل پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب سٹیشن ماسٹر تھے، سٹیشن کے قریب ایک سکول تھا جہاں ایک احمدی استاد مکرم ماسٹر ابراہیم شاد صاحب تعینات تھے جنہوں نے سکول میں روزنامہ الفضل لگوا رکھا تھا۔ سکول میں وہ اخبار کا مطالعہ کر لیتے اور واپسی پر اُسے سٹیشن کے کسی نہ کسی بنچ پر چھوڑ جاتے۔ شام کو والد صاحب اُسے اٹھا کر ایک الماری میں رکھ دیتے۔ ایک دن کیا ہوا!! تیز بارش کی وجہ سے ڈیوٹی پر والد صاحب کے علاوہ اور کوئی نہ آیا۔ یہ اکیلے ہی تھے۔ تنہائی دور کرنے کے لئے الفضل نکال لئے اور ان کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں الفضل کا مطالعہ کرتے جاتے شکوک و شبہات کے دبیز پردے ہٹتے جاتے اور دل سے مخالفت کا غبار صاف ہوتا جاتا۔ جب الفضل اخبارات کا مطالعہ کر کے فارغ ہوئے تو سینہ صاف ہو چکا تھا۔ ظلمت کی تاریکی دور ہو چکی تھی۔ احمدیت کے نور نے سینہ کو منور کر دیا اور داخل احمدیت ہو گئے۔ تب سے آج تک ہمارے گھر کا ہر فرد الفضل کا دیوانہ ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جونہی الفضل گھر آتا ہے تو ہر کوئی اس کے مطالعہ کرنے کو لپکتا ہے۔

..... خاکسار عبدالقدیر قمر ضلع گوجرانوالہ کا مربی ضلع تھا اور دعوت الی اللہ کا میدان گرم تھا۔ ایک دن مکرم خالد صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ گفتگو ہوئی۔ خیالات کا تبادلہ ہوا۔ کچھ کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ MTA سے رابطہ کروایا۔ امام وقت کے خطبات سنوا دیئے۔ آخر ایک دن کہنے لگے کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ دن بعد ان کے والد صاحب نے بھی مع اہلیہ بیعت کر لی۔ میرے پوچھنے پر کہ آپ کو بیعت کرنے کا خیال کس طرح آیا۔ بتانے لگے کہ ہمارے گاؤں میں ایک نوجوان احمدی ہو گیا اور اس نے روزنامہ الفضل لگوا لیا۔ اس نوجوان کی اس کے گھر والوں اور گاؤں والوں نے بہت مخالفت کی یہاں تک کہ آخر تنگ آ کر وہ باہر چلا گیا۔ اب الفضل آتا تھا مگر اسے لینے والا کوئی نہ تھا۔ ایک دن میں نے سوچا دیکھوں تو سہی کہ الفضل جو احمدیوں کا اخبار ہے کس طرح کے مضامین لکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں خدا تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلنشین انداز میں تذکرہ اور دوسرے بہت ہی مفید علمی مضامین تھے۔ الفضل نے تو میری کایا ہی پلٹ دی۔ میں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب بھی تمہارا رابطہ احمدیوں سے ہو ان کے ساتھ شامل ہو جانا اور مجھے بھی ملانا۔ خدا نے ہماری سچی تڑپ کو دیکھا اور آپ لوگوں سے ملا دیا۔ اس لئے اب تو الفضل سے ہم خاص محبت رکھتے ہیں۔

مطالعہ الفضل کے نتیجہ میں مکرم خالد صاحب میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہوئی اور دعوت الی اللہ کی ایسی لگن ہوئی کہ انہیں مزید 35 بیعتیں کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

..... خاکسار کی اہلیہ محترمہ نسرین اختر صاحبہ الفضل سے اپنے تعلق اور محبت کی وجہ اس طرح بتاتی ہیں کہ ہمارا گھرانہ نیا نیا احمدی ہوا تو گھر میں روزنامہ الفضل آنے لگا۔ نئے نئے احمدی ہوئے تھے اس لئے مرکز سے رابطہ ہمارا الفضل کے ذریعہ ہی تھا۔ اس لئے ہمیں بہت پیارا لگتا، جونہی اخبار آتا والدہ محترمہ کہتیں مجھے پڑھ کر سناؤ۔ پھر بھائی بھی پڑھتے، یوں لمحہ بہ لمحہ اور دن بہ دن الفضل ہماری تربیت کرتے اور جماعت کے نزدیک سے نزدیک کرتا گیا اور ہمارے ایمانوں کو جلا بخشتا گیا۔ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے الفضل سے تعلق کو اور محبت کو میرے روئیں روئیں میں سمو دیا۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں نے الفضل میں ایک مربی سلسلہ احمدیہ کے حالات زندگی اور خدا تعالیٰ کا جو اُن کے ساتھ حسن سلوک تھا اور ان کی خدمات دینیہ کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری شادی بھی کسی مربی سلسلہ سے ہونی چاہئے۔ ان دنوں مَیں عمر کے اس حصہ میں تھی جب شادی کے پیغامات آتے ہیں۔ چنانچہ میرے لئے بھی رشتہ کے پیغامات آ رہے تھے۔ میری والدہ مرحومہ نے میرے ساتھ رشتوں کا ذکر کیا تو میں نے اپنی والدہ محترمہ سے اپنی خواہش کا ذکر کیا۔ کہنے لگیں ہم نئے احمدی ہیں، جماعت میں ہمیں کوئی جانتا نہیں، ہمیں مربی کا رشتہ کیسے ملے گا۔ میں نے کہا کہ یہ میری خواہش ہے اور شدید دلی تڑپ ہے۔ اس کے لئے پھر میں نے دن رات دعائیں کرنا شروع کیں۔ آخر اللہ کے فضل سے میری شادی مربی سلسلہ احمدیہ عبدالقدیر قمر سے ہوگئی۔

چونکہ اس کی تحریک و تحریص کا موجب روزنامہ الفضل ہوا تھا۔ اس لئے الفضل مجھے پہلے سے بھی بڑھ کر پیارا ہے۔ اور جونہی گھر میں الفضل آتا ہے میری خواہش ہوتی ہے کہ میں ہی سب سے پہلے اسے پڑھوں۔ اگر کبھی ہاکر لیٹ ہو جائے تو ساتھ ہی سکول لے جاتی ہوں۔ وہاں اس کا مطالعہ کرتی ہوں اور ساتھی اساتذہ کو بھی پڑھنے کے لئے دیتی ہوں۔

الفضل میں درخواست دعا کا نتیجہ

.....ایک دوست نے الفضل سے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میرا بیٹا شدید بیمار ہو گیا۔ ایلوپیتھک، ہومیو اور حکماء وغیرہ سب سے علاج کروا دیکھا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ میری پریشانی تھی۔ بچے کی والدہ سخت پریشان تھی اور اس کے بہن بھائی بھی بہت بے چین۔ یوں لگتا تھا کہ ہمارا پیارا بیٹا اب چند دنوں کا مہمان ہے۔ آخر مجھے خیال آیا کہ روزنامہ الفضل میں دعا کے اعلانات شائع ہوتے ہیں۔ میں بھی اپنے بیٹے کی صحت کے لئے درخواست دعا کر دیکھتا ہوں۔ کہنے لگے۔ مربی صاحب آپ یقین کریں جس دن الفضل اخبار میں بیٹے کی صحت یابی کی درخواست شائع ہوئی اگلے دن سے حالت سنبھلنے لگی اور چند دن کے اندر اندر بیٹا بالکل صحت مند ہو گیا۔ گویا مردہ زندہ ہو گیا۔ وہ دن اور آج کا دن روزنامہ الفضل سے ہمارا لگاؤ اور تعلق بہت بڑھ گیا ہے اور اب میں سب سے پہلے دعا سے متعلق اعلانات کا مطالعہ کرتا ہوں اور بیماروں کے لئے دعا کرتا ہوں۔

سب سے پہلے الفضل

..... مکرم جاوید احمد جاوید صاحب مربی سلسلہ بتاتے ہیں کہ ہمارے گھر میں میری پیدائش سے بھی پہلے کا الفضل آتا ہے۔ میرے والد صاحب نے 1949ء میں بیعت کی تھی۔ اس وقت ہم 33 جنوبی فیصل آباد رہتے تھے۔ بیعت کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے الفضل لگوا لیا۔ کیونکہ وہ اسے علمی ترقی اور تربیت کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب ہم بھائیوں نے ہوش سنبھالا وہ ہمیں باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتے۔ گویا میں کہہ سکتا ہوں کہ گھر میں سب سے پہلے اگر کسی اخبار سے متعارف ہوا تو وہ الفضل ہی تھا۔ جس سے محبت کا تعلق آج بھی جاری ہے۔ کوئی اور اخبار ملے نہ ملے الفضل ضرور ملنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جہاں بھی متعین رہا وہاں اپنا ذاتی الفضل لگواتا۔ اور جب الفضل آتا تو سب کام چھوڑ کر پہلے الفضل کا مطالعہ کرتا پھر کوئی اور کام اور باقی بہن بھائیوں کا بھی یہی طریق کار ہے۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ سب بھائیوں نے اپنے اپنے ہاں علیحدہ علیحدہ الفضل لگوا رکھا ہے۔

..... مکرم مظفر احمد صاحب درانی مربی سلسلہ کہتے ہیں۔ میرے والد محترم محمد شریف صاحب معلم وقف جدید تھے۔ الفضل آتا تھا۔ باقاعدگی سے مطالعہ کرتے اور مجھے بھی الفضل کے مطالعہ کی چاٹ میرے والد صاحب نے لگائی۔ سو میں کہہ سکتا ہوں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اور اردو پڑھنا آئی ہے الفضل پڑھ رہا ہوں۔ دیہاتی ماحول ہونے کی وجہ سے الفضل میں دینی، روحانی اور علمی معلومات کے بڑھانے کا مستقل ذریعہ تھا۔ علمی مضامین، جماعتی خبریں اور احباب کے احوال سے آگاہی ہوتی تھی۔ پاکستان میں تو جہاں بھی ڈیوٹی لگی الفضل مل جاتا تھا مگر جب میری تقرری بیرون ملک ہوئی اور کئی دنوں کے انتظار کے بعد اکٹھا بنڈل ہاتھ لگا تو اس وقت تک جدا نہ ہوا جب تک سارا بنڈل کئی دفعہ پڑھ نہ ڈالا۔ پورے ملک کے لئے ایک ہی اخبار آتا تھا۔ مربیان و معلمین کئی ہوتے تھے۔ اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ الفضل اس تک بھی پہنچے۔ اس طرح وہی اخبار ایک سنٹر سے دوسرے سنٹر سے ہوتا ہوا ملک بھر کا چکر لگا کر واپس پہنچ بھی جاتا تو لائبریری میں رکھنے کے قابل نہ ہوتا۔ اس پر خاکسار نے تبشیر سے گزارش کی کہ ہمیں دو اخبار بھجوائیں تا ایک دوستوں کے مطالعہ کے لئے ہو اور ایک لائبریری کے لئے۔ اس بات کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ہمارے افریقن بھائی جو اردو نہیں جانتے تھے وہ بھی الفضل کے مطالعہ کی شدید تڑپ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے خاکسار الفضل کے اہم مضامین و اخبار کا ترجمہ کر کے انہیں سمجھاتا تھا۔ اور مقامی جماعتی اخبار میں بھی شائع کروا دیا جاتا تھا۔ اس طرح وہ بھی اپنی پیاس بجھا کر بہت ممنون ہوتے۔

روح جھوم اٹھتی ہے

مکرم صفدر نذیر صاحب گولیکی مربی سلسلہ الفضل سے متعلق اپنی محبت کی داستان یوں سناتے ہیں کہ آنکھ کھلتے ہی الفضل اخبار کو گھر آتے اور گھر کے تمام افراد کو اس کا دیوانہ دیکھا۔ والد محترم چوہدری نذیر محمد صاحب تو الفضل کے شیدائی تھے۔ خود اخبار کا مطالعہ کرتے۔ دوروں میں ساتھ لے جاتے، اپنے پرانے دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیتے۔ الفضل تو ہماری علمی ترقی کا ذریعہ ہے۔ الفضل ہماری پہچان ہے۔ الفضل ہمیں لکھنے کے اسلوب اور تربیت کے انداز سکھاتا ہے۔ وفات یافتگان کے حالت سے آگاہی بخشتا ہے۔ عاشقان قرآن کا ذکر ہوتا ہے۔ مختلف کتب پر تبصرہ ہوتا ہے جس سے کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ بیرونی ممالک میں قائم مشنوں کا تعارف الفضل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ غیر ملکی احمدی احباب بھی الفضل سے غیر معمولی محبت کرتے، جب ان کو پتہ لگتا ہے کہ ہمارے ملک کا یا ہمارے ملک کے کسی باشندہ کا تذکرہ الفضل میں چھپا ہے تو انہیں بہت خوشی ہوتی۔ اور محبت و چاہت کے چراغ ان کی آنکھوں میں جلنے لگتے۔ دعوت الی اللہ کے میدان میں میں نے الفضل سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک اور بات جو دل کو الفضل کی طرف کھینچتی ہے یہ ہے کہ اس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے دوروں کی رپورٹس شائع ہوتی ہیں۔ ایک ایک لفظ اور واقعہ پڑھتے ہوئے روح جھوم اٹھتی ہے۔ رپورٹ پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی اُسی محفل میں ہیں۔

الفضل کبھی پرانا نہیں ہوتا

..... ہمارے ایک دوست اپنے کسی عزیز کے ہاں مہمان گئے۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر انہوں نے میزبان سے پوچھا۔ الفضل کا تازہ پرچہ آیا ہو تو لے آئیں۔ وہ صاحب پرچہ لینے گھر کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک بزرگ بھی بیٹھے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے تھیلے سے الفضل کا ایک پرانا شمارہ نکالا اور ان صاحب سے کہنے لگے دیکھیں دوسرے اخبار تو پرانے ہو جاتے ہیں مگر روزنامہ الفضل کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ تازہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ اس میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرِ ورق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دوسرے علمی و تربیتی مضامین ہوتے ہیں۔ جن کی ایک انسان کو ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے الفضل اخبار ایسا اخبار ہے جو ہمیشہ ہی تازہ رہتا ہے۔ کبھی باسی نہیں ہوتا۔ ان کی یہ بات کتنی سچی ہے۔

زندگی وقف کرنے کا موجب

..... مکرم محمد آصف خلیل صاحب 38 جنوبی سرگودھا بتانے بتایا کہ جب سے ہمارا گھرانہ احمدی ہوا ہے تب سے

الفضل ہمارے گھر آتا ہے۔ گاؤں میں ہماری دکان تھی۔ وہیں اخبار آتا تھا۔ غیراز جماعت احباب بھی بڑے شوق سے پڑھتے۔ اور کہتے تمہارے اخبار میں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے علوم پائے جاتے ہیں۔ ہم نئے احمدی تھے۔ الفضل اخبار نے ہمارے علمی اور تربیتی معیار میں غیرمعمولی کردار ادا کیا ہے۔ الفضل نے ہی ہمارے دل میں نظام جماعت اور خلافت سے محبت کرنے کے انداز سکھائے۔ میرے والد صاحب اور بڑے بھائی تو اخبار کے عاشق تھے۔ جس دن اخبار نہ آتا یا لیٹ ہوجاتا بار بار ذکر کرتے کہ ابھی تک اخبار نہیں آیا یا آج اخبار نہیں آیا۔ اور جونہی اخبار آتا تمام گھر والوں کی کوشش ہوتی کہ پہلے میں پڑھوں۔

مجھے اور میرے گھر والوں کو نماز کی عادت، چندوں کی ادائیگی اور دوسری قربانیوں میں قدم آگے بڑھانے کی عادت بھی الفضل کی مرہون منت ہے۔ اور میرے جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے اور زندگی وقف کرنے کا موجب بھی الفضل ہی ہے۔

الفضل۔ تربیت کا بہترین ادارہ

..... مکرم مقصود احمد صاحب قمر مربی سلسلہ کہتے ہیں:

1965ء میں جب میری عمر 10، 11 سال تھی الفضل سے شناسائی ہوئی۔ میری والدہ ہمیں باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتیں۔ شیخوپورہ میں جماعت کی لائبریری لاہور، سرگودھا، روڈ پر واقع تھی۔ روزانہ والدہ صاحبہ ہمیں وہاں بھیجتیں۔ پھر جب ہم واپس آتے تو پوچھتیں کہ کیا پڑھ کر آئے ہو۔ اس طرح سے بچپن سے ہی غور سے اخبار پڑھنے کی عادت ہوگئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ تعلق قائم ہے۔

جب میری تقرری تنزانیہ میں ہوئی اور میں وہاں پہنچا تو شروع شروع میں الفضل نہ ملا۔ پاکستان میں تو روزانہ مطالعہ کی عادت تھی۔ ایک دن اچانک پتہ چلا کہ الفضل کا بنڈل آیا ہے۔ ہماری خوشی دیدنی تھی۔ ایسے تھا گویا عید کا چاند طلوع ہوگیا فوراً پڑھنے بیٹھ گئے اور جب تک سارے اخبار شروع سے آخر تک پڑھ نہ لئے بیقرار روح کو قرار نہ آیا۔

ہم نے وہاں دیکھا کہ ہمارے تنزانین دوست بھی الفضل سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ وہ بھی ہم سے الفضل سنتے۔ اس کے مضامین سے آگاہ ہوتے اور جن کو تھوڑی بہت بھی اردو سے شُدبُد تھی وہ تو خود آگے آگے بڑھ کر اخبار پکڑتے اور پڑھتے۔ بلکہ جب کبھی اخبار لیٹ ہوجاتا اور نہ ملتا تو وہ بار بار پوچھتے کہ الفضل ابھی تک کیوں نہیں آیا۔ خاص طور پر میں مولانا محمد یوسف کا نبولایا صاحب اور ابوطالب کو الفضل سے جو تعلق محبت تھا بھول نہیں سکتا۔ وہ برابر مشن سے تعلق رکھتے اور جونہی الفضل پہنچتا کوشش کرتے کہ ہم ہی پہلے پڑھنے والے ہوں۔ ٹبورا میں ایک فیملی تھی ان کی والدہ خاص طور پر مشن سے الفضل منگواتیں۔ خود پڑھتیں۔ بچوں کو پڑھ کر سناتیں، سمجھاتیں اور کہا کرتیں کہ بچوں کی تربیت اور بڑوں کی علمی ترقی کے لئے الفضل بہترین ادارہ ہے۔

الفضل سے غیرمعمولی لگاؤ

..... ہمارے محلّہ کی ایک خاتون نادرہ طاہر صاحبہ ہیں۔ ان کو الفضل سے غیرمعمولی لگاؤ ہے۔ صبح ہوتے ہی ان کی نظریں دروازے پر ہوتی ہیں۔ جونہی الفضل آتا ہے لپک کر اُسے پکڑتی ہیں اور سب کام چھوڑ چھاڑ کر پہلے الفضل کا مطالعہ کرتی ہیں اور نہ صرف خود مطالعہ کرتی ہیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی پڑھ کر سناتی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ جات کی رپورٹس تو ان کی خاص توجہ کا مرکز ہوتی ہیں۔ ان کے میاں بتا رہے تھے کہ حضور انور کے دورہ جات کی رپورٹس پڑھتے ہوئے بے اختیار ان کی آنکھیں چھلک جاتی ہیں اور پھر وہ دعا کرنے لگ جاتی ہیں۔

الفضل کے ذریعہ سچی توبہ

..... الفضل سے محبت وعقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے مکرم میاں محمد زاہد صاحب آف جھنگ بتاتے ہیں کہ ان دنوں میری ڈیوٹی ریاہ منیر ضلع شیخوپورہ میں تھی۔ میں ٹیوب ویل پر درخت کے نیچے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا کہ میں نے بچوں کو آواز دے کر کہا کہ مجھے الفضل اخبار پکڑا دیں۔ میری یہ آواز نہر کے دوسری طرف جاتے ہوئے دو آدمیوں نے سنی۔ وہ الفضل کا نام سن کر ٹھہر گئے۔ ان میں سے ایک نے جو اُن کا آفیسر معلوم ہوتا تھا بوٹ اتارے، جرابیں اتاریں، پینٹ اوپر کی اور نہر میں سے ہوتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کا ساتھی بھی اس کے ساتھ تھا۔ مجھے کہنے لگا۔ آپ احمدی ہیں۔ میں نے کہا ہاں میں احمدی ہوں لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ کہنے لگا میرا نام محمد ارشد ہے۔ میں محکمہ نہر کا اوورسیئر ہوں اور سروے کر رہا ہوں۔ میرے کانوں میں الفضل کا نام پڑا۔ دیکھا تو آپ بیٹھے ہیں۔ نہر کے پانی سے گزر کر آیا ہوں کہ ایک تو احمدی دوست سے ملاقات ہوجائے۔ دوسرے کئی دن گزرے اخبار الفضل پڑھے ہوئے وہ بھی پڑھ لوں تاکہ تازہ جماعتی حالات معلوم ہوجائیں۔

اسی جگہ کی بات ہے ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا اور اخبار الفضل چارپائی پر پڑا تھا۔ ایک شخص آیا اور الفضل اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ الفاظ پڑھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سچی توبہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے۔ جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پڑھ کر حیران رہ گیا۔ بار بار پڑھتا۔ اس کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ جسے ہم محسوس کر رہے تھے۔ آخر کہنے لگا اگر جماعت احمدیہ کے سربراہ یہ کہتے ہیں اور یہی تعلیم دیتے ہیں کہ ایک گناہگار انسان بھی توبہ کے نتیجہ میں بچ جاتا ہے اور اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں تو میں بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ بعد ازاں وہ نہایت مخلص، نیک احمدی بن گیا اور یہ الفضل کی برکت تھی۔

محبت کے انوکھے انداز

..... مکرمہ شوکت اسد صاحبہ بتاتی ہیں کہ ان کے دل میں الفضل کی محبت ان کے نانا محترم قاضی عطاء اللہ صاحب کی وجہ سے ہوئی۔ کہتی ہیں میں جب بھی چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے نانا کے گھر جاتی انہیں الفضل کا مطالعہ کرتے دیکھتی۔ پہلے وہ اخبار کا مطالعہ کرتے پھر نانی جان کو دے دیتے۔ میں نے بھی کئی دفعہ اخبار پڑھا۔ بچے کو تو کہانی یا لطیفہ کی تلاش ہوتی۔ وہ وہاں نہ ہوتا۔ تو میں سوچتی اس میں تو کوئی کہانی نہیں نہ کوئی لطیفہ ہے پھر یہ اُسے اتنی دلچسپی سے کیوں پڑھ رہے ہیں جب ہم ربوہ آئے تو اپنے ماموں محترم حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کو بڑی گہری نظر سے الفضل کا مطالعہ کرتے اور اس کے نوٹس لیتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہ وہ مضامین کے بارہ میں اہل خانہ سے ڈسکس بھی کرتے تھے۔ اس سے مجھے بھی الفضل سے دلچسپی ہونا شروع ہوگئی۔ پھر والدہ صاحبہ نے الفضل لگوایا بڑے شوق سے پڑھتیں۔ ان کی دیکھا دیکھی پھر میں نے بھی پڑھنا شروع کیا۔ پھر تو اتنی لگن ہوگئی کہ ادھر الفضل آیا اور ادھر ہم نے اوّل سے آخر تک سب اخبار پڑھ کر سانس لیا۔ پھر جب میری شادی ہوگئی تو ادھر اخبار نہ آتا تھا۔ بڑی بے چینی ہوتی۔ آخر پتہ چلا کہ ان کی دادی کے ہاں الفضل آتا ہے۔ وہاں سے منگوا کر پڑھتی۔ لیکن اس میں دیر سویر ہوجاتی تھی۔ اس کا حل میں نے یہ نکالا کہ ہمارے گلی کے جس گھر میں الفضل آتا میں وہاں سے لے کر پڑھ لیتی۔ پھر میرا شوق اتنا بڑھا کہ میں الفضل جو خود پڑھتی ہوں۔ دوسروں کو بھی پڑھاؤں چنانچہ میں چار چار، پانچ پانچ الفضل اکٹھے کر کے ان گھروں میں پہنچاتی جن گھروں میں الفضل نہیں آتا۔ یا وہ لگوا نہیں سکتے۔ وہ بھی پڑھتے اور میرا شکریہ ادا کرتے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی کہ وہ مجھے اپنا گھر دے تو میں سب سے پہلے اپنا الفضل لگواؤں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کو سنا۔ گھر بنا تو حسب وعدہ سب سے پہلے الفضل لگوایا ہے۔ میرے لئے یہ بڑے خوشی کے لمحات ہیں۔ میں اب بھی اخبار پڑھنے کے بعد دوسرے گھروں میں دے کر آتی ہوں۔

''الفضل'' کی برکت سے

..... مکرم صوفی محمد اکرم صاحب کراچی سے لکھتے ہیں:

یہ 1970ء کی بات ہے جب خاکسار کی تعیناتی لاہور تھی۔ محکمہ محنت کا بڑا دفتر تو اپر مال پر نہر کے پل کے ساتھ تھا جبکہ ہمارے شعبہ کا دفتر 4-5 کوٹھیاں آگے تھا۔ میں نے بڑے دفتر میں اخبار دینے والے ہاکر سے کہا کہ مجھے الفضل دے جایا کرو۔ پہلے تو اس نے کہا کہ صرف ایک الفضل اتنی دور جا کر دینا مشکل ہے کیونکہ ہمیں ایک الفضل پر صرف ایک ٹیڈی پیسہ کمیشن ملتی ہے۔ ہاکر ادھیڑ عمر کا شریف انسان تھا۔ میں نے کہا الفضل شروع کرو اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ اس نے وعدہ کیا اور دوسرے روز سے مجھے الفضل میرے دفتر میں آکر دینا شروع کر دیا۔

یہ واقعہ 1970ء والے الیکشن سے پہلے کا ہے۔ دفتر میں بھٹو صاحب کے چاہنے والے بہت تھے انہوں نے اسی ہاکر سے روزنامہ مساوات پہلے لگوائی اور پھر روزنامہ آزاد اور پھر ہفت روزہ شہاب بھی لگوالیا۔ کچھ دوسرے حضرات نے روزنامہ نوائے وقت، ندائے ملت اور مشرق اخبار لگوا لیا۔ تھوڑے دنوں بعد دفتر کا سرکاری اخبار پاکستان ٹائمز بھی شروع ہوگیا۔ یہ تمام اخبارات دفتر شروع ہونے سے پہلے آجاتے اور سب سے پہلے ہمارے دفتر کے ہیڈ جناب ایس۔ اے نقوی صاحب (M.B.E) (یحییٰ خان کے کزن) کے پاس جاتے اور تمام دفتر میں گھوم گھما کر 11 بجے ہمارے پاس پہنچتے اور الفضل پر بھی نقوی صاحب کے دستخط ہوتے یعنی وہ بھی اس کو دیکھتے ضرور تھے۔

میں نے پھر ایک دن ہاکر سے بات کی۔ بتاؤ کہ اب کیا حال ہے۔ بہت خوش تھا۔ مجھے کبھی الفضل کا بل نہ پوچھتا اور میں جب بھی پیسے دیتا کہتا رہنے دیں یہ سب کچھ الفضل کی برکت سے ہی ہے۔

واقعی الفضل کی برکات کئی رنگ میں ہم تک پہنچتی ہیں۔ الحمدللہ

عید کا تحفہ

..... محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ نارووال کو الفضل کے مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ شادی سے پہلے کم آمدنی کی وجہ سے الفضل دوسرے احمدی گھروں سے منگوا کر پڑھتی تھیں۔ جب آپ کا نکاح ہوا اور شوہر نے پہلی عید پر پسند کا تحفہ پوچھا تو انہوں نے الفضل لگوانے کی فرمائش کی۔ ان کے خاوند بھی نہایت عالم اور علم دوست تھے۔ انہوں نے آپ کے شوق کو ہوا دی اور ہمیشہ مطالعے کے لئے لٹریچر مہیا کیا۔

(ماہنامہ مصباح مارچ 2005ء صفحہ 48)

الفضل میرا دوست

☆ **مکرم محمد داؤد بھٹی صاحب مربی سلسلہ یوگنڈا** لکھتے ہیں: خاکسار مشرقی افریقہ یوگنڈا میں اکتوبر 2005ء سے تعینات ہے۔ الفضل کا ہفتہ وار بنڈل ہمیں تسلسل سے مل رہا ہے۔ الفضل کا آنا ہمارے لئے آپ سب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ خاکسار الفضل کا مطالعہ کر کے اس میں سے چیدہ چیدہ مضامین کو الگ کر لیتا ہے نیز خاص واقعات اپنی ڈائری کی زینت بناتا ہے اسی طرح مختلف نوعیت کی نظمیں شعر، دعائیں معلومات میری ڈائری کا حصہ بن رہے ہیں۔ سو میں کہہ سکتا ہوں کہ الفضل میرا ایسا دوست ہے جس کی ہر ادا میں علم و معرفت محبت الٰہی، حب رسولؐ، عظمت خلافت و حالات حاضرہ و ملاقات دوستاں کی ہر خوشبو ہے۔

☆ **پروفیسر میاں محمد افضل صاحب لاہور** سے لکھتے ہیں:۔ الفضل غالباً دنیا کا واحد اخبار ہے جو تقریباً ہر ملک، چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے فضل سے پہنچتا ہے۔ اس لئے اس میں مضمون کا چھپ جانا گویا اس کا دنیا کے کناروں تک پہنچنا ہے۔

الفضل سے محبت

..... **مکرم شیخ ناصر احمد صاحب خالد** اپنی اہلیہ مکرمہ نعیمہ ناصر صاحبہ کی الفضل سے محبت اور عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

1984ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں احمدیوں پر ظلم وستم کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا تو اخبار الفضل کی اشاعت پر بھی پابندی لگ گئی۔ ایک دن صبح کے وقت جب اخبار الفضل آیا تو اس میں ایک الگ اطلاع نامہ بھی تھا کہ اس پرچہ کے بعد الفضل شائع نہ ہوسکے گا۔ میں نے بلند آواز سے یہ افسوسناک اطلاع پڑھ کر سنائی۔ اس خبر سے مرحومہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اونچی آواز میں دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا اور بار بار کہتیں کہ ''اب ہم کیا پڑھیں گے۔ اب ہم کیا پڑھیں گے''۔

(الفضل 14 جنوری 2002ء صفحہ 6)

'الفضل' معاندین کی مخالفت کا تریاق

..... **مکرم محمد انوار الحق صاحب لاہور سے** لکھتے ہیں:۔

میرے والد محترم محمد عبدالحق صاحب مجاہد امرتسری ریلوے ورکشاپ میں ملازم تھے۔ 1934ء پھر 1953ء کے حالات میں بھی ہمارے گھر اخبار الفضل باقاعدگی سے آتا تھا چونکہ صبح کے وقت اخبار پڑھنے کا وقت بہت کم ہوتا تھا۔ تو والد صاحب اخبار اپنے ساتھ لے جاتے تھے جب روٹی کھانے کے لئے ایک گھنٹہ کی چھٹی ہوتی تھی تو والد صاحب الفضل اخبار نکال کر پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے ساتھ کام کرنے والے چند پڑھے لکھے لوگ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور کچھ ٹائم کے بعد کہنے لگے مجاہد صاحب اس وقت ملک اور خاص طور پر لاہور میں قادیانیوں کے خلاف آگ لگی ہوئی ہے۔ ہر کوئی اس جماعت کو برا بھلا کہتا ہے۔ تجھ پر اس آگ کی تپش کا کوئی اثر ہوا ہے۔ والد صاحب نے بڑے پیار سے انہیں سمجھایا کہ سارا دن میں جماعت کے خلاف اخباروں میں مختلف نوعیت کی خبریں پڑھتا ہوں اور لوگوں سے مخالف باتیں بھی سنتا ہوں مگر خدا جانتا ہے کہ جب میں گھر جا کر اپنا الفضل اخبار توجہ اور لگن سے پڑھتا ہوں تو سارے دن کی مخالفانہ باتوں پر یہ الفضل اخبار تریاق کا کام دیتا ہے اور مجھے ایسی راحت اور سکون ملتا ہے کہ خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگ یہ جواب سن کر حیران رہ گئے اور ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ ایسا الفضل اخبار ہے کہ اسے مخالفت کا اثر بھی نہیں ہونے دیتا تو یقین کیجئے یہ الفضل اخبار کی برکت ہی ہے کہ آج کے اس نازک دور میں بھی ہمیں حوصلے سے رکھا ہوا ہے۔

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے — نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
ہے عمل کامیابی کا ضامن کہ ہاں — بے عمل علم ہے تو فقط زہر ہے
ہے یہ جوئے سعادت رَواں دیکھیے — دَجل کی دھوپ میں ماہ ہے مہر ہے
حکمتوں کے خزانے لُٹاتا ہے یہ — چھوڑنا دین کو دعوتِ قہر ہے

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

عزمِ فضلِ عمر نے جلایا دِیا — محترم بیبیوں نے بھی زیور دیا
دعوتِ فکر ہے تیری ہر اِک اَدا — روشنی ابتدا روشنی انتہا
تجھ میں ذکرِ خدا کی انوکھی صدا — تجھ میں عشقِ محمدؐ کا ہے معجزہ
جامِ کوثر ہے تُو ، تُو ہے رَدّ بلا — ضامنِ فیض ہے صفحہ صفحہ ترا

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

اک خدا ہے نبی اُس کے معصوم ہیں — تُو ہے خادم تو یہ تیرے مخدوم ہیں
حکمتوں کے خزانے لُٹاتے سبھی — تیرے مضمون ہیں یا کہ منظوم ہیں
تجھ میں مہدی کے چھپتے دفینے بھی ہیں — ہم پہ ظاہر ہیں منکر پہ مکتوم ہیں
قسمتوں کے دَھنی ہیں جو پائیں تجھے — ہیں وہ محروم جو تجھ سے محروم ہیں

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

تُو ہے اَدیانِ باطل پہ حجت کڑی — پشت پر اَحمدی کے ہے ہر دم کھڑی
تُو ہے الفضل جو معدنِ دین ہے — ہیں مضامین جوں موتیوں کی لڑی
لاجرم انگ ہے احمدیت کا تُو — ہے ضرورت ہر اک احمدی کو بڑی
آنکھ والے ہی سمجھیں گے دیکھیں تجھے — تُو مہربان ہے رحمتوں کی جھڑی

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

تجھ سے ہم کو بشارات ملتی رہیں — تیرے ماتھے پہ آیات سجتی رہیں
تجھ سے تعلیم حکمت کی پائیں سبھی — تا قیامت عنایات بٹتی رہیں
عاجزانہ دعائیں ہماری ہیں یہ — فیض کی تیری لہریں یہ چلتی رہیں
عمر سو سال اب جب کہ تیری ہوئی — فضل کی تیری نہریں یہ بہتی رہیں

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

(محمد مقصود احمد منیبؔ)

.....ایک دوست نے مجھے بتایا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے ہاکر نے اخبار دینا بند کر دیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے ہاکر سے اخبار بند کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ کی ملازمت ختم ہوگئی ہے اب بل کون دے گا تو میں نے اس خدشہ کے پیش نظر اخبار بند کر دیا ہے وہ دوست کہنے لگے کہ میں واپس گھر آ کر ایک سوچ میں پڑ گیا اور وضو کر کے دو نفل صرف اخبار الفضل کے لئے پڑھے اور دعا کی کہ ''اے خدا تو جانتا ہے کہ میں مالی استطاعت نہیں رکھتا۔ مگر میرا دل الفضل اخبار کے لئے بے چین ہے۔ اب میں تیرا در چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جاؤں گا تو ایسے سامان پیدا کر کہ مجھے دوبارہ الفضل اخبار ملنے لگے'' کہنے لگے ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں باہر گیا تو ایک باریش آدمی کھڑا تھا اس نے مجھے بتایا کہ آج رات مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا اخبار الفضل بند ہو گیا ہے تو میں نے سوچا دنیا میں وہی آدمی کامیاب ہے جو دوسروں کے کام آئے تو **آپ الفضل اخبار لگوائیں اس کا بل میرا لڑکا بیرون ملک سے ادا کیا کرے گا۔** میں نے اونچی آواز میں الحمدللہ پڑھا تو وہ آدمی غائب ہو گیا۔ صبح میں نے ہاکر سے کہا کہ کل سے الفضل اخبار ضرور دیا کرو آپ کو بل وقت پر مل جایا کرے گا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے الفضل اخبار کے لئے اپنے فضل سے سامان پیدا کئے۔

اسی طرح ایک اور دوست نے بتایا کہ ہمارے گھر سے تھوڑی دور ہاکر ایک احمدی کے گھر الفضل اخبار دیا کرتا تھا۔ ہم ان سے لے کر پڑھ لیتے تھے۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ چیز وہی اچھی ہوتی ہے جو اپنی ہو۔ میں نے صبح گلی میں کھڑے ہو کر ہاکر کا انتظار کیا۔ جب وہ ان کے گھر اخبار دے کر چلنے لگا تو میں نے اسے کہا کہ کل صبح فلاں گھر میں بھی الفضل اخبار دیا کرو۔ وہ ہاکر یہ سن کر چلا گیا اور الفضل اخبار دینا شروع کر دیا۔ اس ہاکر نے بتایا کہ آپ لوگوں کے گھر اخبار دینے سے قبل میں فلاں گلی کے موڑ پر سائیکل کھڑی کر کے یہ اخبار پڑھتا رہا ایک دن مجھے اچانک خیال آیا کہ اس اخبار میں تو کوئی جھگڑے، فساد، اغوا، چوری کی خبر نہیں ہوتی خالصتاً ایک دینی اخبار ہے تو اس دن کے بعد میں خود بھی اس کا خریدار بن گیا گو میں احمدی نہیں ہوں مگر **اس اخبار کے مضامین بڑے اچھے اور تربیتی پہلو لئے ہوتے ہیں۔ جس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہوا۔** واقعی یہ ایک دینی اور تربیتی اخبار ہے۔ اے کاش اسے اور لوگ بھی پڑھیں۔

الفضل کے انگریز نو احمدی قاری کا خط

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل دسمبر 1936ء میں لکھتے ہیں:۔ انگلستان کے انگریز نو احمدی دین سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے عربی اور اردو کی تعلیم حاصل کرتے رہتے ہیں اور کئی ایک نے کافی ترقی کی انہی میں سے **ایک نو احمدی مبارک احمد فیولنگ صاحب بھی تھے جو الفضل کے باقاعدہ خریدار تھے۔** ستمبر 1935ء میں ان کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اپنا نام اردو میں لکھا اور دریافت کیا کہ میری ارسال کردہ الفضل کی قیمت کب ختم ہوتی ہے تا کہ میں مزید قیمت ارسال کر دوں۔

اس پر ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:۔ ایک انگریز نو احمدی کی اردو کے ایک مذہبی اخبار سے ایسی دلچسپی کی یقیناً یہ پہلی مثال ہے۔ (الفضل 5/اکتوبر 1935ء)

مزید لکھتے ہیں:۔ ہمارے نو احمدی بھائی جناب مبارک احمد صاحب فیولنگ آف لندن جو اخلاص اور تقویٰ میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں اور جنہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے والہانہ الفت اور وابستگی اور حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء سے نہایت مخلصانہ عقیدت ہے۔ ہمارے نام ایک خط لکھتے ہیں جس میں انہوں نے الفضل کے چندہ کے بقایا کے متعلق معذرت کرتے ہوئے اسے جلد سے جلد بھیجنے کے متعلق بقایا کی رقم دریافت فرمائی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں الفضل کے مطالعہ کا بے حد شوق ہے اور وہ سلسلہ کے حالات سے واقف رہنے کے متعلق بہت بڑی تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس نو احمدی بھائی کو اخلاص اور تقویٰ میں ترقی دے اور اپنے خاص افضال اور عنایات ان پر نچھاور کرے۔ ناظرین کرام کی دلچسپی کے لئے خط کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

ترجمہ:۔ 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اطلاع دیں کہ کتنی اور رقم میرے ذمہ ہے۔ میں آپ کی طرف سے اطلاع پانے پر بقایا اگلی ہوائی ڈاک میں روانہ کر دوں گا۔ میرے پاس بقایا نہ ادا کرنے کے متعلق کوئی عذر نہیں۔ میں صمیم قلب سے اس تکلیف کی معذرت چاہتا ہوں۔ نیازمند فیولنگ۔'

وہ اردو دان اصحاب جو الفضل کی خریداری سے محروم ہیں غور فرمائیں کہ ایک نو احمدی انگریز کی مثال ان سے کیا مطالبہ کر رہی ہے۔ کیا ان کا فرض نہیں کہ الفضل خریدیں اور اس کی قیمت اس طرح ادا کریں جس طرح ہمارے انگریز نو احمدی بھائی نے لندن سے بھیجی۔

(الفضل 17 دسمبر 1936ء صفحہ 7)

.....☆☆.....☆☆.....

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ امریکہ کے ماہنامہ ''النور'' مارچ 2010ء میں مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب کے قلم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے ایسے واقعات شامل اشاعت ہیں جو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائے ہیں۔

٭..... حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں امریکہ میں سب سے پہلے جس انگریز نے اسلام قبول کیا الیگزنڈر رسل ویب اس کا نام تھا اور امریکن ایمبسی میں فلپائن میں کام کرتا تھا۔ حضورؑ کے انگریزی اشتہارات کی جب یورپ اور امریکہ میں اشاعت ہوئی تو اُس کے دل میں اسلام قبول کرنے کی تحریک پیدا ہوئی اور اس نے آپؑ سے خط وکتابت کرنا شروع کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہوگیا اور اسلام کی اشاعت کے لئے اس نے اپنی زندگی وقف کردی۔ بعد میں وہ ہندوستان آیا اور حضورؑ سے ملنے کی خواہش کی۔ مگر مولویوں نے اُسے کہا کہ اگر تم مرزا صاحب سے ملے تو مسلمان تمہیں اشاعتِ اسلام کے لئے چندہ نہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ اُن کے بہکانے کے نتیجہ میں آپؑ سے نہ ملا۔ مگر آخر بہت مایوسی سے وہ یہاں سے واپس گیا اور حضور علیہ السلام کی وفات کے قریب اس نے آپؑ کو خط لکھا کہ میں نے آپ کی نصیحت کو نہ مان کر بہت دکھ اٹھایا ہے۔ آپؑ نے مجھے بروقت بتایا تھا کہ مسلمانوں کے اندر خدمت دین کا کوئی شوق نہیں پایا جاتا مگر میں نے اسے نہ مانا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں آپ کی ملاقات سے محروم ہوگیا۔ بہرحال وہ آخر وقت تک مسلمان رہا اور حضورؑ سے اس کے مخلصانہ تعلقات قائم رہے۔

٭..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک پادری آیا۔ اُس نے کہا کہ عربی زبان کوئی ایسی زبان نہیں کہ جس میں خدا کا کلام نازل ہو، یہ تو بدوؤں کی زبان ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نہیں خدا تعالیٰ کا کلام بیان کرنے کی جو استعداد عربی زبان میں ہے وہ کسی اَور زبان میں نہیں۔ مگر اُس پادری کا دعویٰ تھا کہ انگریزی کا مقابلہ عربی زبان ہرگز نہیں کرسکتی۔ آپؑ نے اسے کہا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو بیان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ زبان ایسی ہو جو بڑے سے بڑا مضمون چھوٹے سے چھوٹے الفاظ میں ادا کرسکے۔ اُس نے کہا ہاں انگریزی میں ہی یہ خصوصیت ہے۔ آپؑ نے فرمایا اچھا اگر میرا پانی کہنا ہو تو انگریزی میں کیا کہیں گے۔ اُس نے کہا مائی واٹر۔ آپ نے فرمایا عربی میں صرف مائی کہہ دینا کافی ہوگا۔ گویا انگریزی میں واٹر زائد ہے۔ آپؑ کا یہ فرمانا بالکل خدائی تصرف کے ماتحت تھا ورنہ آپ تو انگریزی جانتے ہی نہ تھے۔..... عربی زبان میں کئی خصوصیات ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اِس کی نثر ترتیل کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔

٭..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے صحابی حکیم فضل الدین صاحب تھے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے دوست تھے اور اُن کے ساتھ ہی یہاں آ گئے۔ اُن کی دو بیویاں قادیان آنے سے پہلے کی تھیں۔ ایک شادی انہوں نے قادیان آ کر کی۔ پہلی بیویوں کے متعلق انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے ذکر کیا کہ اُن کا مہر پانچ پانچ سَو تھا جو اُنہوں نے معاف کر دیا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ یہ معافی نہیں، آپ ان کی جھولی میں ڈال دیں اور پھر اگر وہ لَوٹا دیں تو معافی کہلائے گی۔ انہوں نے کہا کہ حضور! وہ ہمیشہ یہ کہتی رہتی ہیں کہ ہم نے معاف کیا۔ حضور نے فرمایا اس طرح کی معافی کوئی معنے نہیں رکھتی ہمارے ملک کی عورتیں جب دیکھتی ہیں کہ مہر وصول تو ہوگا نہیں تو پھر وہ یہ خیال کر کے کہ احسان ہی کیوں نہ کردیں کہہ دیتی ہیں کہ معاف کیا۔ اس پر حکیم صاحب مرحوم نے حضرت خلیفہ اولؓ یا کسی اَور سے قرض لے کر اُن کی جھولی میں پانچ پانچ سَو روپیہ ڈال دیا اور کہا تم دونوں نے مجھے معاف تو پہلے سے ہی کر دیا ہوا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پہلے ان کی جھولی میں روپیہ ڈال دو پھر وہ معاف کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں۔ اب تم اگر چاہو تو یہ روپیہ مجھے دے سکتی ہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اب تو ہم واپس نہیں کریں گی۔ ہم تو یہ سمجھتی تھیں کہ مہر کوئی دیتا تو ہے نہیں چلو معاف ہی کر دیں۔

٭..... مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کی یہ حالت ہوتی کہ ہم جب سوتے تو آپ کو کام کرتے دیکھتے اور جب آنکھ کھلتی تب بھی آپ کو کام کرتے دیکھتے اور باوجود اتنی محنت اور مشقت برداشت کرنے کے جو دوست آپ کی کتابوں کے پروف پڑھنے میں شامل ہوتے آپ ان کے کام کی اس قدر قدر فرماتے کہ اگر عشاء کے وقت بھی کوئی آواز دیتا کہ حضور میں پروف لے آیا ہوں تو آپ چارپائی سے اُٹھ کر دروازہ تک جاتے ہوئے راستہ میں کئی دفعہ فرماتے ''جزاک اللہ، آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ جزاک اللہ، آپ کو بڑی تکلیف ہوئی''۔ حالانکہ وہ کام اس کام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جو آپؑ خود کرتے تھے۔ غرض اس قدر کام کرنے کی عادت ہم نے آپؑ میں دیکھی کہ ہمیں حیرت آتی۔ بیماری کی وجہ سے بعض دفعہ آپؑ کو ٹہلنا پڑتا مگر اس حالت میں بھی آپ کام کرتے جاتے۔ سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو راستہ میں بھی مسائل کا ذکر کرتے اور سوالات کے جواب دیتے۔

٭..... دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے نمونہ کے طور پر پیدا کیا ہوتا ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا کہ کسی نے ایک بزرگ سے سوال کیا کہ کتنے روپوؤں پر زکوٰۃ فرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے لئے مسئلہ ہے کہ تم چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ دو۔ اُس نے کہا 'تمہارے لئے' کا کیا مطلب ہے، کیا زکوٰۃ کا مسئلہ بدلتا رہتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، تمہارے پاس چالیس روپے ہوں تو اُن میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ دینا تمہارے لئے ضروری ہے۔ لیکن اگر میرے پاس چالیس روپے ہوں تو مجھ پر اکتالیس روپے دینے لازمی ہیں۔ کیونکہ تمہارا مقام ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کماؤ اور کھاؤ۔ لیکن مجھے وہ مقام دیا ہے کہ میرے اخراجات کا وہ آپ کفیل ہے اگر بیوقوفی سے میں چالیس روپے جمع کرلوں تو میں وہ روپے بھی دوں گا اور ایک روپیہ جرمانہ بھی دوں گا۔

٭..... ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے دیگر مسلمانوں سے تفرقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ اپنا اچّھا دودھ سنبھالنے کے لئے دہی کے ساتھ ملا کر رکھتے ہیں یا علیحدہ؟ ظاہر ہے کہ دہی کے ساتھ اچّھا دودھ ایک منٹ بھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ پس فرستادہ جماعت کا درماندہ جماعت سے علیحدہ کیا جانا ضروری تھا۔ جس طرح بیمار سے پرہیز نہ ہو تو تندرست بھی ساتھ گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ روحانی بیماروں سے فرستادہ جماعت کو علیحدہ رکھے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جنازہ، شادی، نماز وغیرہ علیحدہ ہو۔

٭..... میرے بھائی میاں شریف احمد نے ایک رؤیا دیکھی جو حضرت صاحب کو سنائی کہ ایک شخص جس کا نام محمد احسن ہے اس کی قبر بازار میں بنی ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس نام کا کوئی شخص مرتد ہو جائے گا۔ گلی میں قبر کے ہونے کی تعبیر مرتد یا منافق ہے۔

٭..... محبت کے لئے ضروری ہے کہ یا تو کسی کا وجود سامنے ہو اور یا اس کی تصویر سامنے ہو۔ مثلاً اسلام نے یہ کہا ہے کہ جب تم شادی کرو تو شکل دیکھ لو اور جہاں شکل دیکھنی مشکل ہو وہاں تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ میری جب شادی ہوئی میری عمر چھوٹی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو لکھا کہ لڑکی کی تصویر بھیج دیں۔ انہوں نے تصویر بھیج دی اور حضورؑ نے تصویر مجھے دے دی۔ مَیں نے جب یہ کہا کہ مجھے یہ لڑکی پسند ہے تب آپؑ نے میری شادی وہاں کی۔ پس بغیر دیکھنے کے محبت ہو کیسے؟ یہ تو ایسی ہی چیز ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے آئے اور تم آنکھوں پر ہاتھ رکھ لو اور پھر کہو کہ خدا تعالیٰ کی محبت ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے۔

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

یعنی کچھ تو ہو۔ اگر محبوب خود سامنے نہیں آتا تو اُس کی آواز تو سنائی دے، اُس کے حسن کی کوئی نشانی تو نظر آئے۔ یہ تصویر ہے خدا تعالیٰ کی ربّ، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین، ستار، قدوس، مومن، مہیمن، سلام، جبار اور قہار اور دوسری صفات الٰہیہ۔ یہ نقشے ہیں جو ذہن میں کھینچے جاتے ہیں۔ جب متواتر ان صفات کو ہم ذہن میں لاتے ہیں اور ان کے معنوں کو ذہن میں بٹھا لیتے ہیں تو کوئی صفت خدا تعالیٰ کا کان بن جاتی ہے۔ کوئی صفت آنکھ بن جاتی ہے۔ کوئی صفت ہاتھ بن جاتی ہے۔ اور کوئی صفت دھڑ بن جاتی ہے۔ اور سب مل کر ایک مکمل تصویر بن جاتی ہے۔

٭..... اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ذات میں کتنا عظیم الشان نشان دکھایا ہے۔ مسجد مبارک کو ہی دیکھو۔ اُس زمانہ کی مسجد میں نماز کے وقت کبھی ایک اور کبھی دو سطریں ہوتی تھیں اور فی قطار غالباً پانچ سات آدمی کھڑے ہوسکتے تھے۔ مجھے یاد ہے جب نمازی بڑھے تو ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ گویا جب پندرھواں یا سولہواں نمازی آیا تو ہم حیران ہوکر کہنے لگے کہ اب تو بہت لوگ نماز میں آتے ہیں۔ صحابہ کا طریق تھا کہ وہ پرانی باتوں کو کبھی عملی رنگ میں قائم کرکے بھی دیکھا کرتے تھے اس لئے تم بھی جاکر دیکھو۔ تیسری سطر قائم ہونے پر ہمیں جو حیرت ہوئی کہ کتنی بڑی کامیابی ہے اس کا قیاس کرو اور پھر سوچو کہ خدا تعالیٰ کے فضل جب نازل ہوں تو کیا سے کیا کردیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے ہمارا ایک کچا کوٹھا ہوتا تھا اور بچپن میں کبھی کھیلنے کے لئے ہم اس پر چڑھ جایا کرتے تھے۔ اس پر چڑھنے کے لئے جن سیڑھیوں پر ہمیں چڑھنا پڑتا تھا وہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکان کے پاس سے چڑھتی تھیں۔ اس وقت ہماری تائی صاحبہ جو بعد میں احمدی بھی ہوگئیں مجھے دیکھ کر کہا کرتی تھیں کہ'' جیہو جیا کاں اوہو جئی کوکو''۔ میں بوجہ اس کے کہ میری والدہ ہندوستانی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ بچپن میں زیادہ علم نہیں ہوتا اس پنجابی فقرہ کے معنے نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جیسا کوّا ہوتا ہے ویسے ہی اس کے بچے ہوتے ہیں۔ کوّے سے مراد (نعوذ باللہ) تمہارے ابا ہیں اور کوکو سے مراد تم ہو۔

مگر پھر میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ وہی تائی صاحبہ اگر میں کبھی ان کے ہاں جاتا تو بہت عزت سے پیش آتیں، میرے لئے گدا بچھاتیں اور احترام سے بٹھاتیں اور ادب سے متوجہ ہوتیں۔ اور اگر میں کہتا کہ آپ کمزور ہیں ضعیف ہیں کوئی تکلیف نہ کریں تو وہ کہتیں کہ آپ تو میرے پیر ہیں۔ گویا وہ زمانہ بھی دیکھا جب میں کوکو تھا اور وہ بھی جب میں پیر بنا۔

ان چیزوں کو دیکھ کر تم سمجھ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ جب دنیا کو بدلنا چاہتا ہے تو کس طرح بدل دیتا ہے۔ پس ان نشانوں کو دیکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو کہ جو تمہیں خدا تعالیٰ کا محبوب بنادے اور تم حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ۔

٭..... ایک دفعہ میدے کی روٹی حضرت عائشہؓ کے سامنے آئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جَو کی روٹی کھاتے تھے اور چکیاں اور چھلنیاں اس وقت نہ تھیں۔ جَو کی روٹی بے چھنے آٹے کی ہم پکا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے اور آپ کھا لیتے۔ اب اس میدہ کی روٹی کو دیکھ کر اور اُس حالت کو یاد کر کے یہ میرے گلے میں پھنستی ہے۔

مجھے بھی وہ نظارہ یاد آ گیا جب بیس سال پہلے چھوٹی مسجد جس میں چند آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ وہاں حضرت صاحب بیٹھے تھے، مینارہ کے بنانے کی تجویز درپیش تھی اور دس ہزار کا حضرت صاحب نے تخمینہ لگایا تھا تا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی کی تھی وہ اپنے ظاہری لفظوں کے لحاظ سے بھی پوری کردی جائے۔ سوال یہ تھا کہ دس ہزار روپیہ کہاں سے آئے کیونکہ اس وقت جماعت کی حالت زیادہ کمزور تھی۔ اس کے لئے دس ہزار کو سو سو روپیہ کے حصوں پر تقسیم کیا گیا اور اس فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگوں پر بھی سو روپیہ لگایا گیا جن کی حیثیت سو روپیہ ادا کرنے کی نہ تھی۔ اور اس وقت گویا دس ہزار روپیہ کا جمع کرنا ایک امر محال تھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیا۔ چنانچہ منشی شادی خان صاحب نے اپنا تمام گھر کا سامان بیچ کر تین سو روپیہ پیش کر دیا اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ شادی خان صاحب سیالکوٹی نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابوبکرؓ

نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ جب میاں شادی خان نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں موجود تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت صاحب کے حضور پیش کر دی۔ مگر باوجود اتنی کوششوں کے یہ روپیہ پورا نہ ہوا۔

حضرت اقدسؑ نے سیالکوٹ سے میر حسام الدین صاحب کو جو میر حامد شاہ صاحب کے والد تھے بلایا کیونکہ اُن کو عمارت کا مذاق تھا۔ حضورؑ فرماتے تھے اسی روپیہ میں کام کرو۔ میر صاحب بلند آواز کے آدمی تھے اور آپؑ کے بچپن کے دوست تھے بعض اوقات لڑ بھی پڑتے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت! آپ مجھ سے وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو ممکن نہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا اچھا میر صاحب آپ بتلائیں کہ آپ کے اندازہ میں کتنا روپیہ درکار ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پچیس ہزار۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ آپ کے اتنے بڑے اندازہ کے تو یہ معنے ہوئے کہ کام کو روک دیا جائے۔

اِس وقت بہت سے لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ اگر ہم ہوتے تو پچیس ہزار کیا بات تھی، فوراً مہیا کر دیا جاتا۔ مگر جب تو یہ حالت تھی کہ پچیس ہزار کا نام سن کر کہہ دیا جاتا تھا کہ کام کو روک دینا چاہئے۔

❁..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مینارۃ المسیح کے متعلق اعلان کیا تھا کہ جو سو روپیہ دے گا اس کا نام مینارہ پر لکھا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نام لکھا جانا بھی بڑی بات ہے تا کہ اگلی نسلیں ان کے نام یاد رکھیں۔

❁..... مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا میں جب انگلستان میں گیا تو وہاں ایک بوڑھا انگریز نَومسلم تھا اسے علم تھا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا اور خلیفہ ہوں مگر پھر بھی وہ نہایت محبت و اخلاص سے کہنے لگا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں آپ ٹھیک جواب دیں گے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا کیا حضرت مسیح موعود نبی تھے؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے کہا اچھا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر کہنے لگا آپ قسم کھا کر بتائیں کہ آپ نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا نہیں میرے سوال کا جواب دیں کہ ان کو دیکھا؟ میں نے کہا ہاں دیکھا ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ اچھا میرے ساتھ مصافحہ کریں اور پھر کہا کہ مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی کہ میں نے اس ہاتھ کو چھوا جس نے مسیح موعود کے ہاتھوں کو چھوا تھا۔ ..... اُسے رؤیا اور کشوف بھی ہوتے تھے اور وہ اس پر فخر کرتا تھا کہ اسلام لانے کے بعد اسے یہ انعام ملا ہے۔ مجھے اس خیال سے گھبراہٹ ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں انسان جو چین، جاپان، روس، امریکہ، افریقہ اور دنیا کے تمام گوشوں میں آباد ہیں اور جن کے اندر نیکی اور تقویٰ ہے ان کے دلوں میں خدا کی محبت ہے مگر ان کو ابھی وہ نور نہیں ملا کہ ہم ان تک حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچائیں اور وہ خوشی سے اُچھلیں اور کہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود دکھلاؤ اور جب ہم کہیں کہ وہ فوت ہو گئے تو وہ پوچھیں کہ اچھا ان کے شاگرد کہاں ہیں؟ تو ہم انہیں کہیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے۔ احمدیوں کا یہ جواب سن کر وہ لوگ کیا کہیں گے کہ ان نالائقوں نے ہم تک پیغام پہنچانے میں کس قدر دیر کی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کپڑوں میں برکت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس میں بتایا ہے کہ جب انسان نہ ملیں گے تو لوگ کپڑوں سے ہی برکت ڈھونڈیں گے ورنہ وہ کپڑا جو جسم کو لگا اُس ہاتھ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں گیا اور آپؑ سے نور اور برکت لی اور آپؑ کے نور میں اتنا ڈوبا کہ خود نور بن گیا۔ کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے سے مراد تو حالتِ تنزّل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگ آپؑ سے ملنے والوں کو ڈھونڈیں گے اور جب کوئی نہ ملے گا تو کہیں گے اچھا کپڑے ہی سہی۔

❁..... میں نے تاریخ میں یہ مثال کہیں بھی نہیں دیکھی کہ ایک نوجوان نے اپنی نوجوانی میں ایک چھتہ قائم رکھا ہو اور پھر اسے بڑھاپے میں بھی اسے قائم رکھنے کی توفیق ملی ہو۔ جب میں صرف 25 سال کی عمر کا تھا اور دشمن نے ہمارا چھتہ اجاڑنے کی کوشش کی۔ غرض ایک شخص سے جوانی میں بھی یہ کام لیا گیا ہو اَور بڑھاپے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک حالت میں اس سے وہی کام لیا گیا ہو اور اس نے جماعت کو پھر اکٹھا کر دیا ہو اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ ہمیں غیر مبائع کہا کرتے تھے کہ قادیان میں ہونے کی وجہ سے ان کو یہ قبولیت حاصل ہے اور لوگ ان کی طرف اس لئے آتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ مرکز ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں وہاں سے نکال دیا اور مخالف کو یہ دیکھنے کا موقعہ ملا کہ قادیان سے نکلنے کے بعد بھی مخالف ہماری طاقت کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ ہم قادیان سے نکل کر بھی کمزور نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہم ایک ایک دو دو مبلغوں کی دعوتیں کرتے تھے اور اب ہم درجنوں کی دعوتیں کرتے ہیں کیونکہ اب مبلغوں کے رسالے باہر جانے شروع ہو گئے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب ایک ہی دفعہ مبلغوں کی بٹالین باہر جائیں گی۔ وہ دن دُور نہیں جب مبلغوں کے بریگیڈ باہر جائیں۔ وہ دن دور نہیں جب مبلغوں کے ڈویژن تبلیغ اسلام کے لئے باہر جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

❁..... حضرت صاحب نے آئندہ کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے کہ آئندہ آپؑ ہی کا سلسلہ رہ جائے گا اور باقی فرقے بالکل کم تعداد اور کم حیثیت رہ جائیں گے اور ہم اس کے آثار دیکھ رہے ہیں اور اس کا کچھ اور حصہ ہم اپنی زندگی میں دیکھیں گے۔ ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان کی کثرت کو قلّت سے بدل دیا جائے گا اور ان کی کثرت چھین کر خدا کے پیارے کو دی جائے گی اور وہ قلّت جو آج ہمارے لئے قابلِ ذلّت خیال کی جاتی ہے کل ان کو ذلیل کرے گی۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں زمانہ ختم نہیں ہوگا اور قیامت نہیں آئے گی جب تک حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ساری دنیا پر نہ پھیل جائیں۔ یہ تو عام پیشگوئی ہے لیکن ایک ملک کے متعلق ایک خاص پیشگوئی بھی ہے جو میں سناتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ زار روس کا عصا مجھے دیا گیا اور امیر بخارا کی کمان آپ کو ملی۔ پس ہم امید کرتے ہیں کہ روس کی حکومت عنقریب احمدی ہو گی۔ زار کی سلطنت مٹ چکی ہے، عصا زار روس سے چھینا جا چکا ہے اور آدھا حصہ پیشگوئی کا پورا ہو چکا ہے مگر اب دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ پورا ہوگا اور دنیا اپنی آنکھوں سے خدا کے مقدس کی صداقت کو دیکھ لے گی۔

❁..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب 1908ء میں انتقال ہوا تو اُس وقت میری عمر صرف بیس سال کے قریب تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ جماعت کے بعض دوستوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور ان کی زبانوں سے اس قسم کے الفاظ نکلے کہ ابھی تو بعض پیشگوئیاں پوری ہونے والی تھیں۔ مگر آپؑ کی تو وفات ہو گئی ہے اب ہمارے سلسلہ کا کیا بنے گا؟

جب میں نے یہ الفاظ سنے تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک جوش پیدا کیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے اسی کی قسم کھا کر یہ عہد کیا کہ اے میرے ربّ! اگر ساری جماعت بھی اِس ابتلا کی وجہ سے کسی فتنہ میں پڑ جائے تب بھی میں اکیلا اس پیغام کو جو تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ بھیجا ہے دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا اور اس وقت تک چین نہیں لوں گا جب تک کہ مَیں ساری دنیا تک احمدیت کی آواز نہ پہنچا دوں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے آپ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی تمام زندگی وقف کر دی جس کا نتیجہ آج ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں ہمارے مشن قائم ہو چکے ہیں اور ہزار ہا لوگ جو اس سے پہلے شرک میں مبتلا تھے یا عیسائیت کا شکار ہو چکے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے لگ گئے ہیں۔ لیکن ان تمام نتائج کے باوجود یہ حقیقت ہمیں کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ دنیا کی اس وقت اڑھائی ارب کے قریب آبادی ہے اور ان سب کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانا اور انہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں شامل کرنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔ پس ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ اتنے اہم کام میں اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید و نصرت کے سوا ہماری کامیابی کی کوئی صورت نہیں۔

❁.....❁.....❁.....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو

جماعت احمدیہ امریکہ کے اردو ماہنامہ ’’النور‘‘ مئی 2010ء میں مکرم بشیر احمد ملک صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے فوٹو کے بارہ میں ایک تحقیقی مضمون شائع ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ میں اشاعت کے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ فرمایا جس کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کو کرنا تھا۔ تجویز ہوئی کہ یورپ میں چونکہ قیافہ شناسی کا علم اتنا ترقی کر چکا ہے کہ لوگ محض تصویر کے خدّ و خال دیکھ کر صاحبِ تصویر کے اخلاق کا پتہ چلا لیتے ہیں لہٰذا اس کتاب کے ساتھ مصنّف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔ محض یہ تبلیغی اور دینی ضرورت تھی جس کی بناء پر حضور نے اپنا فوٹو اتروایا۔ خود فرماتے ہیں: ’’میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے۔ اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے۔ اور مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آجکل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اول خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر کو دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔‘‘

چنانچہ میاں معراج دین صاحب عمر لاہور سے ایک فوٹو گرافر لائے (محمد کاظم فوٹو گرافر۔ انارکلی لاہور) جس نے حضور کے تین فوٹو کھینچے۔ دو صحابہ کے گروپ میں اور ایک پورے قد کا علیحدہ۔ دوسرے گروپ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلے گروپ کے صحابہ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؑ کی عادت غضِّ بصر کی تھی۔ فوٹو گرافر بار بار عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر دیکھیں ورنہ فوٹو اچھی نہیں آئے گی۔ اس کے اصرار پر حضور نے ایک مرتبہ تکلیف کے ساتھ کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر نیم بند ہو گئیں۔ فوٹو گرافر نے حضور سے لباس اور نشست کے متعلق بھی معروضات کیں مگر حضور نے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھنچوایا اور یہی رنگ تصویر میں بھی جلوہ گر ہے۔

بعد ازاں میاں معراج دین صاحب عمر نے ان فوٹوؤں کی طباعت کا انتظام کر کے 10 اگست 1899ء کو بذریعہ الحکم ان کی اشاعت کا باقاعدہ اعلان شائع کر دیا۔ یہ فوٹو جو زمانۂ ماموریت کا پہلا پورے قد کا فوٹو ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی کتاب ذکرِ حبیب میں بھی شائع شدہ ہے۔

زمانہ ماموریت کی قید اس لئے لگائی ہے کہ حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ 1864-1868ء کے دَور کا ایک فوٹو بھی دریافت ہوا ہے۔ اس فوٹو کو دیکھنے والے احمدی دوست محمد فریدون خان ولد رحمت اللہ خان ساکن شیخ البانڈی تحصیل ایبٹ آباد ہیڈ کلرک محکمہ امداد باہمی کا حلفیہ بیان ہے کہ 58-1959ء کا ذکر ہے کہ میں خان محمد اصغر خان صاحب قریشی اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز ہزارہ کے ہمراہ بحیثیت کیمپ کلرک دورہ پر موضع نگری ٹوٹیاں تحصیل ایبٹ آباد برائے معائنہ انجمن امداد باہمی گیا۔ دوران گفتگو ہمارے میزبان سردار عنایت الرحمٰن صاحب کو معلوم ہوا کہ میں جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس مرزا صاحب کا ایک فوٹو ہے جو ان کے زمانۂ ملازمت سیالکوٹ کا ہے۔ وہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ چنانچہ بموجودگی خان محمد اصغر خان صاحب سردار صاحب مذکور ایک گروپ فوٹو لے آئے جو فریم میں نہیں تھا بلکہ ایک گتے پر چسپاں تھا میں نے ان کے بتائے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک پہچان لی۔ حضرت اقدس کھڑے تھے اور دائیں طرف سے تیسرے چوتھے نمبر پر تھے۔ اس فوٹو کا سائز فُل سکیپ کے قریباً دو تہائی کے برابر تھا۔ یہ ایک گروپ فوٹو تھا۔ آگے کرسیوں پر کئی اصحاب بیٹھے تھے جن میں ایک انگریز بھی تھا۔ فوٹو کا رنگ پیازی تھا اور نقوش نہایت واضح تھے۔ میں نے سردار صاحب مذکور سے درخواست کی کہ یہ فوٹو چند دن کے لئے مجھے عنایت فرما دیں تا کہ میں اس کی نقول کروا کر اصل کاپی آپ کو واپس کر دوں۔ مگر سردار صاحب نے مجھے ٹال دیا۔ اس کے بعد مجھے وہ کئی دفعہ ملے اور میں اس کے لئے ان سے کہتا رہا چنانچہ ایبٹ آباد میں انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں فوٹو دے دوں گا۔ مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم مورخ تاریخ احمدیت کا بیان ہے کہ ’’25 جنوری 1961 کو محمد فریدون خان صاحب اور خاکسار دونوں نے سردار صاحب سے ان کی رہائش گاہ واقع مری روڈ، راولپنڈی پر ملاقات کی جس پر انہوں نے مئی 1961ء میں فوٹو دکھانے کا وعدہ کیا مگر جب میں دوبارہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر دکھانے سے معذرت کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم تاریخی یادگار کے برآمد ہونے کی کوئی غیبی صورت پیدا کر دے۔‘‘

ابتدائی فوٹوؤں کے بعد حضرت اقدس کے اور بھی متعدد فوٹو لئے گئے جن کی معیّن تعداد کا بتانا مشکل

ہے البتہ سلسلہ کے لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگلے ہی سال ''خطبہ الہامیہ'' کے موقع پر 11 اپریل 1900 کو بوقتِ عصر مسجد اقصیٰ میں ایک فوٹو لیا گیا۔ یہ فوٹو ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے لیا تھا۔

17 نومبر 1900ء کو ایک یورپین سیاح ٹی ڈکسن (T. Dixen) نے حضورؑ کے 3 فوٹو لئے جس میں سے دو تو خدام کے ساتھ تھے اور ایک فوٹو صرف حضورؑ کا تھا۔ 1902ء میں حضورؑ کا ایک پورے قد کا فوٹو ریویو آف ریلیجنز انگریزی کے صفحہ 423 پر شائع ہوا۔ حضورؑ کا ایک فوٹو سیالکوٹ کے اصحاب کے ساتھ 1904 میں کھینچا گیا۔ ایک اور گروپ فوٹو بھی لیا گیا جس میں ایک طرف ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی اور دوسری طرف ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ ان کے علاوہ ایک فوٹو ایسا بھی ملتا ہے جس میں حضورؑ کے ساتھ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کھڑے ہیں۔ قادیان میں حضرت اقدسؑ کے فوٹو اکثر و بیشتر مسجد اقصیٰ میں لئے گئے ہیں۔ مگر بعض مدرسہ تعلیم الاسلام یا نواب محمد علی خان صاحب کے مکان اندرون شہر میں بھی کھینچے گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کی ''ریویو آف ریلیجنز'' انگریزی 1902ء تا 1905ء کے ذریعہ سے جب مغربی ممالک میں اشاعت ہوئی تو حضورؑ کی خدمت میں کئی لوگوں کی چٹھیاں آئیں کہ ہم نے آپ کی فوٹو غور سے دیکھی ہے۔ علم فراست کی رُو سے ہمیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس کی یہ فوٹو ہے وہ ہرگز کاذب نہیں۔ ایک امریکی خاتون نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے یہ فوٹو دیکھتی رہوں۔ یہ تو بالکل یسوع مسیح کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور قیافہ شناس لیڈی نے کہا کہ ''یہ نبیوں کی سی صورت ہے'' بعض بڑے بڑے لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا He is a great thinker. یعنی یہ ایک عظیم مفکر ہے۔ علم قیافہ کے ایک اور انگریز ماہر کے سامنے جب حضور کی فوٹو رکھی گئی تو وہ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ ''کسی اسرائیلی پیغمبر کی فوٹو ہے''۔ ایک دوسرے انگریز نجومی نے بھی یہی کہا کہ ''یہ تو خدا کے کسی نبی کی ہے''۔

بقیہ: پارلیمنٹ ہاؤس میں تقریب از صفحہ 40

انعقاد کرنا ہمارے لیے ایک اعزاز کی بات ہے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح ادراک ہے کہ عزت مآب حضرت مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ) اور افرادِ جماعتِ احمدیہ قیامِ امن کے لیے گرانقدر خدمات بجالا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ممبرانِ پارلیمنٹ صحت مند معاشرے کی تعمیر میں جماعت احمدیہ کے بھرپور اور مثبت کردار کو سراہتے ہوئے شکریہ کے جذبات لیے یہاں موجود ہیں۔''

❁ عزت مآب جناب نِک کلیگ (نائب وزیراعظم) نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''احمدیہ مسلم جماعت نہایت محنت اور مستقل مزاجی سے ایک نظام کے تحت دنیا بھر میں بسنے والے کروڑوں افراد میں لازوال اقدار اور روایات کو راسخ کر چکی ہے اور ان میں قیامِ امن، باہمی اخوت و محبت نیز رواداری، باہمی حوصلہ اور برداشت سے رہنے کی عادت ڈالنا قابلِ قدر ہے۔ یہ تعلیم جہاں زمانی، وقتی اور قومی لحاظ سے اہم ہے وہاں عالمگیر نوعیت کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ غایت درجہ تک قابلِ عمل اور پرشوکت بھی ہے۔ ہم سب بلاتفریق سیاست و مذہب جماعت احمدیہ انگلستان کی صد سالہ جوبلی کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہم سب جماعتِ احمدیہ کی امن، محبت اور باہمی امن و آشتی کے اصول کو معاشرہ کی بنیاد بنانے کی تعلیم کو حد درجہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس پیغام کو نہایت خاموشی، استقلال اور وقار کے ساتھ دنیا بھر میں روشناس کرواتے چلے آرہے ہیں۔''

❁ عزت مآب جناب ڈگلس الیگزینڈر (shadow وزیر خارجہ) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:

''عصر حاضر میں جس قدر متنوع قسم کے مسائل اور مختلف مشکلات درپیش ہیں تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ باہمی پیار محبت اور امن سے رہنے کے سبق کی شاید آج سے زیادہ کسی بھی دور میں ضرورت نہ تھی۔ میں آنحترم (حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ) کی قیادت میں جماعتِ احمدیہ کے نہ صرف اپنے لوگوں میں بلکہ پوری دنیا میں امن کے قیام کے لیے کیے جانے والے اقدامات، معاشرے پر ان کے واضح اور مثبت اثرات اور اس بارہ میں مستقل مزاجی کو سب کے سامنے سلام پیش کرتا ہوں۔ یقیناً آپ لوگ تحمل، باہمی رواداری اور امن کے قیام کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ 'محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں' ایک ایسا فلسفہ ہے جس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ آنے والے وقت میں ہمیں اس تعلیم سے بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔''

❁ برطانیہ کی وزیر داخلہ آنریبل تھریسامے نے کہا:

''عزت مآب (حضرت مرزا مسرور احمد صاحب) نے اپنے کردار و گفتار سے اس امر پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ شدت پسندوں کو ان کے مذموم نظریات سے باز رکھنے کا واحد اور مؤثر ذریعہ پُرامن گفت و شنید ہی ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جسے آپ دنیا بھر میں پھیلا رہے ہیں اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس پیغام کو ہمہ تن گوش ہو کر سنیں اور اس پر غور کریں۔''

انہوں نے مزید کہا کہ'' مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ آپ لوگوں کو بطور جماعت بالخصوص پاکستان میں شدّت پسندی کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ وہاں احمدیوں کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جرم شمار ہوتا ہے اور اس ملک میں آپ لوگوں پر ہولناک حملے بھی ہو چکے ہیں۔ دنیا میں جہاں بھی شدت پسندی موجود ہے، چاہے وہ کسی بھی صورت میں ہو، مَیں اس کو دور کرنے کے لیے ہر ممکنہ قدم اٹھانے کے لیے پرعزم ہوں۔

مجھے اس امر میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ آج سے مزید ایک سو سال بعد بھی ایک اَور گروہ انگلستان میں احمدیہ مسلم جماعت کے قیام پر دو سو سال مکمل ہونے کی خوشی میں جشن منا رہا ہوگا۔ میں برطانوی معاشرہ کی بہتری کے لیے آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ) کی کاوشوں پر آپ کی شکرگزار ہوں بلکہ یہ ایسا کام ہے جو آپ بلاامتیاز دنیا بھر میں کر رہے ہیں۔''

اس کے بعد سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تقریب میں خطاب فرمایا۔ آپ کے اس پُرشوکت اور حکمت و معانی سے بھرپور خطاب کا اردو مفہوم قارئین الفضل کے لئے درج ذیل ہے:

حضور انور کا خطاب

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام معزز مہمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے تو مَیں ان دوستوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے جماعت احمدیہ انگلستان کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر برطانوی پارلیمنٹ میں اس تقریب کا انعقاد کیا تا وہ ہم سے اپنی دوستی اور اچھے تعلقات کا اظہار کر سکیں۔ اسی طرح مَیں تمام مہمانوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی شمولیت اس تقریب کو کامیاب اور قابل ذکر بنا رہی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ ایک بڑی تعداد دیگر اجلاسات اور اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر میری باتیں سننے کے لئے یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔

آپ لوگوں کے اس طرزِ عمل پر مَیں اپنے شکریہ کے جذبات کے اظہار کے علاوہ یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ میں امید رکھتا ہوں اور میری خلوص دل سے یہ دعا بھی ہے کہ غیر معمولی آب و تاب کی مظہر اس خوبصورت عمارت کے احاطہ میں مصروف عمل تمام تر حکومتی شعبہ جات اور ان میں خدمات بجالانے والے افراد اس ملک اور اس میں بسنے والے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کماحقہ کام کرتے رہیں۔

اسی طرح میری دعا اور خواہش ہے کہ آپ لوگ دیگر اقوام عالم سے بہتر تعلقات کے لیے بھی ہر ممکنہ کوشش کریں۔ نیز آپ لوگوں کو انصاف پر قائم رہتے ہوئے سب کے لئے خیر کا موجب بننے والے فیصلے کرنے کی توفیق ملتی رہے۔ یقین رکھیں کہ اگر یہ لائحہ عمل اپنایا گیا تو یقیناً اس کے نتائج بہت عمدہ ہوں گے جن سے بین الاقوامی محبت و اخوت اور بھائی چارہ کے جذبات کو فروغ حاصل ہوگا اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر یہ دنیا امن اور ترقی کے قائم ہونے سے حقیقی جنت کا نظارہ پیش کرنے لگے گی۔

میری ان دعاؤں اور تمناؤں میں تمام احمدی مسلمان بھی شریک ہیں کیونکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اپنے وطن سے سچی محبت کرنا اور پھر تمام انسانیت کی خیرخواہی کرنا ہر مومن پر لازم ہے۔ یقیناً ہر احمدی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اپنے ملک کی محبت اس کے ایمان کا جزو لازم ہے کیونکہ بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پرزور انداز میں یہ حکم دیا اور اس تعلیم کو عام کیا۔

پس میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ ہر احمدی مسلمان جو برطانوی شہری ہے، خواہ وہ یہاں پیدا ہوا ہے یا کسی دوسرے ملک سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوا ہے وہ اس ملک کا مکمل وفادار ہے اور اس ملک سے سچی محبت رکھتا ہے اور وہ اس عظیم قوم کی ترقی اور خوشحالی کا خواہاں ہے۔

انگلستان میں غیر قوموں کے افراد کی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے اور بہت سے اندازوں کے مطابق یہ لوگ ملک کی کل آبادی کا پندرہ فیصد بنتے ہیں۔ یہاں میں برطانوی قوم کی وسعت حوصلگی اور عظیم خصوصیات کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جس طرح انہوں نے ہجرت کر کے آنے والوں کا کھلی بانہوں سے استقبال کیا اور نو واردین کی برطانوی معاشرے کا فعال حصہ بننے میں مدد کی۔ اس لحاظ سے یہاں آکر آباد ہونے والوں کی بھی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس ملک میں اپنا وفادار شہری ہونا ثابت کریں اور بدانتظامی و کشمکش دور کرنے کی حکومتی کوششوں کی پرزور حمایت جاری رکھیں۔ اور جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے تو اس کے ممبران دنیا کے جس میں ملک میں بھی رہتے ہیں وہ وہاں انہی اصولوں پر کاربند رہتے ہیں۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہم اِن دنوں جماعت احمدیہ انگلستان کی صد سالہ تقریبات منا رہے ہیں **اور گزشتہ سو سال اس امر پر گواہ ہیں کہ احباب جماعت نے ہمیشہ اپنے ملک سے وفاداری کے تقاضے نبھائے ہیں اور ہر طرح کی دہشتگردی، بغاوت اور بدامنی سے اپنا دامن بچا کر رکھا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ احمدی احباب جماعت کی اس وفاشعاری اور پرخلوص طرزِ عمل کی واحد وجہ یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ مسلمہ حقیقی طور پر اسلامی احکامات پر عمل پیرا جماعت ہے۔ ہماری جماعت دین اسلام کی پُرامن تعلیم کو دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے میں یکتائے روزگار ہے اور**

ہم مسلسل کوشاں ہیں کہ دنیا ان سچی تعلیمات کو حقیقی اسلام کے طور پر قبول کرلے۔

چند تعارفی کلمات کے بعد اب میں پھر اپنے خطاب کے مرکزی مضمون کی طرف آتا ہوں۔ **ہماری جماعت امن وامان، مفاہمت اور ہم آہنگی کے قیام اور پھیلاؤ میں امتیازی مقام رکھتی ہے** اور ہمارا تو نعرہ ہی ''محبت سب کے لئے ،نفرت کسی سے نہیں'' ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے غیر مسلم جو ہمیں جانتے ہیں بلکہ ہم سے قریبی تعلق رکھنے والے ہیں وہ بہت حیران ہوتے ہیں کہ احمدیہ مسلم جماعت اس امن اور بھائی چارے کے پیغام کا استنباط اسلامی تعلیم سے کرتی ہے۔ ان کی حیرت اور استعجاب اس بنا پر ہے کہ دیگر بہت سے نام نہاد مسلمان علماء اور تنظیموں کا قول وفعل اس کے بالکل برعکس ہے اور یہ لوگ بالکل مختلف پیغام پھیلا رہے ہیں۔ اس اختلاف کی وضاحت کرنے کے لئے میں کہوں گا کہ **ہم احمدی مسلمان اس زمانہ میں تلوار کے ساتھ خونی جہاد کے نظریہ کو سراسر غلط مانتے ہیں اور یہ تصور ہے بھی غلط**، جبکہ بعض دوسرے مسلمان علماء نہ صرف اس کا پرچار کرتے ہیں بلکہ عملی طور پر ایسا کر بھی رہے ہیں۔ اور اس غلط نظریہ نے دنیا کے مختلف خطوں میں آباد مسلمانوں میں نہتا پسند اور دہشت گرد تنظیموں کو جنم دیا ہے۔

یہ بات اب صرف چند تنظیموں تک نہیں رہی بلکہ بعض دفعہ انفرادی طور پر بھی بعض لوگ اٹھ کر ان غلط نظریات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ناواجب افعال کر بیٹھتے ہیں۔ جس کی تازہ مثال لندن کی گلیوں میں ایک معصوم برطانوی فوجی کی دردناک ہلاکت کا واقعہ ہے۔ اس حملہ کا اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اسلامی تعلیم تو ایسے افعال کی سختی سے مذمت کرتی ہے۔ دراصل ایسی مذموم وارداتیں ہی حقیقی اسلامی تعلیم اور کج رو خیالات کے درمیان حدّ فاصل ظاہر کرنے والی ہیں اور یہ کج روی ہی بعض نام نہاد مسلمانوں سے ایسے گھناؤنے افعال کرواتی ہے جو دراصل ان کے اپنے ہی مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر مَیں یہ کہوں گا کہ یہاں کے بعض مقامی گروہوں کا ردعمل بھی درست نہ تھا، یاد رہے کہ ایسا طرز عمل معاشرے کا سکون غارت کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔

ہمارے عقائد اور حقیقی اسلامی تعلیمات میں کوئی بھی تناقض نہ ہونے کے متعدد دلائل ہیں۔ مثلاً تلوار اور طاقت کے استعمال کی صرف وہاں اجازت ہے جہاں اسلام کے خلاف مذہبی جنگ کا آغاز ہو چکا ہو۔ جبکہ عصر حاضر میں کسی بھی ملک یا مذہب کی طرف سے اسلام پر محض مذہب کی بنا پر جنگ یا حملہ نہیں ہو رہا ہے۔ پس کسی بھی مسلمان کے لئے قرین انصاف نہیں ہے کہ وہ کسی فریق پر مذہب کا نام لے کر حملہ کردے کیونکہ اس کا یہ فعل اسلامی تعلیم کی کھلم کھلا خلاف ورزی ٹھہرے گا۔

قرآن کریم صرف ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے جو جنگ کا آغاز کرنے والے ہیں اور اسلام کے خلاف تلوار اٹھاتے ہیں اور اس اجازت میں بھی اہم ترین امر یہ ہے کہ اس دوران بھی اگر کوئی شہری اپنے ملک یا ہم وطنوں کو نقصان پہنچا رہا ہے تو وہ اسلامی تعلیم کی خلاف ورزی کرنے والا ٹھہرے گا۔ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو کسی معصوم کا خون بہاتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے قاتلوں کو ناقص الایمان اور گنہگار قرار دیا ہے۔

اب میں بعض اور پہلوؤں کا ذکر کرتا ہوں جو اس بات کو خوب واضح کردیں گے کہ اسلام کی تعلیم کتنی روشن اور خالص واقع ہوئی ہے اور میں واضح کروں گا کہ **بعض نام نہاد مسلمان گروہ اسلام کا جو چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ کسی بھی صورت میں حقیقی اسلامی تعلیم نہیں ہے** اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ اپنے ذاتی مفادات کی تکمیل کی خاطر اسلام کا نام استعمال کرتے ہوئے اپنی قابل نفرت کارروائیاں کر رہے ہیں۔

اسلام تو مذہبی رواداری پر اتنا زور دیتا ہے کہ اس کی مثال تلاش کرنا مشکل ہے جبکہ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جب تک وہ دوسرے مذاہب کو جھوٹا ثابت نہ کرلیں ان کا اپنا دین سچا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اس کے مقابل پر اسلام کہتا ہے کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے جو تمام بنی نوع انسان کے واسطے ہے اور خدا تعالیٰ نے دنیا کی تمام قوموں اور نسلوں کے لئے اپنے انبیاء مبعوث فرمائے۔ یہ حقیقت قرآن کریم میں واضح الفاظ میں درج ہے اور تمام انبیاء

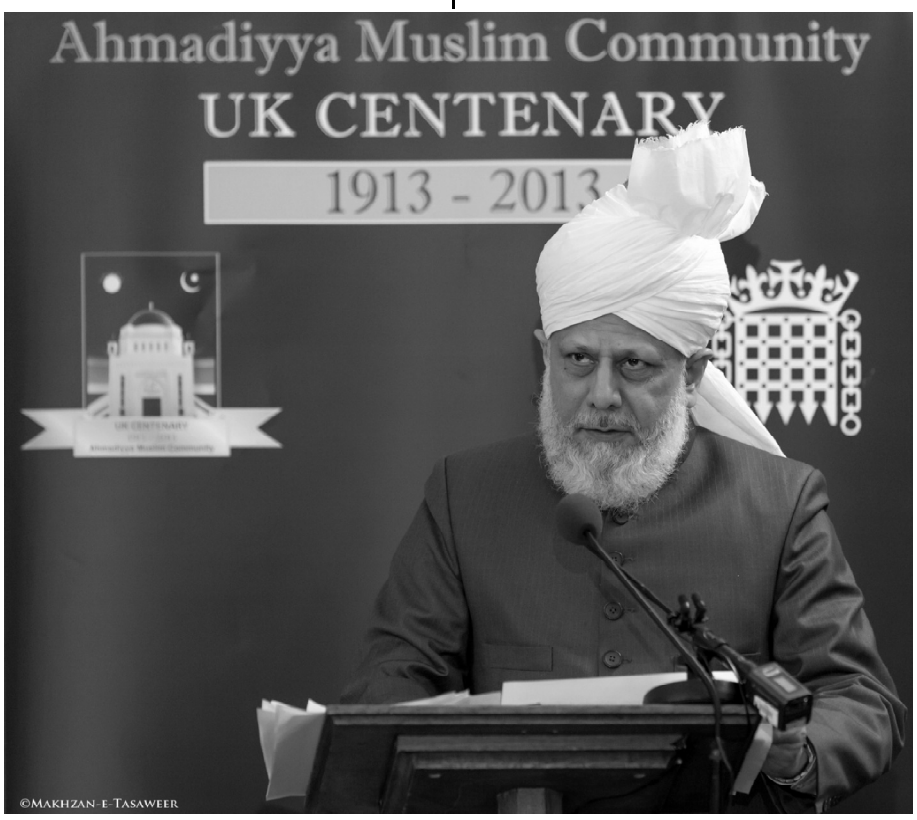

اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اور اخوت کا پیغام لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ ان سب نبیوں پر ایمان لانا ہر حقیقی مسلمان پر فرض ہے۔ پس آج کوئی بھی اسلام کی طرح دیگر مذاہب اور غیر اقوام کی کھلے دل سے سرعام تعریف نہیں کر رہا کیونکہ حقیقی مسلمان مختلف اقوام اور علاقوں کی طرف مبعوث ہونے والے انبیاء کو کبھی بھی جھوٹا قرار نہیں دیتا۔ اسی لئے کوئی مسلمان اللہ کے کسی بھی نبی کی بے عزتی کرنا، ان سے تمسخر کرنا یا ان کی توہین کا تصور بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے جذبات کو مجروح کرسکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض غیر مسلموں کا طرز عمل اس کے برعکس نظر آتا ہے اور ایسے لوگ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تمسخر کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس طرح یہ لوگ مسلمانوں کے جذبات کو بھی مجروح کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ہم اپنے عقائد کی بنا پر سچے دل سے مذہبی رواداری اور باہمی ہم آہنگی کے خواہاں ہیں۔ مگر بدقسمتی سے بعض مخصوص عناصر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں تو بعض مسلمان بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشتعال میں آکر سراسر غلط اقدام کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ردعمل اور افعال کا اسلام کی حقیقی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی احمدی مسلمان خواہ اس کو کتنا ہی مشتعل کیا جائے، کبھی بھی منفی طور پر اپنا ردعمل ظاہر نہیں کرتا۔

بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے انتہا پسندی کی تعلیم دی ہے اور اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے طاقت کے استعمال کو پروان چڑھایا ہے۔ اس الزام کا تجزیہ کرنے اور حقیقت کی تلاش کے لئے ہم قرآن کریم کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اور اگر اللہ (ہدایت کے معاملہ میں) اپنی (ہی) مشیّت کو نافذ کرتا تو (جس قدر) لوگ زمین پر موجود ہیں وہ سب کے سب ایمان لے آتے، (پس جب خدا بھی مجبور نہیں کرتا) تو کیا تُو لوگوں کو (اتنا) مجبور کرے گا کہ مومن بن جائیں۔'' (سورۃ یونس: آیت نمبر 100)۔ یہ آیت کھول کر بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے، اگر چاہتا تو سب لوگوں کو زبردستی ایک ہی دین پر قائم کردیتا لیکن اس نے بنی نوع انسان کو اختیار بخشا ہے کہ وہ چاہیں تو ایمان لے آئیں اور چاہیں تو نہ ایمان لائیں۔

اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو اختیار کی آزادی عنایت کر رکھی ہے تو کس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کا کوئی پیروکار لوگوں کو زبردستی مسلمان بنا سکتا ہے؟

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے: ''اور (لوگوں کو) کہہ دے (کہ) یہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے ہی (نازل ہوئی) ہے۔ پس جو چاہے (اس پر) ایمان لائے اور جو چاہے (اس کا) انکار کر دے۔'' (سورۃ الکہف: آیت نمبر 30)۔ یہ ہے اسلام کی حقیقت اور اس کی حقیقی تعلیم۔ اب اگر کسی انسان کا دل چاہے تو وہ اسلام قبول کرنے میں آزاد ہے اور اگر دل نہ قبول کرے تو وہ اسلام کو رد کرنے میں بھی آزاد ہے۔ پس اسلام جبر اور انتہا پسندی کے انتہائی خلاف ہے اور معاشرے کے ہر طبقہ میں امن وآشتی کا داعی ہے۔

جب اسلام کا نام ہی امن سے رہنا اور دوسروں کو امن فراہم کرنا ہے تو کس طرح یہ مذہب تشدد اور جبر سکھانے والا کہلا سکتا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود ہمارے مذہبی جذبات پر طعن وتشنیع کے تیر چلائے جاتے ہیں جن سے ہمارے سینے چھلنی ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کہا جانے والا ہر نامناسب جملہ ہمارے سینوں کو چیرتا ہوا ہمارے دلوں کو خون کے آنسو رُلاتا ہے۔ حالانکہ یہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے ہمارے دلوں میں خدا کی محبت اور اس کی مخلوق کے لئے شفقت کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود باجود تھا جس نے ہمارے اندر تمام بنی نوع انسان اور تمام مذاہب کے واسطے محبت اور احترام کے بیج بوئے۔

اسلامی تعلیم کے پُرامن ہونے کا سب بڑا ثبوت تو معاندین کا وہ رویہ ہے جب بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تبلیغ کی اور انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا تو مخالفین خود اقراری تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ اسلام ظلم وگناہ کے افعال کی طرف دعوت نہ تھی بلکہ اس کے برعکس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے کی صورت میں مخالفین کی اپنی دولت اور جاہ وحشمت ہی ظالموں کے ہاتھوں معرض خطر میں پڑ رہی تھی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام تر زور امن اور صلح پر تھا۔ یوں یہ مخالفین اس خوف کے اسیر رہے کہ قبول اسلام کے بعد ان کو اردگرد بسنے والے لوگوں، قبیلوں حتی کہ ہمسایہ اقوام سے امن وصلح کاری کی پالیسی اپنانی پڑے گی جس سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ ہمیں برباد کردیں گے۔ الغرض اگر اسلام فساد کا پرچارک ہوتا اور مسلمانوں کو تلواریں سونت کر جنگ وجدال کرنے کی تعلیم دیتا تب یقیناً کافر لوگ کبھی بھی اپنی متذکرہ بالا توجیہ میں درست نہ ٹھہرتے اور کبھی نہ کہتے کہ ہماری قبول اسلام سے محرومی اس خوف کی وجہ سے ہے کہ امن وصلح کی تعلیمات ہمیں دنیادار لوگوں کے ہاتھوں برباد کرنے والی ہیں۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت سلام بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ امن کا منبع۔ اب اگر خدا واقعی امن دینے والا ہے تو اس کا دائرہ ایک مخصوص گروہ تک محدود رکھنا ناانصافی ہے بلکہ اس کے امن کو اس کی تمام مخلوق اور تمام بنی نوع انسان کے لئے عام ہونا چاہئے۔ اور اگر اس کی امن دینے کی صفت محض چند لوگوں تک محدود ہے تو وہ رب العالمین کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ''اور ہم کو اس (رسول) کے اس قول کی قسم جب اس نے کہا تھا کہ اے میرے رب! یہ قوم تو ایسی ہے کہ کسی سچائی پر ایمان نہیں لاتی۔ سو (ہم نے اس کو جواب دیا تھا کہ) ان سے درگزر کر اور صرف اتنی دعا کردیا کر کہ تم پر خدا کی سلامتی نازل ہو۔ تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ (حق کو) جاننے لگ جائیں گے۔'' (سورۃ الزخرف: آیت نمبر 89-90)۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم لائے ہیں وہ تمام انسانوں کے واسطے رحم اور مہربانی سے بھری ہوئی ہے اور ہر ایک کے لئے امن کی ضامن ہے۔ مزید برآں یہ آیت بتاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام امن کو آپ کے معاندین نے نہ صرف ردّ کیا بلکہ ان لوگوں نے آپؐ کی توہین اور گستاخی کا بھی ارتکاب کیا۔ نیز یہ لوگ اپنی مخاصمت اور شورش میں حد سے بڑھ گئے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہوئے کہ میں تو ان کو سلامتی دینا چاہتا ہوں مگر یہ لوگ مجھے امن سے رہنے نہیں دیتے بلکہ یہ تو مجھے تکالیف اور دکھوں میں مبتلا کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے افعال کو نظر انداز کرو اور ان سے پرے ہٹ جاؤ۔ تمہارا واحد مقصد دنیا میں امن کا پرچار اور اس کا قیام ہے۔ پس ان کی تمام نفرت اور ظلموں کا جواب ''سلام'' کہہ کر دیا کرو اور ان کو متنبہ کردو کہ میں نے تم تک پیغامِ امن پہنچا دیا ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی دنیا میں امن پھیلانے کے عظیم مقصد میں صرف ہوئی۔ یقیناً وہ دن دور نہیں جب دنیا والوں کو یہ احساس اور شعور نصیب ہو جائے گا کہ آپؐ انتہا پسندی کی تعلیم لے کر نہیں آئے تھے اور دنیا یہ مان لے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امن، محبت اور شفقت کا پیغام لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ اسی طرح اگر اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے دعویدار بھی ہر ظلم

و نا انصافی کا جواب اسی محبت کے انداز میں دیں گے تو بلاشبہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم پر اعتراض کرنے والے بھی ایک دن اس کی سچائی اور حسن کے گرویدہ ہو جائیں گے۔

مسلم جماعت احمدیہ انہی اصولوں اور تعلیمات پر کاربند ہے اور **ہم اکناف عالم میں ہم آہنگی، برداشت اور محبت کا پیغام پھیلا رہے ہیں۔** ہم بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تاریخی اور بے مثل اُسوہ پر عمل پیرا ہیں جب آپ برس ہا برس تک مظالم، تلخیوں اور ظلم وستم کا نشانہ بننے کے بعد فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں وارد ہوئے تھے۔ کئی سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس اصحاب بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم رکھے گئے۔ اتنی سختی تھی کہ یہ لوگ قُوتِ لایموت اور پانی کی بوندوں کو ہی ترس گئے۔ آپ کے متعدد اصحاب ظالم دشمن کے ہاتھ لگے تو ان پر وہ بہیمانہ مظالم کئے گئے کہ بعض کو اذیتیں دے دے کر شہید کر دیا گیا۔ اس ظلم سے نہ مسلمان عورتیں محفوظ تھیں اور نہ بڑی عمر کے مسلمان مرد حتیٰ کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے بھی اس اذیتناک، بہیمانہ سلوک کا نشانہ بنتے رہے۔ اس سب کے باوجود جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر مکہ مکرمہ کو لوٹے تو کسی سے کوئی بدلہ نہ لیا۔ بلکہ یہ اعلان کیا کہ جاؤ تم پر کوئی گرفت نہیں ہے میں نے تم کو معاف کیا۔ میں محبت اور امن کا پیغامبر ہوں۔ میں خدا کی صفت ''اَلسَّلام'' کا سب سے زیادہ عرفان رکھنے والا ہوں۔ یقیناً یہ اللہ ہی ہے جو سلامتی عطا کرتا ہے، پس میں تمہاری تمام گزشتہ سقّا کیاں معاف کرتے ہوئے تمہیں آئندہ کے لئے سلامتی اور امن کی ضمانت عطا کرتا ہوں۔ تم کو مکہ میں رہنے اور اپنے دین پر عمل کرنے کی مکمل اجازت ہے اور کسی کو بھی طاقت کے بل بوتے پر قبولِ اسلام کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد مخالفین میں سے کچھ لوگ سزا کے خوف سے مکہ سے بھاگ گئے کیونکہ تمام دشمن معصوم مسلمانوں پر اپنی زیادتیوں اور سفاکیوں سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ لیکن اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں محبت وشفقت اور امن وصلح کے انوکھے سلوک سے حیران ہو کر اپنے ان شریک جرم ساتھیوں کے پیچھے آدمی دوڑائے کہ کہاں جاتے ہو، لوٹ آؤ۔ پس جب ان کو اطلاع دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف امن و سلامتی کا ہاتھ بڑھایا ہے تو وہ سب واپس آ گئے۔ یوں اسلام کے اشد مخالفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع رحمت وشفقت سے متاثر ہو کر اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنے لگے۔

میں نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے وہ معلوم تاریخ کا حصہ ہیں اور بہت سے غیر مسلم مؤرخین اور مستشرقین بھی ان کی ثقاہت کی گواہی دیتے آئے ہیں۔ پس یہ حقیقی اسلامی تعلیمات ہیں اور یہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دہشتگرد قرار دے کر بیہودہ الزامات کا نشانہ بنانا، قابل شرم ناانصافی کی انتہا ہے اور بلاشبہ ایسے تمام جھوٹے الزامات ہمارے دل کو حزین بنا دیتے ہیں۔

مَیں اس موقع پر دوبارہ کہوں گا کہ **آج صرف ہماری جماعت، احمدیہ مسلم جماعت ہی ہے جو پُرامن حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق کام کر رہی ہے۔** اور اسی طرح میں یہ بھی پھر سے باور کروانا چاہتا ہوں کہ آج جو یہ انتہا پسند تنظیمیں یا افراد قابل نفرت مکروہ کام کرتے پھر رہے ہیں ان کا حقیقی اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

حقیقی انصاف کا تقاضا ہے کہ ذاتی مفادات کے لئے کام کرنے والے افراد یا گروہوں کی کارروائیوں کو مذہب کی تعلیمات سے نہ جوڑا جائے اور نہ ہی ایسی کارروائیوں کو بہانہ بنا کر مذہب اور بانی مذہب کے خلاف ناواجب طریق پر الزام تراشی کی جائے۔ امن عالم کا قیام ناگزیر ہو چکا ہے لہٰذا ہر ایک کو دوسروں کے لئے اور دیگر مذاہب کے لئے محبت باہمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا ورنہ بہت بڑی بربادی منہ کھولے کھڑی ہے۔

آج دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے اور یہاں محبت باہمی کے فقدان اور مل جل کر امن سے رہنے کی کوششوں کی ناکامی کسی محدود خطہ یا شہر یا ملک کو ہی گزند نہیں پہنچائے گی بلکہ یہ خرابی پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور کسی سے بھی پچھلی دو عالمگیر جنگوں کی تباہ کاریاں پوشیدہ نہیں ہیں۔

بعض ممالک کی پالیسیوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ اپنا منہ کھولے کھڑی ہے۔ اگر عالمی جنگ چھڑ گئی تو مغربی ممالک بھی اس کے تباہ کن اور دیرپا منفی اثرات سے محفوظ نہ رہیں گے۔ آئیں ہم سب مل کر اپنے دامن کو ایسی اندوہناک تباہی سے بچا لیں۔ آئیں ہم سب مل کر اپنی آئندہ نسلوں کو اس خطرناک جنگ کی تباہی اور ہولناک نتائج سے بچا لیں۔ عین ممکن ہے کہ اس دفعہ ہونے والی عالمی جنگ ایک ایٹمی جنگ ہو۔ اس لرزہ خیز انجام سے بچنے کے لیے ہمیں انصاف، خلوص اور ایمانداری جیسے اخلاق پر کاربند ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ان معدودے چند گروہوں کا ناطقہ بند کرنا ہوگا جو نفرت کے سوداگر ہیں اور ان کا واحد مقصدِ حیات دنیا کے امن کو تباہ کر دینا ہے۔

میری خواہش اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی عالمی طاقتوں کو انصاف و دیانت کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اس بارہ میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق نصیب کرے۔ آمین۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ وقت نکال کر، کوشش کر کے یہاں شامل ہونے کے لئے پہنچے۔ بہت بہت شکریہ۔

دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا اور اس کے بعد مہمانانِ گرامی نے فرداً فرداً حضورِ انور سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔

.....☆☆☆.....

جماعتِ احمدیہ انگلستان کی صدسالہ جوبلی کی اس تقریب میں 68/ معزز شخصیات شامل ہوئیں جن میں 30/ ممبرانِ پارلیمنٹ اور 12/ ممبرانِ ہاؤس آف لارڈز شامل تھے۔ ان میں سے 8/ وزراء تھے۔ ان کے علاوہ بی بی سی، سکائی ٹی وی اور آئی ٹی وی وغیرہ کے نمائندگان بھی اس موقع پر کوریج کے لیے موجود تھے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس تقریب کے انعقاد سے قبل ہی برطانیہ کی تین بڑی سیاسی پارٹیوں کے سربراہان نے جماعتِ احمدیہ انگلستان کی صدسالہ جوبلی کے موقع پر مبارکباد کے خطوط ارسال کیے تھے۔ ایسے ہی ایک خط میں برطانوی وزیر اعظم عزت مآب جناب ڈیوڈ کیمرون (ایم پی) نے تحریر کیا کہ برطانیہ کے لیے جماعتِ احمدیہ کی موجودگی ایک فخر سے کم نہیں نیز انہوں نے امن عالم کے قیام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی غیر معمولی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو "A man of peace" یعنی ''امن کا سفیر'' قرار دیا۔

(رپورٹ مرتبہ: طارق حیات۔ مربی سلسلہ)

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 20 | Friday 30 August & 6 September , 2013 | Issue No. 35-36

برطانوی پارلیمنٹ ہاؤس میں جماعت احمدیہ انگلستان کی صدسالہ جوبلی کی مناسبت سے ایک تاریخی تقریب کا انعقاد

مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے عمائدین کا جماعت احمدیہ کی امن پسندی، رواداری اور امن عالم کے قیام کے لئے مساعی پر خراج تحسین

- ..... ہمیں اس بات کا اچھی طرح ادراک ہے کہ عزت مآب حضرت مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ) اور افرادِ جماعتِ احمدیہ قیامِ امن کے لیے گرانقدر خدمات بجالا رہے ہیں۔ (ایڈورڈ ڈیوی۔ وزیر برائے توانائی)
- ..... ہم سب جماعتِ احمدیہ کی امن، محبت اور باہمی امن وآشتی کے اصول کو معاشرہ کی بنیاد بنانے کی تعلیم کو حد درجہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (نک کلیگ۔ نائب وزیر اعظم)
- ..... آپ لوگ تحمل، باہمی رواداری اور امن کے قیام کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ (ڈگلس الیگزینڈر۔ Shadow وزیر خارجہ)
- ..... میں برطانوی معاشرہ کی بہتری کے لیے آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ) کی کاوشوں پر آپ کی شکر گزار ہوں بلکہ یہ ایسا کام ہے جو آپ بلا امتیاز دنیا بھر میں کر رہے ہیں۔ (تھریسامے۔ وزیر داخلہ)

تقریب میں 30 ممبران پارلیمنٹ، 12 ممبرانِ ہاؤس آف لارڈز اور 8 وزراء کے علاوہ مختلف اخبارات اور ٹی وی کے نمائندگان بھی حاضر تھے۔

- ..... ہم اِن دنوں جماعت احمدیہ انگلستان کی صدسالہ تقریبات منا رہے ہیں اور گزشتہ سو سال اس امر پر گواہ ہیں کہ احباب جماعت نے ہمیشہ اپنے ملک سے وفاداری کے تقاضے نبھائے ہیں اور ہر طرح کی دہشتگردی، بغاوت اور بدامنی سے اپنا دامن بچا کر رکھا ہے۔
- ..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی دنیا میں امن پھیلانے کے عظیم مقصد میں صرف ہوئی۔ یقیناً وہ دن دُور نہیں جب دنیا والوں کو یہ احساس اور شعور نصیب ہو جائے گا کہ آپؐ انتہا پسندی کی تعلیم لے کر نہیں آئے تھے اور دنیا یہ مان لے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امن، محبت اور شفقت کا پیغام لے کر مبعوث ہوئے تھے۔
- ..... بعض ممالک کی پالیسیوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ اپنا منہ کھولے کھڑی ہے۔ اگر عالمی جنگ چھڑ گئی تو مغربی ممالک بھی اس کے تباہ کن اور دیرپا منفی اثرات سے محفوظ نہ رہیں گے۔ آئیں ہم سب مل کر اپنے دامن کو ایسی اندوہناک تباہی سے بچالیں۔ آئیں ہم سب مل کر اپنی آئندہ نسلوں کو اس خطرناک جنگ کی تباہی اور ہولناک نتائج سے بچالیں۔ عین ممکن ہے کہ اس دفعہ ہونے والی عالمی جنگ ایک ایٹمی جنگ ہو۔ اس لرزہ خیز انجام سے بچنے کے لیے ہمیں انصاف، خلوص اور ایمانداری جیسے اخلاق پر کاربند ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ان معدودے چند گروہوں کا ناطقہ بند کرنا ہوگا جو نفرت کے سوداگر ہیں اور ان کا واحد مقصدِ حیات دنیا کے امن کو تباہ کر دینا ہے۔

(برطانوی پارلیمنٹ ہاؤس میں امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب)

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 11 رجون 2013ء کو جماعتِ احمدیہ انگلستان کی صدسالہ جوبلی کی مناسبت سے برطانوی ہاؤس آف پارلیمنٹ کے 'Churchil Room' میں منعقد ہونے والی ایک پروقار تقریب میں شرکت فرمائی اور روح پرور خطاب فرمایا۔

اس تقریب کا انعقاد جماعتِ احمدیہ کے انگلستان میں قیام پر ایک سو سال پورے ہونے کے پُرمسرت موقع پر Rt Hon Edward Davey رکنِ پارلیمنٹ (وفاقی وزیر برائے توانائی و موسمیاتی تغیرات) اور ''آل پارٹی پارلیمنٹری گروپ فار دی احمدیہ مسلم کمیونٹی'' نے کیا تھا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ جب اپنی نوعیت کی اس منفرد تقریب میں شمولیت کی غرض سے ویسٹ منسٹر رونق افروز ہوئے تو برطانوی ڈپٹی وزیرِ اعظم کے ہمراہ متعدد وفاقی وزراء اور ارکانِ پارلیمنٹ چشم براہ تھے۔

اس تقریب کے باقاعدہ آغاز سے قبل حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برطانوی ڈپٹی وزیرِ اعظم The Rt. Hon. Nick Clegg MP، ہوم سیکرٹری (وزیر داخلہ) The Rt. Hon Theresa May MP، سیکرٹری آف سٹیٹ فار انرجی اینڈ Climate Change The Rt. Hon. Ed Davey MP، شیڈو (shadow) فارن سیکرٹری (وزیر خارجہ) The Rt. Hon. Douglas Alexander MP، چیئرمین آف دی ہوم افیئرز سیلیکٹ کمیٹی The Rt. Hon. Keith Vaz MP اور ممبر آف پارلیمنٹ فار مچم اینڈ مارڈن Siobhain McDonagh MP کو باری باری شرفِ ملاقات بخشا۔

اس تقریب کا باقاعدہ آغاز لندن وقت کے مطابق دوپہر ایک بج کر پانچ منٹ پر ہوا۔ آغاز میں جناب ایڈورڈ ڈیوی (وزیر برائے توانائی و موسمیاتی تغیرات)، جناب نِک کلیگ (نائب وزیر اعظم)، جناب ڈگلس الیگزینڈر (shadow وزیر خارجہ) اور محترمہ تھیریسا ئے (وزیر داخلہ) نے مختصر تقاریر کیں۔

آنریبل ممبران پارلیمنٹ کے ایڈریسز

عزت مآب جناب ایڈورڈ ڈیوی (وزیر برائے توانائی و موسمیاتی تغیرات) نے کہا:

''احمدیہ مسلم جماعت کے اعزاز میں تقریب کا

باقی صفحہ نمبر 37 پر ملاحظہ فرمائیں